© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

عصمتِ انبیاء

اور
عیسائیوں کا اون پر ظلم و افترا

یہ مسئلہ (عصمت انبیاء) اسوقت کے مسلمانان ہندوستان میں اتفاق کے ساتھ مسلم ہر کسی کو اسکے تسلیم میں کلام و نزاع نہیں ہے۔ و معہذا اس مسئلہ میں بسط و تفصیل سے بحث کرنے کی اسلئے ضرورت ہوئی کہ عیسائیوں نے اس مسئلہ میں ظلم و افترا اختیار کر رکھا ہے۔ کہ تمام انبیاء کو گنہگار اور صرف حضرت مسیح کو عصمت شعار قرار دیا ہے۔ اور اپنے اس قول کاسد و زعم فاسد پر ان آیات قرآن و احادیث سے استشہاد کیا ہے جنمیں بعض انبیاء کے نسیان و خطاؤں کا ذکر کیا ہے۔ یا اونہوں نے کسر نفسی و فروتنی سے اپنے افعال خلاف اولیٰ کو گناہ یا اپنے حسنات کو سیئات کہا ہے۔

و ازاں جملہ ایک توحیدی عیسائی مسٹر اکبر مسیح مختار عدالت باندہ نے تو یہ غضب ڈھایا ہے کہ حضرت مسیح کو تو ایک غلط و خود تجویزی معنے عصمت میں تمام انبیاء بلکہ ملائکہ پر چڑھا کر باوجود قائل نہ ہونے الوہیت مسیح کے خدائی کے درجہ سے جا ملایا ہے۔ اور باقی حضرات انبیاء کو قدیم عیسائیوں کی تقلید سے گنہگار قرار دیکر یہ بھی جتایا ہے کہ صاحب اشاعت السنّہ بھی کسی نبی یا فرشتہ کو معصوم نہیں جانتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُنکی اس مضمون کی تحریرات ایک عیسائی رسالہ کشف الحقایق بمبئی بابت ماہ مارچ سنہ ۱۸۹۶ء لغایت اکتوبر سنہ ۱۸۹۶ء میں شایع ہوئے ہیں۔ جس سے بجائے کشف اس مسئلہ اور اسکے متعلق خیالات حقہ کا اخفاء و التباس عمل میں آیا ہے۔

اس ظلم و افتراء و التباس و اخفاء پر عیسائیوں کو جرأت کرنے کی ایک وجہ یہہ بھی ہوئی اور ایک قسم کی اون کو سند و نظیر ملگئی۔ کہ بد قسمتی سے بعض گمراہ فرقے مسلمانوں کے کسی قدر عیسائیوں کے ہم صفیر ہوئے ہیں۔ عام انبیاء کو گنہگار کہنے میں خارجی اُنکے ساتھ ہیں اور صرف حضرت مسیح کو سہو و خطا سے معصوم کہنے میں۔ رافضی اُنکی نظیر ہیں جو انبیاء کے علاوہ اہلبیت کو بھی سہو و خطا سے معصوم کہتے ہیں۔ عیسائیوں نے ان دونوں مذہبوں میں اپنی کتر بیونت کرکے ایک تیسرا مذہب مرکب رفض و خروج سے پیدا کیا۔ حضرت مسیح کے سوائے تمام نبیوں کو گنہگار بنایا۔ اور باقی نبیوں کو چھوڑکر صرف حضرت مسیح کو خطا و نسیان وغیرہ سے معصوم قرار دیا۔ اور اس ترکیب و تلفیق مذہبین سے مسلمانوں کو دہوکا دینا چاہا اگر کسی نے انبیاء کو گنہگار کہنے پر وحشت کھا کر اعتراض کیا۔ تو خارجیوں کا مذہب و قول پیش کر دیا۔ اور اگر منجملہ تمام انبیاء صرف حضرت مسیح کو معصوم سمجھنے پر تعجب کرکے اعتراض کیا۔ تو رافضیوں کا قول سنا دیا۔ گو در حقیقت وہ اس مذہب مرکب و ملفق میں نہ خارجیوں کے پورے موافق ہیں۔ کیونکہ وہ مسیح کو گنہگار نہیں سمجھتے۔ اور نہ رافضیوں کے پورے موافق کیونکہ وہ حضرت مسیح کے سوا اور پیغمبروں کو معصوم نہیں جانتے۔

اس ظلم و افتراء و التباس و اخفاء سے عیسائیوں کی غرض یہ ہے کہ وہ یہہ کہکر کہ حضرت آدم سے لے کر آنحضرت صلعم تک جتنے نبی آئے وہ سب گنہگار رہتے نیکوکار و عصمت شعار صرف حضرت مسیح تھے۔ ولہذا شفیع اور منجی صرف وہی ہو سکتے ہیں نہ کوئی اور نبی۔ اہل اسلام کو دین اسلام سے اور دیگر اہل ادیان کو اونکے ادیان سے ہٹادیں۔ اور ان کو عیسائی بنادیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی غرض سے مسٹر اکبر مسیح نے اس خاکسار خادم المسلمین کو بحث عصمت مسیح میں اپنا مخاطب کیا۔ اور در صورت ثابت ہو جانے عصمت مسیح کے عیسائیت کیطرف مدعو کیا ہے۔ چنانچہ اس غرض کا اظہار انہوں نے اپنے خط ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء میں کیا ہے جو کشف نمبر ۲ جلد ۲ میں بصفحہ ۴۶ وغیرہ درج ہوا ہے۔

لہذا ضرورت پیش آئی کہ اس مسئلہ کی حقیقت عیسائیوں اور اُن ناواقف مسلمانوں پر جو اُن تحریرات کو دیکھ کر دھوکھا کھا چکے ہیں کھول جائے۔ اور اس سے اُن پر منکشف ہو کہ عصمت انبیار کی حقیقت اور صحیح معنے کیا ہیں اور ان معنے کر سبھی انبیا معصوم ہیں اور ان معنے عصمت انبیار کے تسلیم کرنے میں اسوقت کے کسی مسلمان ہندوستان کو کلام نہیں ہے۔ اور جن آیات واحادیث سے مسٹر اکبر مسیح ودیگر عیسائی دوسرے نبیوں کا گنہگار ہونا نکالتے ہیں۔ اُنسے اُنکا گنہگار ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اور حضرت مسیح کو معنے صحیح عصمت سے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اسمیں خصوصیت و ترجیح کی طرف نظر کیجاتی ہے اور قرآن مجید و موجودہ انجیل کی شہادت لیجاتی ہے تو حضرت سید الاولین والآخرین ختم المرسلین کو حضرت مسیح پر ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ وبس۔

ایک امر اس مضمون کے لکھنے کا باعث و محرک یہ بھی ہے کہ عنقریب ہم مضمون اثبات نبوت جو ۸۱ وغیرہ سے ناتمام چلا آتا ہے پورا کرنا چاہتے ہیں۔ اس مضمون میں اس بحث عصمت انبیار کی سخت ضرورت ہے۔ لہذا اس بحث کو ہم یہاں پوری کرینگے تو گویا ایک بڑی جزو مضمون اثبات نبوت سے فارغ ہو جائینگے وباللہ التوفیق۔

اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل پرانی اسلامی کتب عقائد وکلام دفقہ اکبر امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ۔ شرح مواقف و شرح مقاصد و کتب تفاسیر (تفسیر کبیر وغیرہ) میں بخوبی ہو چکی ہے۔ اسمقام میں ہم ان ہی کتابوں کا خلاصہ مطالب بیان کرنا کافی سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین کشف الحقائق کو جو تحریرات مسٹر اکبر مسیح کو دیکھ کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہو کا کھا چکے ہیں معلوم ہو کہ اس مسئلہ میں جو صاحب اشاعت السنۃ کا خیال و مقال ہے وہ قدیم اہل اسلام کا خیال ہے۔ اور اسبات میں رد مقالات عیسائیوں کے لئے صاحب اشاعت السنۃ کو از خود کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ عیسائیوں وغیرہ مخالفین نے عصمت انبیاء کے برخلاف کہا ہے اوس کو اہل اسلام قدیم رد کر چکے ہیں۔

قبل از بیان اقوال موافقین و مخالفین و رد اقوال و دلائل مخالفین ایک تمہید ضروری ہے جسمیں حقیقت و معنے صحیح عصمت کا بیان ہو اور اہل تحقیق نکتہ رس پر اس سے یہ منکشف ہو کہ صحیح معنے عصمت کے وہی ہیں جو ہم اہل اسلام بیان کرتے ہیں نہ وہ جو عیسائی گھڑتے اور حضرت مسیح کی نسبت اسکا ادعا کرتے ہیں۔

شرح مواقف میں ہے۔ کہ چھٹا مقصد کتاب حقیقت عصمت کے بیان میں ہے،

المقصد السادس فی حقیقۃ العصمۃ و هو عندنا علی ما یقتضیه اصلنا من استناد الاشیا کلها الی الفاعل المختار ابدا ان لا یخلق الله فیهم ذنبا وهی عند الحکماء بناء علی ما ذهبوا الیه من القول با لایجاب واعتبار استعداد القوابل ملکة تمنع الفجور وتحصل هذه الصفة ابتداء بالعلم بمثالب المعاصی ومناقب الطاعات فانه الزاجر عن المعصیة و الداعی الی الطاعة وتتاکد ویترسخ هذه الصفة بتتابع الوحی الیهم بالاوامر الداعیة الی ما ینبغی والنواهی

وہ ہم اہل اسلام کے نزدیک جو تمام چیزوں کے فاعل بالاختیار کے سے سرزد ہونیکے قایل ہیں یہ ہے کہ خدا تعالے انہیں گناہ پیدا نہ کرے یعنے سرزد نہونے دے۔ اور حکماء فلاسفہ کے نزدیک جو اشیاء کا فاعل سے سرزد ہونا بحسب استعداد و تقاضا محل ضروری غیر اختیاری سمجھتے ہیں۔ عصمت کی حقیقت یہ ہے۔ کہ معصوم میں ایک قدرتی طاقت ہوتی ہے۔ جو نافرمانی سے روکتی ہے یہ صفت ابتدا میں تو گناہ کی برائی اور فرمانبرداری کی تعریف سنکر ایک حالت سی ہوتی ہے۔ مگر وہ وحی کی (جو امر نہی لاتی ہے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الزاجرة عما لا ينبغي والاعتراض على ما
يصدر عنهم من الصغائر سهواً او عمداً
عند من يجوز تعمدها ومن ترك الاولى
والافضل فان الصفات النفسانية
تكون في ابتداء حصولها احوالاً اي
غير راسخة ثم تصير ملكات اي راسخة
في محلها بالتدريج وقال قوم العصمة
تكون خاصية في نفس الشخص او في بدنه
يمتنع بسببها صدور الذنب عنه ويكذبه
اي هذا القول انه لو كان صدور الذنب
كذلك اي ممتنعاً لما استحق المدح بذلك
اي بترك الذنب اذ لا مدح ولا ثواب
بترك ما هو ممتنع لانه ليس مقدوراً داخلاً
تحت الاختيار۔

وايضاً فالاجماع منعقد على انهم
اي الانبياء مكلفون بترك الذنوب
مثابون بالطاعة ولو كان الذنب
ممتنعاً لما كان كذلك اذ لا تكليف
بترك الممتنع ولا ثواب عليه

وايضاً قوله انما انا بشر مثلكم
يوحى الي يدل على مماثلتهم لسائر

پے در پے آنے سے اور جو ان حضرات سے
بھول چوک ہو جائے یا بقول بعض عمداً
چھوٹے گناہ سرزد ہوں یا امور افضل و اولیٰ
ترک ہو جائیں۔ اس پر اعتراض وارد ہونے
سے پختہ و مستحکم طاقت ہو جاتی ہے۔

ایک قوم (یعنی حکماء) حقیقت عصمت
یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ کسی شخص کی ذات
یا بدن میں ایک ایسی طاقت ہے جس کی وجہ
سے وہ گناہ پر قادر ہی نہیں ہوتا۔ اور صدور
گناہ اس سے محال و ناممکن ہوتا ہے مثل کسی
ہیجڑے یا مخنث کا ہم بستری عورت پر قادر
نہ ہونا، اس قول کو یہ امر جھٹلا رہا ہے کہ اگر
معصوم سے گناہ کا سرزد ہونا محال ہوتا
اور وہ اس پر قادر ہی نہ ہوتا تو وہ گناہ کو ترک
کرنے کے سبب تعریف کا مستحق نہ ہوتا۔ کیونکہ
جو امر کسی کی قدرت میں داخل نہیں ہوتا اس کا
ترک کرنا اس کے لئے موجب تعریف نہیں ہوتا
حالانکہ انبیاء علیہم السلام باتفاق اہل ملل
ترک گناہ پر مستحق تعریف و اجر ہیں اور اس امر
سے وہ مامور و مکلف ہیں۔ و نیز یہ قول خداوندی
کہ اے رسول تم کہدے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الناس فیما یرجع الی البشریة والامتیاز بالوحی لا غیر فلا یمتنع صدور الذنب عن سائر البشر ۔ (شرح مواقف ص ۶۹۹ مطبع لکھنو

فرق صرف یہہ ہے کہ میری طرف وحی ہوتی ہے پتا رہا ہے کہ انبیاء بشری امور (خطا و نسیان وغیرہ) میں اور لوگوں کی مانند ہیں۔ انکو امتیاز صرف وحی الہی کی وجہ سے ہے نہ امور بشری میں لہذا کسی بشر سے گناہ سرزد ہونا محال نہیں ہے۔

اور شرح فقہ اکبر میں ہے لوگوں نے حقیقت عصمت کے بیان میں اختلاف کیا ہے بعض لوگوں (حکماء وغیرہ گمراہ مراد ہیں) کا قول ہے کہ وہ محض فضل خداوندی ہے جس میں

اختلف الناس فی کیفیت العصمة فقال بعضهم هی محض فضل الله تعالے بحیث لا اختیار للعبد فیه وذلک اما بجعلهم علی طبع یخالف غیرهم بحیث لا یمیلون الی المعصیة ولا ینفرون عن الطاعة کطبع الملائکة او بصرف همتهم عن السیئات وجذبهم الی الطاعات جبرا من الله بعد ان اودع فی طبائعهم ما فی طبائع البشر وقال بعضهم العصمة فضل من الله ولطفه ولکن علی وجه یبقی اختیارهم بعد العصمة فی الاقدام علی الطاعة والامتناع عن المعصیة ـ والیه مال الشیخ ابو المنصور الماتریدی حیث قال العصمة لا تزیل

بندہ کا کچھ دخل و اختیار نہیں ہے۔ اون کے نزدیک اوسکی دو صورتیں ہیں ایک یہہ کہ خدا نے انکی طبیعت ہی عام لوگوں کے برخلاف ایسی بنائی ہے کہ وہ گناہ کی طرف رغبت اور طاعت سے نفرت ہی نہیں کرتے۔ جیسے ملائکہ کی طبیعت ہی (دوسری صورت) یہہ ہے کہ انکی طبیعت تو عام لوگوں کی طرح گناہ کی طرف میلان کرتی ہے۔ مگر خدا تعالے انکو جبرا بغیر انکے اختیار کے گناہ سے روک لیتا ہے۔ ایک قوم (راسخ مسلمان) کہتے ہیں کہ عصمت بیشک خدا کا فضل و لطف ہے مگر نہ مجبور کرکے۔ بلکہ ایسے طور پر کہ بعد اوس فضل و لطف کے بندوں کا اختیار بھی رہے کہ وہ اپنے ارادہ و مرضی سے طاعت کی طرف متوجہ ہوئے اور گناہ سے رک جائیں۔ اسی قول کی طرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المحنة ای الابتلاء والامتحان یعنی لا تجبره علی الطاعة ولا تعجزه عن المعصیة بل هی لطف من الله یحمله علی فعل الخیر ویزجره عن الشر مع بقاء الاختیار (شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۴ طبع دہلی)

شیخ ابو المنصور ماتریدی مائل ہوئے ہیں خلاصہ یہ وہ فرما گئے ہیں کہ عصمت امتحان و آزمائش کو دور نہیں کرتی یعنی وہ طاعت پر مجبور اور گناہ سے عاجز نہیں کرتی بلکہ وہ ایسا لطف و فضل خداوندی ہے کہ وہ خیر کی رغبت اور برائی سے نفرت دلاتا ہے۔ باوجودیکہ انکا اختیار باقی رہتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں عصمت کے

والعصمة لها اسباب ثلثة ان یخلق الانسان نقیا عن الشهوات الرذیلة سیما الاسیما فیما یرجع الی محافظة الحدود الشرعیة وان یوحی الیه حسن الحسن وقبح القبیح ومآل هما وان یحول الله بینه وبینما یرید من الشهوات الرذیلة (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۷۴)

تین ذریعہ و وسیلہ ہیں (یعنی جن تینوں سے کسی ایک سے عصمت حاصل ہوتی ہے) ایک یہ کہ انسان کی فطرت ہی رذیل خواہشوں سے منزہ ہو یا اُدھر ہی ہو کوئی اُسکو خواہش پیدا ہو تو وہ حوصلہ کرلے اور سنبھل جائے خاصکر ان امور میں جو محافظت حدود شرعیہ کے متعلق ہو۔ دوسری وحی الٰہی جس سے اُسکو حسن و قبح معلوم ہو تیسری توفیق الٰہی و فضل غیبی جو بُری خواہشوں میں جو بمقتضائے بشریت پیدا ہوں آڑ ہو جاوے

اس بیان حقیقت عصمت کو جو عقل سلیم اور قرآن کریم سے مستند ہے۔ اہل اسلام تو مان لینگے اور اس سے وہ یہ سمجھ جائیں گے۔ کہ نبیوں کے معصوم ہونے کے صحیح معنے یہی ہیں کہ وہ خدا کی تائید غیبی سے اور اس فضل وہبی کی مدد سے (جسکو وحی کہا جاتا ہے) دیدہ دانستہ گناہ کے مرتکب نہیں ہوتے تھے۔ اور اگر اون کے دل میں گناہ کا خیال یا خطرہ وارد ہوتا تھا۔ تو وہ خدا کے فضل اور وحی کی مدد سے اس خطرہ کو دور کرکے اس گناہ

* یہ ایک نادر کتاب ہے۔ مسائل مذہب عقلی ثابت کی ہے [illegible] حجم پانچسو صفحہ کلاں سے زیادہ ہو [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے رُک جاتے تھے۔ اور یہ خطور وخیال گناہ اون کی عصمت کے مخالف نہ تھا۔ بلکہ اس خطرہ کا واقعہ ہونا اور اُن حضرات کا اوسکو ہٹا دینا عین موید و محقق معنے عصمت ہوتا تھا۔ اور اگر اون سے بتقاضائے بشریت بھول چوک ہو جاتی تھی تو وہ اُسپر فوراً آگاہ کیے جاتے تھے۔ اس بھول پر نہ خود قایم رہتے تھے اور نہ اُن کے پیرو اوس بھول میں انکی پیروی کرتے تھے۔ اور جو مخلوق اس قسم کا دل یا بناوٹ وطبیعت رکھتے ہیں کہ گناہ کا اسمیں خطور رہی نہ ہو اور طاعت انکے لئے ایک فطرتی وقدرتی وغیر اختیاری امر ہو (جیسے ملائکہ) وہ اس اصطلاح علمار کے روسے معصوم کھلانے کے مستحق نہیں۔ گو عرف عام میں اُن کو اُن کی ظاہری وغیر اختیاری فرمانبرداری کی نظر سے جو فرمانبرداری نبی معصوم کی صورت میں مشابہ ہے معصوم کہا جاتا ہے۔

عیسائی بھی عقل وانصاف سے کچھ کام لیں اور اپنے اصول مسلمہ کیطرف فہم وانصاف سے رجوع کریں۔ تو انکو بھی یہ حقیقت ومعنے عصمت ماننے پڑین۔

تثلیثی عیسائیوں کے یہ اصول* مسلمہ ہیں کہ حضرت عیسے مسیح باوجود خدا ہونے کے ایک انسان تھے۔ اور تمام انسانوں کی مانند لوازم بشریت (کھانا۔ پینا۔ سونا۔ تھکنا بول براز کرنا۔ عاجز ہونا۔ دماغی اور ذہنی قوے وطاقتوں میں اَور انسانوں کی طرح اکتساب وترقی کرنا وغیرہ انمیں موجود تھے۔ اور ان لوازم بشریت کا یہ لازمہ ہے کہ حضرت مسیح سے بھی صدور خطا ممکن تھا۔ اور اُنکے دل ودماغ میں برائی کا خطور ہوتا ہوگا۔ جسکو اُنہوں نے محض فضل خدا سے رفع کیا۔ اور اگر اُنکے دل و دماغ کی بناوٹ ہی ایسی تھی جسمیں برائی کا خطور ممکن نہ تھا (جیسے ملائکہ کا حال ہے) تو پھر کیوں اُنکو انسانی لوازم کا محل تسلیم کیا جاتا ہے؛

* عیسائیونکا قول ہے کہ مسیح ہماری مثل چھوٹے سے بڑا ہوا۔ اُسنے قوائے ذہنی وجسمانی میں مثل ہماری ترقی کی جو ہماری مثل سوتا تھا۔ کھاتا تھا۔ تھکتا تھا۔ وہ قوائے دماغی اور بدنی کے لحاظ سے نوع انسانی سے الگ نہ تھا (عیسائیون کا رسالہ کشف نمبر (۹) جلد (۲) صفحہ ۱۳۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

توحیدی عیسائی مسٹر اکبر مسیح وغیرہ تو صاف مان چکے ہیں کہ مسیح میں عصیان وگناہ کا امکان تھا۔* اس امکان کی نظر سے صدور خطا و نسیان حضرت مسیح سے بنظر ادن کی بشریت کے جائز ہوا۔ پھر فضل الٰہی اور وحی کی مدد و برکت سے اس سے بچ جانا اور در صورت صدور خطا اُسکا تدارک (دشتبہ کیا جانا) عمل میں آنا ضرور ہوا۔ اور یہی حقیقت عصمت ہے جس کی نظر سے جملہ انبیاء معصوم تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور یہی معنے عصمت کے ہم اپنی تحریرات میں جو کشف نمبر ۷ جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ میں مشتہر ہوئی ہیں بیان کر چکے ہیں۔

عیسائی (تثلیثی خواہ توحیدی) جو اس امر ممکن کے مسیح سے نفی کرتے ہیں۔ اور یہہ دعوےٰ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی۔ تو وہ باوجودیکہ اس نفی و دعوے میں اپنے اصول و اقوال مسلمہ مذکورہ بالا کا خلاف کرتے ہیں۔ اس دعوے کو کسی دلیل سے مستند نہیں کرتے۔ اور کوئی دلیل عقلی (قرآن یا انجیل سے) یا عقلی ایسی پیش نہیں کرتے جسکو اہل عقل تسلیم کریں۔ تثلیثی عیسائی تو صرف ایک یہہ وہمی و خیالی دلیل پیش کرتے ہیں* کہ مسیح میں جو انسانیت کے علاوہ الوہیت تھی وہ اسکی انسانیت کی خطا سے

---

* امکان گناہ اور نافرمانی کا ہر دو (مسیح و آدم) کیلئے ممکن تھا۔ فعل مختار ہر دو تھے۔ دو نو معصوم رہ سکتے تھے۔ دونو عاصی ہو سکتے تھے۔ مگر ایک نافرمان ہو گیا دوسرا نہیں ایک کو اللہ نے قربت سے دور کیا۔ اور کہا اِهْبِطَا مِنْهَا۔ ایک کو اپنے تقرب میں لے لیا۔ اور کہا ما فعلت الیٰ۔ (خط مسٹر اکبر مسیح مرقومہ ۷ جنوری ۱۸۹۶ء مندرجہ نمبر ۶ ج ۲ صفحہ ۹۸ کشف) اس اقتباس میں مسٹر اکبر مسیح نے حضرت آدم پر ظلم کیا۔ انکی حالت مابعد کا جسکا آیت ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وھدی میں ذکر ہے لحاظ کر کے اوس کی نقل کرنے سے اغماض کیا۔

* ایک عیسائی کہتا ہے کہ مسیح کو دلہر گناہ محسوس نہیں ہوتا ہے ... اوسکے دل میں گناہ کا جذبہ و رشتہ نہ تھا۔ پس مسیح کے دماغ اور مسیح کے دل میں کونسی چیز تھی۔ جس نے اسکی انسانیت کو گناہوں سے پاک رکھا۔ کیا اسکی عقل نے؟ نہیں۔ کیا اوسکی خاندانی تعلیم اور تربیت نے نہیں؟ کیا فیض الٰہی نے؟ نہیں کیا۔ اسکی بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محافظ ہوئی۔ ناد ان کے اس خیالی دلیل پر ایک بہت سخت و لاجواب اعتراض وارد ہوتا ہے۔ ثبت العرش ثم النقش پہلے چھت بناؤ پھر اوسپر نقش و نگار کی ہوس کرو یعنے پہلے حضرت مسیح کا جو بقول تمہارے کھاتا۔ پیتا۔ بول و براز کرتا تھا۔ خدا ہونا ثابت کرو پھر اوسکی خدائی کے محافظ خطا ہونے کا دعوے کرو۔ اور یہ امر نہ آجتک صدہا برس سے ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اہل اسلام کو نہ سہی اپنے عیسائی بھائیوں یونی ٹیرین (توحیدی عیسائیوں) مسٹر البسرمسیح وغیرہ کو ہی مسیح کا خدا ہونا سمجھا دو۔ اور مسٹر البسرمسیح کے رسالہ تنقیح الوہیت مسیح وغیرہ کا جواب لکھو۔ پھر اس خیالی دلیل کو کسی مسلمان کے سامنے پیش کرو۔

دوسرا اعتراض یہ کہ وہ فرضی خدائی مسیح کی ایک وصف انسانی خطا سے اوسکی محافظ ہوئی۔ یعنی اوصاف انسانی کھانے پینے دشمن کے ہاتھ میں پکڑے جانے و بقول تمہارے صلیب پر مارے جانے سے جسکو وہ دل سے نہ چاہتا تھا اور ایلی ایلی لما سبقتنے پکارتا ہوا مارا گیا، محافظ کیوں نہ ہوئے تاکہ وہ بلا مزاحمت و اشتباہ خدا تسلیم کیا جاتا۔

اسکے جواب میں اگر کہو کہ کھانا۔ پینا۔ وغیرہ صفات انسانی کمال ہیں۔ نہ عیب اور صلیب پر مسیح کا مارا جانا تو عین حکمت اور عدالت خداوندی کی جمعیت بخلاف خطا انسانی کہ وہ عیب موجب مذمت ہے۔ لہذا اس خطا سے مسیح کی محافظت ضروری تھی۔ نہ کھانے پینے یا صلیب پر مارے جانے سے تو اوسپر اور دو سخت اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۰) انسانیت میں الوہیت نے حلول کیا تھا۔؟ نہیں اسکی انسانیت کی سطح کے نیچے اسکی الوہیت تھی جس سے وہ گناہوں سے پاک رہا (عیسائیوں کا رسالہ کشف نمبر ۹ جلد ۲ صفحہ ۱۲۱) یہاں مؤلف کشف پر یہ امر منکشف ہے نہوا کہ جس حلول الوہیت کے فقرہ سابق میں انہوں نے نفی کی تھی۔ فقرہ لاحق اور آخری میں اسیکا اثبات کر دیا۔ فرق تو صرف یہ ہے کہ پہلے حلول منفی میں حلول سریانی مراد رکھا ہوگا۔ جیسا کہ گلاب کے پھول میں رنگ کا حلول ہوتا ہے دوسری حلول مثبت میں حلول طرانی جیسا کہ نیچے والی چیز کو اوپر والی کے سطح میں ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی نسبت جیسا حلول سریانی محال ہے ویسا ہی طرانی بھی محال ہے۔ الحق یہ لوگ معقولات میں دخل تو دیتے ہیں مگر حقیقتاً دخل نہیں رکھتے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوّل یہ کہ اگر کوئی انسان بغیر کھانے پینے کے جئے اور نشو ونما پائے تو زیادہ صاحب کمال وصاحب معجزہ کہلاوے*۔

دوم ۔ خطا تو ایسا عیب ہے کہ اگر اُسپر قیام واصرار نہ ہو۔ اور اُس سے توبہ و رجوع عمل میں آوے تو قابل معافی ہے۔ اور اسپر کوئی مواخذہ وملامت نہیں۔ اور گناہ کی سزا پانا تو سخت عیب ہے۔ جو گناہ کا عطر اور پھل و نتیجہ ہے۔ خصوصاً وہ سزا جو اصل گنہگار کو چھوڑ کر بجائے اُسکے کسی ناکردہ گناہ کو ملجائے۔ اسمیں حکمت اور عدل و رحمت کی حیثیت متصور نہیں بلکہ سفاہت ہے۔ اور عدل و رحمت دونوں کی مخالفت عدل کی مخالفت تو اسلئے ہے کہ اصل گنہگار بلا انتقام و سزا چھوڑا گیا۔ رحمت کی مخالفت اسلئے ہے کہ گنہگار کے بدلے ایک بے گناہ و بلا جرم پکڑا گیا۔ اور وہ مقولہ صادق آیا کہ "کرے مونچھوں والا پکڑا جائے ڈاڑھی والا"۔ اس اجمال کی تفصیل دیکھنی ہو تو ہمارا مضمون "قرآن کی اخلاقی تعلیم بمقابلہ انجیل" اشاعۃ السنۃ نمبر ۱ جلد ۶ میں ملاحظہ کرو۔ اور حضرت مسیح کا گنہگاروں کے بدلے سزا بھگتنا تو اس ناانصافی و بے رحمی و سختی سے بیان ہوا ہے۔ کہ وہ اُنکی شان نبوت و عصمت کے برخلاف ہے۔ چہ جائے الوہیت بس کمال تعجب ہے۔ کہ آپکی الوہیت ایسی بری سزا سے انکی محافظ نہ بنی اور صرف ایسے خطا سے جسکی کوئی سزا نہ ہو محافظ ہونے کو دوڑی اور اس مثل عربی کی مصداق ٹھیری فرمن المطر وقام تحت المیزاب توحیدی عیسائی مسٹر اکبر مسیح وغیرہ مسیح کو خدا نہیں کہتے صرف انسان مانتے ہیں۔ اسلئے وہ اس خیالی دلیل عیسائیوں سے ہاتھ نہیں مار سکے۔ بلکہ بجائے کسی دلیل پیش کرنے کے وہ صرف دعاوی خمسہ مفصلہ ذیل کے مدعی اور اُسپر مکتفی ہوئے ہیں۔

اوّل عصمت انسان کا فطرتی خاصہ ہے جسکے واسطے انسان بنایا گیا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (سورۃ تین) دوم۔ یہ عصمت انسان کا

* جیسے اہل اسلام مانتے ہیں کہ حضرت عزیر کا سو برس تک بے غذا زندہ رہنا اور اصحاب کہف کا تین سو برس۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کمال نوعی ہے ان اللہ اراد بہ ان یصیر خلیفۃ فی الارض یبلغ الی کمالہ النوعی۔ (تاویل الاحادیث شاہ ولی اللہ صاحب) **سوم** ۔ یہ کمال نوعی اول حضرت آدم کو ان کی ابتدا رحالت میں حاصل ہوا۔ تو خدا تعالیٰ نے اونکو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور فرشتوں کو اوسکی طرف سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہ ۔ فاذا سوّیتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین ۔ اسوقت تک آدم سے خطا ونسیان کا مرتکب نہوا تھا۔ **چہارم** ۔ اسکے بعد وہ نافرمان ہوا تو وہ کمال نوعی اس سے چھینا گیا۔ پھر اوسکی نسل کے تمام انبیاء میں مفقود ومسلوب چلا آیا۔ **پنجم** آخر وہ کمال نوعی حضرت مسیح کو دیا گیا جو آدم ثانی تھا۔ اور اوس کمال نوعی پر پہنچنے کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔

یہ مسٹر اکبر مسیح کی اس کلام کا خلاصہ مع تشریح ہے جو خط ۷۔ جنوری ۱۸۹۶ء میں اونہوں نے کہا ہے۔ اور وہ کشف نمبر ۲ جلد ۲ کے صفحہ ۹۶-۹۷ میں مشتہر ہوا ہے۔ اور اس سے پہلے خطہ ۲۸۔ نومبر ۱۸۹۶ء میں (جو کشف نمبر ۵ جلد ۲ کے صفحہ ۷۴ میں درج ہوا ہے) انہوں نے مسیح کی عصمت کی یہ غلط اور خود تجویزی معنے بیان کئے ہیں۔ کہ ان سے نہ خطا ہوئی نہ نسیان نہ وہ کسی ذنب کے مرتکب ہوئے نہ ترک اولے کی ہر ایک لغزش سے وہ پاک تھے۔

ان دعاوی خمسہ میں سے دعوے اول لغایت سوم میں جنہیں وہ قرآن اور قرآن والوں کے اقوال سے مقتبس ومتمسک ہوئے ہیں۔ اسی قرآن کی برکت سے ثابت قدم رہے۔ اور ٹھیک بولے۔ مگر دعوے چہارم وپنجم میں جو علیسائیت پر مبنی اور اس سے ماخوذ تھی ہم اسی علیسائیت کی تاثیر سے لغزش کھا گئے۔ وہ دعوے چہارم وپنجم کے وقت اس امر کو بھول گئے۔ کہ وہ حضرت آدم کے لئے اس کمالِ نوعی کا حصول تسلیم کرکے ان کو خلیفہ بنا چکے اور اسپر قرآن کی آیت اور شاہ ولی اللہ صاحب کا قول سند لا چکے ہیں پھر اسکے برخلاف کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ جس کمالِ نوعی پر پہنچنے کے لئے انسان پیدا کیا گیا تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کمال تک صرف مسیح پہنچا۔ اور یہ بات بھی وہ بھول گئے کہ اس کمال نوعی تک حضرت آدم کا پہنچ جانا اور اسوجہ سے خلیفہ و مسجود ملائکہ ہو جانا وہ مان چکے ہیں۔ اور صرف شجرہ ممنوعہ سے کھا لینے کے سبب اس کمال نوعی کا اُن سے چھینا جانا۔ اور منصب خلافت و پیغمبری سے اُنکا اتارا جانا نہ بیبل میں مذکور ہے نہ قرآن میں مسطور۔ پھر وہ کس سند و دلیل سے دعوے پیش کرتے ہیں کہ اس خطا کے سبب جو اُنسے ہوئے وہ کمال نوعی اُن سے چھینا گیا۔ اور ان کی اسامی پر اُن کی تمام اولاد سے آخر مسیح (فل اَپ (بھرتی) ہوا۔

• یہ بات بھی وہ خیال میں نہیں لاسکے کہ شجرہ ممنوعہ سے کھا لینا اُنکے نزدیک ایسا ہی گناہ کبیرہ و جرم سنگین و ناقابل معافی و نالائق ضمانت و شفاعت ہے کہ اوس کے سبب وہ کمال نوعی آدم اور اوسکے تمام ذریات سے نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن مسلوب چلا آیا۔ اور اوسکا اثر نسل آدم میں موروث ہو گیا۔ کوئی بھی نسل آدم سے اسکے اثر بد سے بچ نہ سکا تو پھر حضرت مسیح جو بقول مسٹر اکبر مسیح صرف ابن آدم تھی نہ خدا اوس گناہ وراثت اور جرم موروث کے اثر جو جد امجد حضرت مسیح یعنے حضرت داؤد تک متوارث چلا آیا تھا کیونکر بچ گئے۔ اور خطاء آدم[ملہ] تخطاءت ذریت کے احاطہ میں کیون شامل نہوئے

ان اعتراضات و مواخذہ کے جواب میں شاید مسٹر اکبر مسیح یہ کہیں کہ حضرت آدم اور اُنکے ذریات کے اس کمال نوعی سے معزول و محروم و صرف حضرت مسیح کو وارث ہونیکا سر عقلی اور علم فلسفی ہم نہیں جانتے اور نہ بتا سکتے ہیں۔ ہم صرف نقلی شہادت قرآن اور انجیل سے یہ دعوے کرتے اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ چنانچہ آیات قرآن و احادیث جو اسکے مضمون ناطق ہیں ہم اپنے خط ۷۔ جنوری سنہ ۱۸۹۲ء میں نقل کر چکے ہیں اور آیات انجیل پیش کرنے کو حاضر دیتا ہیں۔ تو اوسکا جواب یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں تو آپ کے اعتقاد کا نام و نشان نہیں۔ انکا ایک لفظ ایک حرف اسپر شاہد و ناطق نہیں۔ چنانچہ آپ کو اور ناظرین کو عنقریب ہماری ابحاث آئندہ سے روز روشن کی طرح معلوم ہو جائیگا۔ رہی انجیل سو جب آپ اُسکو

© rasailojaraid.com

ملہ یہ حدیث نبوی کا ہے جسپر انجیل بھی شاہد ہے دیکھو صفحہ ۱۴۲ عصمت

© rasailojaraid.com

پیش کرینگے۔ ہم اس میں نظر کرینگے۔ اور دیکھینگے کہ وہ آپکے دعوے کی کہانتک مصدق ہیں جہانتک ہمنے خود انجیل دیکھی اور پڑہی ہے اوس میں یہی* پایا کہ انجیلی مسیح کی زندگی خطاؤں میں بسر ہوئی۔ اس کی تعلیم خطاؤں سے پُر ہے اوس کے معجزات خطاؤں کا مجمع ہیں۔ وعلیٰ ہذا قرآنی مسیح ہم اہل اسلام کی نگاہوں میں معصوم ہیں۔ اور اس تعظیم وتکریم سے دیکھے جاتے ہیں جس تعظیم سے دوسرے انبیاء۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔ یہ بات بھی ناظرین ہماری ابحاث آیندہ سے واضح ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ۔

بالجملہ حقیقت ومعنے عصمت کے بیان میں اور مسیح کے لئے اُسکے اثبات اور دوسرے انبیاء سے اوسکی نفی کرنے میں جو کچھ عیسائیوں نے کہا ہے وہ دعاوی فارغہ وخیالات باطلہ ہیں جو خود اون کے اصول ومسلمات اتفاقیہ کے برخلاف ہیں۔ اور حق لایق تلقی بالقبول یہی ہے جو اہل اسلام نے اختیار کر رکھا ہے۔ اور وہ اوپر بیان ہوا ہے۔

تمہید ختم ہوئی اب ہم اس عصمت کے متعلق خیالات ومقالات اہل اسلام ومخالفین اسلام بیان کرتے ہیں۔ وازانجملہ قول حق کی تائید واحقاق وقول باطل کی تزییف وابطال عمل میں لاتے ہیں۔

اختلف الناس فی عصمة الانبیاء	تفسیر کبیر میں ہے۔ لوگوں کا مسئلہ عصمت انبیاء
علیهم السلام وضبط الاقوال	میں اختلاف ہے۔ اس اختلاف میں ضبط اقوال
فیه ان یقال الاختلاف فی هذا	یوں ہو سکتا ہے کہ اس اختلاف کا محل چار چیزیں
الباب یرجع الی اقسام اربعة	ہیں۔ ایک تو اعتقاد انبیاء کہ اُنہیں کفر یا شرک
احدها ما یقع فی باب الاعتقاد	یا اور بُرائی آسکتی ہے یا نہیں۔ دوم تبلیغ وحی کہ
وثانیها ما یقع فی باب التبلیغ	اُنہیں نبی غلطی یا عمداً التحرف کر سکتے ہیں یا نہیں
وثالثها فی باب الاحکام والفتیا و	سوم۔ اپنی رائے سے کوئی حکم یا فتوے دینا کہ اُنہیں

* صفحہ (۲۳۲) نمبر (۶) جلد ہذا ملاحظہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رابعها ما یقع فی افعالهم وسیرتهم
امّا اعتقادهم الکفر والضّلال فان
ذلک غیر جائز عند اکثر الامّة و
قالت الفضلیة من الخوارج انهم
قد وقعت منهم الذنوب والذنب
عندهم کفر وشرک فلاجرم قالوا
بوقوع الکفر منهم واجازت الامامیة
علیهم اظهار الکفر علی سبیل التقیّة
وامّا النوع الثانی وهو ما یتعلق
بالتبلیغ فقد اجمعت الامة علی کونهم
معصومین عن الکذب والتحریف
فیما یتعلق بالتّبلیغ والّا ارتفع الوثوق
بالاداء واتفقوا علی ان ذلک کما
لا یجوز وقوعه منهم عمدًا لا یجوز
ایضًا سهوًا۔ ومن الناس من جوز
ذلک قالوا لان الاحتراز عنه غیر
ممکن۔ وامّا النوع الثالث وهو ما
یتعلق بالفتیا فاجمعوا علی انه لا یجوز
خطائهم فیه علی سبیل التعمد۔ وامّا
علی سبیل السهو فجوزه بعضهم وابأه
آخرون۔ وامّا النوع الرابع وهو

غلطی یا کمی زیادتی ہوسکتی ہے یا نہیں۔ چہارم
انبیاء کے افعال و خصائل ذاتی۔ قسم اوّل میں تو انبیاء
باتفاق اکثر امت معصوم ہیں اُن کے نزدیک
اُنکا مرتکب کفر و شرک ہونا جائز و ممکن نہیں
ہے۔ صرف ایک طائفہ خوارج جو فضلیہ کھلاتے
ہیں قائل ہیں کہ انبیاء سے گناہ سرزد ہوتے
ہیں اور گناہ کو وہ کفر جانتے ہیں اس سے
لازم آیا کہ وہ انبیاء سے کفر سرزد ہونے کے
بھی مجوز ہیں۔ امامیہ (شیعہ) اس امر کو جائز
رکھتے ہیں کہ وہ بطور تقیہ کفر کا صرف زبان سے اظہار
کریں۔ قسم ثانی کی نسبت بھی یہ اتفاق ہے کہ
نبی تبلیغ میں عمدًا کذب و تحریف کرنے سے معصوم
ہیں جبکہ نہ ہو تو انکی تبلیغ پر وثوق جاتا رہے۔
اسپر بھی اکثر کا اتفاق ہے کہ وہ سہوًا بھی تبلیغ میں
تبدیل و تصرف نہیں کرتے بعض لوگ قائل ہیں
کہ سہوًا تبدّل و تغیر ہو جانا ممکن ہے۔ اور اس سے
بچنا ناممکن ہے (مگر اُن لوگوں کا اس سہو کی نسبت
یہ بھی خیال و یقین ہے کہ انبیاء علیہم السّلام اُس
سہو پر قائم نہیں رہتے۔ اور جو ان سے کمی بیشی
ہو جاتی ہے اسپر فورًا آگاہ کیے جاتے ہیں۔ ولہذا
انکی تبلیغ پر وثوق دور نہیں ہوتا)۔ قسم سوم کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الذي يقع في فعالهم فقد اختلف الامة فيه على خمسة اقوال احدها قول من جوز عليهم الكبائر على جهة العمد وهو قول الحشوية۔ والثاني قول من لا يجوز عليهم الكبائر۔ لكنه يجوز عليهم الصغائر على جهة العمد الا ما ينفر كالكذب والتطفيف و هذا قول اكثر المعتزلة۔ القول الثالث انه لا يجوزان يأتوا بصغيرة ولا بكبيرة على جهة العمد البتة بل على جهة التاويل وهو قول الجبائي۔ القول الرابع انه لا يقع منهم الذنب الا على جهة السهو والنسيان لكنهم ماخوذون بما يقع منهم على هذه الجهة وان كان موضوعا عن امتهم لان معرفتهم اقوى ودلائلهم اكثر وانهم يقدرون على التحفظ مالا يقدر عليه غيرهم۔ القول الخامس انه لا يقع منهم الذنب لا الكبيرة ولا الصغيرة لا على سبيل القصد ولا على سبيل السهو ولا على سبيل التاويل والخطاء وهو مذهب الرافضة و

نسبت یہی اتفاق ہے کہ وہ عمداً فتوے اور حکم میں غلطی نہیں کرتے۔ سہواً غلطی ہو جانے میں اختلاف ہے بعض قائل و مجوز ہیں بعض منکر۔ مگر جو قائل ہیں وہ ساتھ اسکے یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ اس سہو و غلطی پر متنبہ کئے جاتے ہیں۔ اور وہ غلطی حکم شرعی و دستور العمل نہیں بن جاتی)۔ اب رہا قسم چہارم سو اسمیں پانچ قول ہیں۔ ایک قول ان لوگوں کا جو نبیوں کا عمداً مرتکب گناہ کبیرہ (چہ جائے صغیرہ) ہونا جائز رکھتے ہیں یہ حشویہ کا قول ہے (حشویہ وہ لوگ ہیں جو قرآن و حدیث کے ظاہری الفاظ سے انکے فہم معانی اور فقاہت کو چھوڑ کر ہاتھ مارتے ہیں۔ ایسے لوگ خدا کے فضل سے صادق و اہل علم اتباع ائمہ اربعہ و اصحاب صحاح ستہ میں کوئی نہیں ہے)۔ قول دوم ان لوگوں کا قول ہے جو گناہ کبیرہ (جس پر وعید یا شرعی سزا وارد ہوں) کا صدور نبیوں سے جائز نہیں رکھتے صرف صغیرہ کا عمداً صادر ہونا جائز رکھتے ہیں۔ اسمیں بھی شرط ہے کہ وہ صغیرہ ایسا نہ ہو جس سے خست ثابت ہو اور نفرت پیدا ہو جیسے ایک آنہ تول میں کم دینا یا ایک لقمہ چرا لینا یہ قول اکثر معتزلہ کا ہے۔ قول سوم یہ ہے کہ وہ گناہ کو گناہ سمجھ کر نہ کبیرہ گناہ کرتے ہیں نہ صغیرہ۔ بلکہ اسمیں وہ تاویل رکھتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واختلف الناس فی وقت العصمة علی ثلثة اقوال احدها قول من ذهب الی انهم معصومون من وقت مولدهم وهو قول الرافضة وثانیها قول من ذهب الی انهم معصومون وقت بلوغهم ولو یجوّزوا منهم ارتکاب الکفر و الکبیرة قبل النبوة وهو قول کثیر من المعتزلة۔ وثالثها قول من ذهب الی ان ذلك لا یجوز وقت النبوة واما قبل النبوة فجائز وهو قول اکثر اصحابنا وقول ابی الهذیل وابی علی من المعتزلة والمختار عندنا انه لم یصدر عنهم الذنب حال النبوة البتة لا الکبیرة ولا الصغیرة ویدل علیه وجوه الی ان ذکرها عدها الی الستة عشر

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۴۵۷ وغیرہ)

جس سے گناہ گناہ نہ رہے۔ یہ قول جبائی (معتزلی) کا ہے۔ قول چہارم یہ ہے کہ اُن سے گناہ عمداً سرزد نہیں ہوتا۔ ہاں سہو و نسیان سے ہو جاتا ہے اسپر بھی انکو مواخذہ ہوتا ہے۔ گو امت کیلئے انکی معافی ہے۔ کیونکہ انکو دین کی معرفت قوی اور انکے پاس دلائل بکثرت ہوتے ہیں جنکے سبب سے وہ خطا سے بچ سکتے ہیں۔ قول پنجم یہ کہ گناہ اُنسے سرزد ہی نہیں ہوتا۔ نہ کبیرہ اور نہ صغیرہ نہ قصداً و عمداً اور نہ سہواً اور نہ تاویل یا خطا سے۔ یہ رافضیوں کا مذہب ہے (یہی مذہب واعتقاد مسٹر اکبر مسیح کا ہے۔ جو حضرت مسیح کی نسبت اُنہوں نے ظاہر کیا ہے۔ اور باقی تینوں کی نسبت اس سے دریغ و ظلم روا رکھا ہے) لوگوں کا عصمت کے وقت میں بھی اختلاف ہے۔ اسمیں ایک قول جو رافضیوں کا قول ہے یہ ہے کہ انبیاء تولد ہی کے وقت سے معصوم ہوتے ہیں۔ دوسرا یہ قول جو اکثر معتزلہ کا قول ہے کہ وہ عاقل بالغ ہونے کے وقت سے معصوم ہوتے ہیں اور نبوت سے پہلے بھی کفر اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہیں کرتے۔ قول سوم جو ہمارے اکثر اشعری لوگوں کا قول ہے۔ اور معتزلہ میں سے ابوہذیل و ابوعلی کا قول ہے۔ کہ انبیاء نبوت کے وقت سے کفر و کبیرہ کے مرتکب نہیں ہوتے۔ قبل نبوت کے ہو سکتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصول الفقه ان افعال النبی صلی الله
علیه وسلم عن قصد علی اربعة
اقسام واجب ومستحب ومباح
وزلة فاما ما کان یقع من غیر
قصد کما یکون من النائم والمخطی
وغیرهما فلا عبرة بها لانها غیر
داخلة تحت خطاب ثم الزلة
لایخلو عن القران ببیان
انها زلة . اما من الفاعل نفسه
کقول موسی حین قتل القبطی
بوکزة هذا من عمل الشیطان
واما من الله کما قال تعالی فی
حق آدم علیه السلام وعصی
آدم ربه فغوی مع انه قیل
کانت زلته قبل نبوته لقوله
تعالی ثم اجتباه ربه فتاب
علیه وهدی واذا لم تخلو
الزلة عن البیان لم یشکل علی
احد انها غیر صالح للاقتداء بها
فتبقی العبرة للانواع الثلثة
وقد ذکر شمس الائمة ایضا نحوا و

حجت نا کہلاویں۔ قاضی ابوزید دبوسی نے
اپنی کتاب اصول فقہ میں کہا ہے۔ کہ افعال
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جو ارادہ سے سرزد
ہوئے۔ چار قسم ہیں۔ ایک واجب العمل ہیں
دوم مستحب۔ سوم مباح العمل۔ چہارم لغزش
اور جو فعل بغیر ارادہ کے ہوئے ہیں جیسے سونیوالا
کا فعل یا ارادہ کے برخلاف فعل (مثلاً کسی نے
تیر مارا شکار کو لگ گیا کسی انسان کو) سو لائق لحاظ
نہیں۔ کیونکہ انکے متعلق کوئی حکم وخطاب الٰہی
وارد نہیں۔ پھر وہ لغزش اس سے خالی نہ ہوگی کہ
اس امر کا بیان کہ وہ لغزش ہے (فعل لائق اقتدائے
نہیں ہے) اسکے ساتھ ہو یہ بیان یا تو خود فاعل
لغزش سے ہوگا جیسے حضرت موسے نے (جبکہ
اُنہوں نے قبطی کو مکا مارا اور اوس سے وہ مرگیا)
اپنے اس فعل لغزش کی نسبت خود کہدیا تھا۔ کہ
یہ شیطان کا کام ہے۔ اور یا وہ بیان خدا تعالے
کی طرف سے ہو۔ جیسا کہ خدا تعالے نے فعل لغزش
آدم کی نسبت فرمادیا کہ آدم سے عدول حکمی ہوئی
اور وہ بھٹک گیا۔ اس فعل آدم کی نسبت یہ بھی
کہا گیا ہے کہ وہ نبوت سے پہلے تھا۔ کیونکہ اس
فعل کے بعد خدا تعالے نے انکو منصب اصطفا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی شرح العقائد ان الانبیاء معصومون
عن الکذب خصوصاً فیما یتعلق
بامر الشرع وتبلیغ الاحکام وارشاد
الامۃ - اما عمداً فبالاجماع واما
سہواً فعند الاکثرین وفی عصمتہم
عن سائر الذنوب تفصیل - وھو
انھم معصومون عن الکفر قبل
الوحی و بعدہ بالاجماع وکذا
عن تعمد الکبائر عند الجمہور خلافاً
للحشویۃ واما سہواً فجوزہ الاکثرون
واما الصغائر فیجوز عمداً عند
الجمہور خلافاً للجبائی واتباعہ و
یجوز سہواً بالاتفاق الا ما یدل علی
الخسۃ کسرقۃ لقمۃ و تطفیف
حبۃ ولکن المحققین اشترطوا
ان ینبہوا علیہ فینتہوا عنہ
ھذا کلہ بعد الوحی واما قبلہ
فلا دلیل علی امتناع صدور
الکبیرۃ خلافاً للمعتزلۃ ومنع
الشیعۃ صدور الصغیرۃ و
الکبیرۃ قبل الوحی و بعدہ لکنہم

(چن لینے) کا عطا کرنا بیان فرمایا ہے۔ اور
جبکہ لغزش کا فعل بیان سے خالی نہ ہوا۔ تو
کسی پر یہ شبہ باقی نہیں رہتا کہ وہ فعل لائق
اقتدا نہیں ہے۔ اسصورت میں لائق اعتبار
وہی تینوں پہلے فعل ہے۔ ایسا ہی شمس الائمہ
نے ذکر کیا ہے۔ اور شرح عقائد میں ہے۔ کہ
انبیاء جھوٹ سے اور خاصکر جو امر شرع اور تبلیغ
احکام اور ارشاد اُمت کے متعلق ہو حالت قصد
میں باتفاق کل معصوم ہیں۔ اور حالت سہو میں
باتفاق اکثر اور باقی گناہوں سے اُن کی عصمت
میں یہ تفصیل ہے کہ وہ کفر سے اور عمداً کبیرہ گناہ
کرنے سے قبل نبوت و بعد ازاں معصوم ہوتے ہیں
اسمیں صرف حشویہ کو خلاف ہے۔ رہے صغائر
سو عمداً اسرزد ہونے۔ جمہور کے نزدیک جائز ہیں
اسمیں جبائی کو خلاف ہے۔ اور سہواً اسرزد
ہونے اتفاق سے جائز ہیں۔ مگر ایسے صغیرہ جیسے
خست ثابت ہو جیسے ایک لقمہ کی چوری یا ایک
دانہ کی کمی۔ لاکن محققین شرط کرتے ہیں۔ کہ اس
سہو پر وہ آگاہ کیے جاویں تا کہ وہ آئندہ اس فعل
سے رک جاویں۔ یہ سب اختلاف اقوال اُن
گناہوں کی نسبت بھی جو نبوت کے بعد سرزد ہوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جوز واظہار الکفر تقیۃ
(شرح فقہ اکبر ص ۴۷ طبع دہلی)

اور جو گناہ قبل نبوت سرزد ہوں ان کے صدور کے محال ہونے پر کوئی دلیل نہیں اسمیں معتزلہ کو خلاف ہے۔ اور شیعہ نبوت سے پہلے اور پیچھے دونو وقت صدور گناہ کو صغیرہ ہو خواہ کبیرہ تجویز نہیں کرتے لیکن وہ اس امر کو جائز رکھتے ہیں کہ وہ بطور تقیہ اظہار کفر کریں۔"

ان مذاہب مذکورہ بالا سے ہمارا مذہب مختار جناب کی پیروی اپنے اسلاف اہل سنت وجماعت یہ ہے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام قدرتی وفطرتی طور پر مکارم اخلاق مخلوق ومجبول ہوتے ہیں۔ اور فطرۃً ہی رذائل وفواحش وقبائح سے بری ہوتے اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو اس منصب رسالت سے کیونکر معزز وماموں کیے جاتے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ؎ کلاہ خسروی وبادشاہی ؛ بہر کل کے رسد حاشا مگر نبوت سے پہلے انکا مکارم اخلاق کو عمل میں لانا یا بمقتضائے بشریت ہو لے کسی فطرتی نیکی کا خلاف کرنا محل بحث ولائق لحاظ نہیں ہے۔ ان فطرتی نیوں وہ اصطلاحاً معصوم نہیں کہلا سکتے۔ اور نہ کسی غلطی یا برائی سے وہ شرعاً ماثوم و منہگار کہلا سکتے ہیں۔ کیونکہ حقیقت عصمت میں (جو اوپر بصفحہ وغیرہ بیان ہوئی ہے) یہ داخل ہے کہ وہ امرونہی کی ہدایت وموافقت سے اور وحی الہی کی مدد وحمایت سے ہوتی اور گناہ کی حقیقت بھی یہ مسلم کل ہے۔ کہ وہ امرونہی کے عمداً اخلاف کرنے کا نام ہے اور جس حالت میں نبوت سے پہلے امرونہی وحی کا وجود ہی نہیں ہوتا تو امرونہی کی موافقت یا مخالفت یا وحی کی مدد وحمایت کیونکر متصور ہے۔ اور فطرتی وعادی امور میں کوئی شخص معصوم یا ماثوم کیونکر کہلا سکتا ہے۔ وہ لوگ سخت غلطی کرتے ہیں جو انبیاء کے عادات نبوت سے پہلے کی نظر سے انبیار کو اصطلاحاً معصوم یا ماثوم بتلاتے ہیں خصائل و اخلاق بعد نبوت محل بحث ولائق لحاظ ہیں۔ سو انکی نظر سے بیشک ذیل

پولوس کا قول ہے جہاں [illegible] (رومیوں باب ۱۴ آیت ۱۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرات انبیاء معصوم ہیں۔ نہ اُنکے اعتقاد میں کفر و شرک وغیرہ گمراہی پائی جاتی ہے
نہ تبلیغ وحی میں وہ عمداً تصرف یا خطا کرتے ہیں۔ نہ فتوے و حکم میں وہ حکم الٰہی کا خلاف
کرتے ہیں نہ اپنے افعال وہ عمداً مرتکب گناہ ہوتے ہیں۔ اُنسے کچھ خطا یا غلطی ہو جائے تو
وہ اُسپر فوراً آگاہ کئے جاتے ہیں۔ اسی تفصیل کا وہ اجمال ہے جو خاکسار نے اپنے خط ۱۵
جنوری ۱۸۹۶ء میں کہا ہے۔ اور وہ کشف نمبر ۷ جلد ۲ میں بصفحہ ۱۰۶ مندرج ہوا ہے
یعنی انبیاء و ملائکہ کو عام مسلمانوں کے اعتقاد کے موافق معصوم مانتا ہوں۔ مگر نہ اس معنے
کہ جو آپ کی مراد ہے۔ بلکہ ان معنے سے کہ وہ عمداً عصیان سے پاک رہتے ہیں۔ اور تبلیغ
میں خطا نہیں کرتے۔ اور اگر اُن سے کچھ خطا ہو جائے تو اُسپر وہ فوراً متنبہ کئے جاتے
ہیں۔ اور اس میں متبوع غیر نہیں بنائے جاتے"۔ جسکو مسٹر اکبر مسیح نے بخوبی نہیں سمجھا
اور بجائے لفظ "اُنسے کچھ خطا" کو "ایسی کچھ خطا" قرار دیکر خطا کو متعلق تبلیغ کر دیا۔ اور
تبلیغ متعلق خطا کو انبیاء و ملائکہ دونوں سے شامل کیا۔ اور پھر ہم پر اپنے خط ۲۹۔ فروری
۱۸۹۶ء مندرجہ کشف نمبر ۹ جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ میں یہ اعتراض کر دیا ہے کہ کیا ملائکہ سے بھی
تبلیغ میں خطا ہوتی ہے؟ اور کہا ہے کہ یہ امر اس بیان کے مخالف ہے۔ جو تفسیر
عزیزی میں ہے کہ "جمہور علماء دین اجماع دارند۔ برآنکہ فرشتہ ہا از جمیع گناہان محفوظ
و معصوم اند" اور کہا ہے کہ جمیع گناہان میں تو کوئی تفریق عمدی و سہوی و تبلیغ
یا غیر تبلیغ کے نہیں ہو سکتی۔ اور پھر بڑے فخر سے کہا ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے
کہ فرشتگان بھی کسی نہ کسی خطا میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تو بھی میرا دعوےٰ ثابت ہے
کہ حضرت مسیح کی عصمت اس معنے میں جسکا میں مدعی ہوں قرآن و حدیث سے ثابت
ہے۔ اور اس میں وہ بے مثل ہیں فرشتے بھی برابری نہیں کر سکتے"۔

مسٹر اکبر مسیح کا یہ اعتراض اس غلط فہمی یا غلط خوانی پر مبنی ہے کہ اُنہوں نے ہمارے
لفظ "اُنسے" کو "ایسی" پڑھا یا سمجھا۔ اور خطا کو تبلیغ کے متعلق کر دیا۔ اور پھر اس تبلیغ متعلق کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرات انبیاء معصوم ہیں۔ نہ انکے اعتقاد میں کفر و شرک وغیرہ گمراہی پائی جاتی ہے
نہ تبلیغ وحی میں وہ عمداً التصرف یا خطا کرتے ہیں۔ نہ فتوے و حکم میں وہ حکم الہی کا خلاف
کرتے ہیں نہ اپنے افعال وہ عمداً مرتکب گناہ ہوتے ہیں۔ اگر ان سے کچھ خطا یا غلطی ہو جائے تو
وہ اسپر فوراً آگاہ کیے جاتے ہیں۔ اسی تفصیل کا وہ اجمال ہے جو خاکسار نے اپنے خط ١١
جنوری ١٨٩٦ء میں کہا ہے۔ اور وہ کشف نمبر ٧ جلد ٢ میں بصفحہ ١٠٦ مندرج ہوا ہے
وہ یں انبیاء و ملائکہ کو عام مسلمانوں کے اعتقاد کے موافق معصوم مانتا ہوں۔ مگر اس معنے
میں کہ وہ عمداً عصیان سے پاک رہتے ہیں۔ اور تبلیغ
کو جو آپ کی مراد ہے۔ بلکہ ان معنے سے
میں خطا نہیں کرتے۔ اور اگر ان سے کچھ خطا ہو جائے تو اسپر وہ فوراً متنبہ کئے جاتے
ہیں۔ اور اس میں متبوع غیر نہیں بنائے جاتے"۔ جسکو مسٹر اکبر مسیح نے بخوبی نہیں سمجھا
اور بیجا نے لفظ "ان سے کچھ خطا" کو "ایسی کچھ خطا" قرار دیکر خطا کو متعلق تبلیغ کر دیا۔ اور
تبلیغ متعلق خطا کو انبیاء و ملائکہ دونوں سے شامل کیا۔ اور پھر ہم پر اپنے خط ٢٩۔ فروری
١٨٩٦ء مندرجہ کشف نمبر ٩ جلد ٢ صفحہ ١١٩ میں یہ اعتراض کر دیا ہے کہ کیا ملائکہ سے بھی
تبلیغ میں خطا ہوتی ہے؟ اور کہا ہے کہ یہ امر اس بیان کے مخالف ہے۔ جو تفسیر
عزیزی میں ہے کہ "جمہور علماء دین اجماع دارند۔ برآنکہ فرشتہ ہا از جمیع گناہاں محفوظ
و معصوم اند" اور کہا ہے کہ جمیع گناہاں میں تو کوئی تفریق عمدی و سہوی و تبلیغ
و غیر تبلیغ کے نہیں ہو سکتی۔ اور پھر بڑے فخر سے کہا ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے
کہ فرشتگان بھی کسی نہ کسی خطا میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تو بھی ہمارا دعوےٰ ثابت ہے
کہ حضرت مسیح کی عصمت اس معنے میں جسکا میں مدعی ہوں قرآن و حدیث سے ثابت
ہے۔ اور اسمیں وہ بےمثل ہیں فرشتے بھی برابری نہیں کر سکتے"۔
مسٹر اکبر مسیح کا یہ اعتراض اس غلط فہمی یا غلط خوانی پر مبنی ہے کہ انہوں نے ہمارے
لفظ "ان سے" کو "ایسی" پڑھا یا سمجھا۔ اور خطا کو تبلیغ کے متعلق کر دیا۔ اور پھر اس تبلیغ متعلق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خطا کو فرشتوں اور انبیاء دونوں کے متعلق کر دیا۔ اور غلطی در غلطی کا ارتکاب کیا۔
ہماری کلام مذکور کا (جو معنے عصمت کے متعلق منقول ہوا ہے) یہ مفہوم بلکہ منطوق ہے کہ انبیاء عمداً گناہ نہیں کرتے۔ اور تبلیغ وحی میں خطا نہیں کرتے۔ اور اگر ان سے کچھ (یعنے انکے اقوال و افعال میں نہ تبلیغ وحی میں) خطا ہو جائے۔ تو وہ اُس پر فوراً آگاہ کئے جاتے ہیں۔ تاکہ لوگ اس خطا میں انکی پیروی نہ کریں۔ اسمیں نہ خطا کو متعلق تبلیغ کیا گیا ہے۔ اور نہ تبلیغ کو انبیاء اور ملائکہ دونوں سے متعلق کیا گیا ہے۔ بیشک ہم اس امر کے قائل ہیں کہ فرشتوں نے پیدائش و خلافت آدم کے باب میں جو کچھ جناب باری میں عرض کیا تھا۔ اسمیں اُن سے خطا ہوئی (جسکو ہم عنقریب قرآن سے ثابت کرینگے*) مگر اس امر کے قائل نہیں کہ اس قول کی وجہ سے فرشتے گنہگار ہو گئے۔ یا وہ عرفاً معصوم کہلانیکے مستحق اور لائق نہ رہے۔ لہذا شاہ عبد العزیز کا قول یا کسی اور مسلمان کا اعتقاد در باب عصمت ملائکہ ہمارے قول و اعتقاد کے مخالف نہیں۔ مسٹر اکبر مسیح اسقدر موٹی اور کھلی بات نہ سمجھ سکے کہ ہمکو صرف اُن کے تجویزی معنے عصمت کی تسلیم سے انکار ہے نہ حقیقت عصمت مسلمہ اہل اسلام سے اور نہ کسی نبی یا ملائکہ پر لفظ عصمت یا معصوم بولنے سے۔ پھر اُنہوں نے کیوں ناحق و بلا وجہ اِس قسم کے اقوال جنمیں انبیاء یا ملائکہ کے حق میں لفظ عصمت بولا گیا ہے نقل کرکے اپنے اوقات کا خون کیا۔ اور ہمارے اوقات کا اون کی جواب نویسی سے خون کرایا۔

ہمنے دو بار خط مورخہ ۱۵۔ جنوری سنہ ۱۸۹۶ء مندرجہ کشف نمبر ۷ جلد ۲۔ و خط مورخہ ۲۹۔ جنوری سنہ ۱۸۹۶ء مندرجہ کشف نمبر ۸ جلد ۲۔ اون کو دوستانہ اور ملائمانہ طور سے سمجھایا۔ کہ آپ نے جو آیات و احادیث و اقوال اہل سنت نقل کئے ہیں۔ وہ میرے عقیدہ کے موافق اور آپ دعوے کے موافق و مثبت نہیں آپ کو انکو واپس لے لیں اور اپنے

* صفحہ ۱۵۵ نمبر (۵) جلد ہذا ملاحظہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دعوے کا کوئی ثبوت پیش کریں۔ مگر انہوں نے اوسکو عجز یا گریز پر محمول کیا۔ ناچار ہم کو انکی تفصیل جواب میں محمدی قلم اٹھانا پڑا۔ امید ہے ہمارے اس مضمون کو پڑھ کر وہ سمجھ جائیں گے کہ انہوں نے جو کچھ ہمارے خطاب میں اور اپنے دعوے کے ثبوت میں لکھا تھا وہ سب کا سب غلط فہمی و ناواقفی پر مبنی اور واپس لینے کے لائق تھا۔

مسٹر اکبر مسیح کے رسائل تنقیح الوہیت مسیح وغیرہ ہمنے دیکھے تو وہ ہمکو پسند ہوئے اور ہمنے ان پر ان الفاظ سے "ریویو" کیا کہ "مسٹر اکبر مسیح نے انمیں لیاقت و قابلیت و تحقیق و حق پسندی کا کافی ثبوت دیا ہے" اسکے بعد جب ثبوت عصمت خود تجویزی مسیح میں انہوں نے خط ۷۔ جنوری ۱۹۰۶ء مندرجہ کشف نمبر ۷ جلد ۳ میں اظہار معلومات وخیالات کیا تو ہمکو یقین ہوا کہ انکا وہ جوش وخروش و طمطراق تثلیثی عیسائیوں ہی کے مقابلہ میں تھا۔ اور اونکی فہم ولیاقت کا مبلغ و منتہی عیسائی مذہب ہی ہے۔ اسلام کے غوامض و دقائق تک انکو وصول نہیں ہے۔

ہمارا مذہب مختار ناظرین کو معلوم ہوگیا تو اب ہم اس مذہب کے مخالف مذاہب کا ابطال کرتے ہیں اور ان کے ادلہ کو نقل کرکے انکے جوابات قلم میں لاتے ہیں۔ اسی سے بحکم تتبین الاشیاء باضدادھا مذہب مختار کا حق و لائق قبول ہونا ثابت ہو جائے گا ومعہذا اسکے ثبوت میں جداگانہ دلائل کو بھی پیش کیا جائیگا۔ وباللہ التوفیق

پس واضح ہو کہ جو لوگ حضرات انبیاء کا اعتقاد میں گنہگار و مرتکب کفر و شرک ہونا جائز رکھتے ہیں۔ وہ اپنے اس دعوے پر **ایک دلیل** وہ آیت قرآن پیش کرتے ہیں جنمیں بیان ہے کہ خدا نے تمکو ایک جان سے پیدا کیا ہے پھر اوس کی جنس سے اسکا جوڑا بنایا جب وہ حاملہ ہوئی تو دونوں نے کہا ہم کو خدا نے چنگا بھلا بچہ عطا کیا تو ہم شکر گذار

هُوَ الَّذِی خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دعوا الله ربهما لئن آتيتنا صالحا لنكونن من الشاكرين فلما آتاهما صالحا جعلا له شركا فيما آتاهما فتعالى الله عما يشركون

ہونگے۔ اور جب انکو چنگا بھلا بچہ عطا کیا۔ تو انہوں نے شرک کیا۔ یعنے نام اسکا عبد الحارث رکھا (یعنے شیطان کا بندہ۔ کیونکہ حارث شیطان کا نام ہے۔)

اسکا **جواب امام رازی** نے تفسیر کبیر جلد اول کے صفحہ ۴۶۱ میں دیا ہے۔ کہ اس آیت کا حضرت آدم کے حق میں ہونا غیر مسلم ہے اور اس آیت میں کوئی دلیل اسپر پائی نہیں جاتی۔ کہ اس سے آدم علیہ السلام مراد ہیں۔ پھر جلد ۴ میں بصفحہ ۴۸۸ چھ دلائل اسکے برخلاف پیش کیے ہیں۔ اور انسے ثابت کر دیا ہے کہ یہ آیت حضرت آدم کے متعلق ہرگز نہیں ہوسکتی۔ پھر اس آیت کے تین معنے اور بیان کئے ہیں۔ از انجملہ ایک معنے یہ ہیں کہ اس آیت سے قریش آل قصی اور انکی اولاد مراد ہیں۔ ایک

والتاويل الثاني بان يكون الخطاب لقريش الذين كانوا في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم آل قصي۔ والمراد من قوله هو الذي خلقكم من نفس واحدة قصي وجعل من جنسها زوجها عربية قرشية ليسكن اليها فلما آتاها ما طلبا من الولد الصالح السوي جعلا له شركاء فيما آتاهما حيث سميا اولادهما الاربعة عبد مناف وعبد العزى و

جان سے جس سے قریش پیدا ہوئے۔ قصی مراد ہے۔ اور اسکے جوڑے سے جو اوسکی جنس قریش سے پیدا ہوا۔ اسکی عورت مراد ہے اور اونکی اولاد صالحہ پیدا ہونے پر شرک کر دینے یہ مراد ہے۔ کہ انہوں نے اپنی چاروں اولاد کے نام یہ رکھے۔ عبد مناف۔ عبد العزے۔ عبد قصی عبد اللات۔ پھر اونکی اولاد نے اس فعل میں انکی پیروی کی۔ تو ان سب کی نظر سے یشرکون کا لفظ جو جمع کا صیغہ ہے بولا گیا۔ اس سے آدم حوا مراد ہوتے تو یہ لفظ یشرکون نہ بولا جاتا اور اگر کوئی عیسائی یا نادان مسلمان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبد قصی وعبد اللات وجعل الضمير في يشركون لهما ولا عقابه الذين اقتدوا بهما في الشرك (تفسیر کبیر صفحہ ۴۱۹ جلد ۴)

یہ اعتراض کرے۔ کہ پہلے معنے (جو اعتراض کے ضمن میں مذکور ہیں) بھی اسلامی تفسیروں میں بیان کیے گئے ہیں۔ اور روایات حدیثیہ اس پر شاہد ہیں جنکو بعض نے حسن اور بعض نے صحیح کہا ہے۔ تو اوسکا جواب یہ ہے کہ روایات حدیثیہ میں حضرت آدم کا ذکر نہیں ہے۔ صرف یہ ذکر ہے کہ حضرت حوا کے پاس شیطان کا آیا اور اُنکو ڈرایا ہے۔ کہ تیرے پیٹ میں خدا جانے کیا ہے۔ مجھے صحیح سالم بچہ پیدا ہوا۔ اور وہ زندہ رہا تو اُسکا نام عبد الحارث رکھیو۔ اور اُسے حوا نے ایسا کیا۔ حضرت آدم کا اس فعل میں شریک ہونا اُن روایات حدیثیہ میں مذکور نہیں۔ ان روایات حدیثیہ کے ماننے والے مفسروں کو پھر یہ شبہ پیش آیا۔ کہ اس صورت میں پھر قرآن مجید میں جعلا لہ شرکاء فیما آتاھما میں صیغہ تثنیہ کیوں

وفيه راى في هذا الحديث دليل على ان الجاعل شركاء فيما آتاهما هو حواء دون آدم وقوله جعلا له شركاء بصيغة التثنية لا ينافي ذلك لانه قد يسند فعل الواحد الى اثنين بل الى جماعة وهو شائع في كلام العرب وفي الكتاب العزيز من ذلك الكثير الطيب قال تعالى فتلقى آدم من ربه كلمات ثم قال في هذه السورة قالا ربنا ظلمنا انفسنا

اختیار فرمایا۔ اور کیوں ارشاد کیا۔ کہ ان دونوں نے خدا کے لئے شریک مقرر کیا۔ تو اوسکا جواب اُنہوں نے یہ دیا۔ کہ خدا تعالیٰ نے ایسا فرمانا اس محاورہ عرب کے مطابق ہے۔ کہ وہ ایک کے فعل کو دو شخصوں بلکہ کئی اشخاص کی طرف جو آپس میں میل جول و قرب و اتصال رکھتے ہوں منسوب کر دیا کرتے ہیں۔ اسکے نظائر قرآن میں بہت ہیں۔ ازانجملہ یہ قول خداوندی ہے۔ کہ ان دونوں (آدم و حوا) نے ربنا ظلمنا کہا۔ حالانکہ اس سے پہلے صرف آدم کا ان کلمات کو سیکھنا بیان ہوا ہے۔ و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقال لاجناح علیهما فیما افتدت
به والمراد به الزوج فقط قاله
الفراء وانما ذکرها لاقترانهما
وقال نسیا حوتهما وانما
الناسی یوشع دون موسی
وقال یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان
وانما یخرج من احدهما وهو
المالح ـ وقال یامعشر الجن
والانس الم یاتکم رسل منکم
وانما الرسل من الانس دون
الجن ـ لکن لما جمعوا مع الجن
فی الخطاب صح هذا الترکیب
وقال تعالی القیا فی جهنم ـ و
الخطاب لواحد دون اثنین
وفی الحدیث المرفوع اذا سافرتما
فاذنا واقیما والمراد احدهما
وقال امرء القیس ؎
قفا نبک من ذکری حبیب و منزل
وقد اکثر الشعراء من قولهم خلیلی
والمراد بها الواحد دون اثنین ـ
(فتح البیان صـ ۱۲۹ جلد ۳)

وازانجملہ یہ قول خدا کہ ان دونو (شوہر و زوجہ) پر گناہ نہیں جو عورت اپنی طلاق کے بدلے دے۔ حالانکہ مراد صرف شوہر ہے۔ کہ اگر وہ بدل طلاق عورت سے لے لے تو گنہگار نہ ہوگا۔ یہ بات فراء نحوی امام نے کہی ہے۔ وازانجملہ یہ قول خدا کہ وہ دونو (یوشع و موسے) اپنی مچھلی بھول گئے۔ حالانکہ بھولنے والا صرف یوشع تھا۔ وازانجملہ یہ قول خدا کہ ان دونو دریائے شور و فرات سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔ حالانکہ وہ صرف ایک دریائے شور سے نکلتے ہیں وازانجملہ یہ قول خدا۔ اے گروہ جن و انسان تم میں سے رسول تمہارے پاس آئے۔ حالانکہ رسول صرف انسانوں میں ہوئے ہیں۔ نہ جنوں سے۔ لیکن اس خطاب میں انسان جنوں کے ساتھ شامل ہوئے۔ تو یہ کہنا صحیح ہوگیا۔ وازانجملہ یہ قول خدا تم دونو (اے ہانکنے والے اور گواہ فرشتو) تم اس مجرم کو آگ میں ڈالو۔ حالانکہ اس قول میں مخاطب ایک ہے، نہ دو۔ اور صحیح حدیث میں آنحضرت سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے دو مسافروں کو کہا کہ جب تم سفر کرو تو اذان دو اور تکبیر کہو اور بڑا دونو میں سے امام بنجاوے حالانکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دو نو میں سے اذان و تکبیر کہنے والا ایک ہوتا ہے۔ نہ دو نو۔ اور امرؤالقیس شاعر جاہلی اپنے شعر میں ایک سے خطاب میں کہتا ہے۔ کہ دونوں کھڑے ہو جاؤ۔ ہم اپنے دوست اور اسکی جگہ کے ذکر سے روئیں۔ اور شاعر بہت جگہ خلیلی (دو دوست) کا لفظ ایک کی جگہ بولتے ہیں۔"

الحاصل اس آیت میں حضرت آدم کے شرک کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ اور جس حدیث میں یہ واقعہ آدم کے وقت کا بتایا جاتا ہے۔ اُنہیں بھی آدم کا نام نہیں۔ صرف حوا کے فعل کا بیان ہے۔ لہذا یہ آیت اُسپر دلیل نہیں ہو سکتی۔ کہ حضرت آدم نے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھا۔ اور شرک کیا۔ اور اس آیت کے ایسے عمدہ محمل بھی نکلتے اور صحیح معنے ہو سکتے ہیں جنسے حضرت آدم کا کوئی تعلق نہیں۔ و لہذا یہ آیت مخالفین کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے۔

ایسی ہی دو آیتیں اور ہیں جنسے مخالفین اپنے اعتقاد باطل پر استدلال کرتے ہیں اور درحقیقت اُنکے اعتقاد باطل کے وہ دلائل نہیں ہو سکتے ہیں جو دیکھنے چاہے تفسیر کبیر ملاحظہ کرے۔

تبلیغ میں انبیاء کی خطا تجویز کرنے والے اس آیت سے استدلال کرتے

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان فى امنيته فينسخ الله ما يلقى الشيطان ثم يحكم الله اياته والله عليم حكيم (الحج ع ۷)

ہیں۔ جبکے وہ یہ معنے کرتے ہیں۔ کہ ہم نے تجھسے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا۔ مگر جب اُسنے کچھ پڑھا۔ تو شیطان نے اُسکے پڑھنے میں کچھ ملا دیا۔ پھر خدا نے شیطان کی ملائی ہوئی بات کو مٹا دیا۔ اور اپنی آیات کو (جو نبی پر اُتارین) محکم کر دیا۔ اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت نے ایک دفعہ سورہ نجم پڑھی جب آپ لات و عزیٰ کے ذکر پر پہنچے تو شیطان نے اُسمیں یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فقرہ ملا دیا۔ تلک الغرانیق العلیٰ ان شفاعتھن لترتجی۔ یعنے یہ بت بلند
آبی جانور ہیں ان کی شفاعت کی امید ہے۔ مشرکین نے جو سامعین وحاضرین مجلس تھے
یہ سُنا تو خوش ہوگئے۔ اور سجدہ میں گر گئے۔ اور بولے کہ بس اب ہماری اور محمدؐ کی صلح
ہم بھی بتوں کو شفیع ہی سمجھتے ہیں۔ جسکو محمدؐ نے مان لیا ہے۔ نہ خالق ورازق زندہ کرنے
مارنے والے کہ وہ بجز خدا کوئی نہیں ہے۔ جب آنحضرتؐ کو اس امر پر اطلاع ہوئی تو آپ
بڑا رنج ہوا۔ اسپر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور خدا تعالےٰ نے آنحضرت کو تسلی دی۔ کہ یہ معاملہ
شیطان کا صرف تمہارے ہی ساتھ نہیں ہوا۔ پہلے نبیوں سے بھی ایسا ہی ہوتا آیا
اسکا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے اگر یہی معنے اور یہی تفسیر صحیح ہے۔ تو یہ آیت
حضرت انبیاء کے عصمت کی دلیل ہے۔ نہ نفی عصمت کی۔ اسمیں صاف یہ بیان
کہ نبی کے پڑھنے کے وقت شیطان کچھ ملا دیتا ہے۔ نہ یہ کہ نبی اوس میں از خود عمداً
کرتا ہے۔ یا اس میں غلطی یا خطا کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور اس میں یہ بھی صاف بیان
کہ جو کچھ شیطان ملا دیتا۔ اوسکو خدا تعالےٰ مٹا دیتا ہے۔ یعنے اُسپر نبی کو آگاہ کر دیتا
کہ یہ قول شیطان نے ملا دیا ہے۔ اور اپنی نازل کی ہوئی آیات کو محکم ومحفوظ کر دیتا
یہ کہ جو شیطان ملا دیتا ہے وہ اُس میں ملا رہتا ہے۔ اور کلام خدا مشتبہ وملتبس ہو جاتا ہے
المتکلمین صاحب تفسیر کبیر نے اس معنے اور اس تفسیر آیت کو جو مخالفین نے بیان
سات دلائل نقلی قرآنی اور پانچ دلائل عقلی سے باطل وبے اعتبار
ٹھہرایا ہے۔ اور جو قصہ آنحضرت کے متعلق اس میں بیان کیا گیا ہے۔ اُسکی نسبت
امام الائمہ ابن خزیمہ محدث سے نقل کیا ہے۔ کہ یہ قصہ زندیقوں (یعنی مرتدوں)

روی عن محمد اسحق ابن خزیمہ
انہ سئل عن ھذہ القصۃ
فقال ھذا من وضع الزنادقۃ

بناوٹ ہے۔ اور اس باب میں ایک کتاب
مستقل تصنیف کی۔ اور امام بیہقی سے
ہے۔ کہ انہوں نے کہا کہ۔ یہ قصہ ثابت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قد صنف فيه كتابا - وقال الامام ابوبكر احمد بن الحسين البيهقي هذه القصة غير ثابتة ثم اخذ يتكلم في ان رواة هذه القصة مطعون فيهم وايضا فقد روى البخاري في صحيحه ان النبي صلى الله عليه وسلم قرء سورة النجم وسجد فيها المسلمون والمشركون والانس والجن وليس فيه حديث الغرانيق وروي هذا الحديث من طرق وليس فيها البتة حديث الغرانيق

تفسیر کبیر صفحہ ۲۴۵ جلد ۶

پھر اسکے راویوں میں جرح کیا - اور اُن کو مطعون قرار دیا - پھر امام رازی نے کہا کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث کہ آنحضرت نے سورہ نجم پڑھی - اور اس میں مسلمانوں اور مشرکوں نے سجدہ کیا - مروی ہے - مگر اسمیں اس حدیث غرانیق کا ذکر نہیں ہے اور طریقوں سے بھی یہ حدیث مروی ہے انمیں بھی اس واہی حدیث کا ذکر نہیں ہے امام رازی کے اس بیان سے اور محدثین مفسرین نے بھی اتفاق کیا ہے اور اس واہی قصہ کو رد کیا ہے - اور اس تفسیر و معنے کو جو مخالفین بیان کرتے ہیں باطل قرار دیا ہے -

پھر امام رازی نے اس آیت کے صحیح معنے کے بیان میں کہا ہے - کہ اگر تمنی کے معنے قرأت کے لئے جاویں تو اس آیت سے یہہ مراد ہے کہ جب کسی رسول و نبی سے

فالحاصل من هذا البحث ان الامنية اما القرءة واما الخاطر اما اذا فسرناها بالقرءة ففيه قولان الاول انه تعالى اراد بذلك ما يجوز ان يسهو الرسول صلى الله عليه وسلم ويشتبه على القارى

تفسیر کبیر صفحہ ۲۴۴ جلد ۶

قرآن پڑھا ہے تو اس میں اسکو سہو ہوگیا - اور متشابہ لگ گیا - جیسا کہ ہر ایک قرآن پڑھنے والے کو متشابہ آیات کے سبب اشتباہ ہوجاتا ہے - پھر اسکے مخالف معنے قرأت کو (جو مخالفین بیان کرتے ہیں) بیان کیا - اور اسکا ابطال کیا - پھر کہا کہ اگر ہم تمنی کے معنے خطرہ و خیال کے لیں تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واما اذا نسرنا ها بالخاطر و تمنے القلب فالمعنے ان النبی متی تمنے بعض ما یتمناہ من الامور وسوس الیہ الشیطان بالباطل ویدعوہ الی ما ینبغی ثم ان اللہ تعالی ینسخ ذلک ویبطلہ ویہدیہ الی ترک الالتفات الی الوسوسۃ الی ان فسرھا بوجوہ اربعۃ وقال رابعہا معنے الایۃ اذا تمنے اراد فعلا متقربا الی اللہ تعالی القی الشیطان فی فکرہ ما یخالفہ فیرجع الی اللہ فی ذلک - وھو کقولہ ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذاھم مبصرون وکقولہ واما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ ومن الناس من قال لا یجوز حمل الامنیۃ علی تمنی القلب لانہ لو کان کذالک لم یکن ما یخطر ببال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تو اس آیت کے معنے یہ ہو سکتے ہیں - کہ جب نبی بعض امور کی خواہش کرتا ہے تو شیطان اوسمیں وسوسہ ڈالتا ہے - اور اوس خواہش کو ناجائز امور کی طرف لے جانا چاہتا ہے - مگر خدا تعالے اس وسوسہ شیطان کو باطل کرتا ہے اور نبی کو امر صواب کی ہدایت فرماتا ہے -

پھر امام رازی نے اس خطرہ وخیال کی چار صورتیں بیان کیں - چہارم یہ کہ آیت کے یہ معنے کئے جاویں کہ جب نبی کسی فعل کو خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے کرنا چاہتا ہے - تو شیطان اسکے خیال میں اسکے برخلاف وسوسہ ڈالتا ہے - مگر وہ نبی اللہ کیطرف رجوع کرتا ہے اس معنے کر اس آیت کی نظیر وہ قول خداوندی ہے کہ متقیوں کو جب وسوسہ شیطان عارض ہوتا ہے تو وہ خدا کو یاد کر کے ہوشیار ہو جاتے ہیں - دوسری نظیر وہ قول خداوندی کہ اگر تجھے شیطان چوکے (یعنے وسوسہ ڈالے) تو تو خدا کی پناہ میں آجا - بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ اگر اس آیت میں تمنے سے وسوسہ مراد ہو تو چاہیئے کہ وہ کسی دوسرے کے گمراہ ہونے کا موجب نہ ہو - حالانکہ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فتنة للكفار و ذلك يبطله قوله تعالى ليجعل ما يلقي الشيطان فتنة للذين في قلوبهم مرض والقاسية قلوبهم والجواب لا يبعد انه اذا قوى التمني اشتغل الخاطر به فيحصل السهو في الافعال الظاهرة بسبب فيصير ذلك فتنة للكفار (تفسير كبير صفحہ ۲۴۹)	تمنے کو اس آیت میں دلوں کے بیمار اور سخت دلوں کے لئے گمراہی کا موجب قرار دیا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ وسوسہ قوی ہو اور دل اس سے مشغول ہو جائے تو اسکے سبب ظاہری افعال میں سہو واقع ہو جاتا ہے۔ اور وہ دوسرے کے لئے موجب گمراہی ہو جاتا ہے۔

بالجملہ اس آیت سے (خواہ اسکے کوئی معنے مراد سمجھو) نبیوں کی عصمت ثابت ہوتی ہے نہ عصمت کی نفی و خلاف۔

اس آیت کے علاوہ دو تین اور ہیں جنسے مخالفین اپنے اعتقاد باطل پہ استدلال کرتے ہیں۔ مگر درحقیقت وہ انکے خیال باطل کے دلائل نہیں ہو سکتے۔ انکے ملاحظہ کا شائق تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۲۶۱ کو دیکھے۔

حکم اور فتوے ہیں نبیوں کی عصمت کے منکروں کی دلیل وہ آیت قرآن ہے جسمیں

وما كان لنبي ان يكون له اسرى حتى يثخن في الارض تريدون عرض الدنيا والله يريد الآخرة والله عزيز حكيم لولا كتاب من الله سبق لمسكم فيما اخذتم عذاب اليم فكلوا مما غنمتم حلالا طيبا واتقوا الله ان الله غفور رحيم	یہ بیان ہے کہ۔ نبی کو لائق نہیں تھا کہ اسکے لئے قیدی ہوتے۔ جبتک کہ وہ زمین میں خوب خون ریزی مخالفین نہ کرلیتا۔ لوگو! تم دنیا کی متاع چاہتے ہو۔ اور اللہ تمہارے لئے آخرت چاہتا ہے۔ اللہ غالب ہے اور باحکمت۔ اگر اللہ کیطرف سے یہ حکم لکھا نہ گیا ہوتا تو تمکو اس متاع دنیا لینے کے سبب دردناک عذاب پہنچتا۔ اب تم اس مال کو جو تمنے لوٹا ہے

© rasailojaraid.com

سورۂ انفال رکوع ۹ -

...حلال سمجھ کر کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ بخشنے والا مہربان ہے -

وہ لوگ اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں قیدی پکڑے آئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فدیہ (بدلہ کا روپیہ) لے کر ان کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ جس پر آنحضرت کو یہ خطاب باعتاب کہ "تم دنیا چاہتے ہو۔ اور خدا تمہارے لئے آخرت چاہتا ہے"۔ ہوا۔ اور اس حکم پر عذاب بھی نازل ہونے لگا تھا۔ جو ایک درخت کے قریب پہنچا۔ اور پھر وہ اٹھا لیا گیا تھا۔ اس عذاب سے بچتے تو صرف حضرت عمر بچتے جو اس تجویز کے مخالف تھے۔

یہ عذاب آنا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہوا۔ محض خطا یا ترک اولے

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ منکرین عصمت انبیاء کا یہ کہنا کہ اس حکم کے سبب آنحضرت کو وہ خطاب باعتاب ہوا۔ اور اس حکم پر عذاب نازل ہونے لگا تھا محض غلط ہے وہ خطاب صیغہ جمع "تریدون" سے ان بعض اصحاب نبوی کو ہوا تھا۔ جو دشمنوں کی قتل سے ہاتھ اٹھا کر بغرض دنیا ان کے قیدی بنانے کے فکر میں پڑ گئے تھے۔ اور ان ہی اصحاب کے لئے وہ عذاب نازل ہونے لگا تھا۔

اس خطاب میں نہ آنحضرت داخل ہیں نہ کہ وہ مخلص اکابر اصحاب جنہوں نے قیدی پکڑے جانے کے بعد یہ تجویز نکالی تھی یا پسند کی تھی کہ اگر ان سے روپیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے گا تو امید ہے کہ خدا تعالے ان کو ہدایت یاب اور مشرف باسلام کر دیگا اور وہ روپیہ ہم کو دین میں اور آئندہ کافروں کے مقابلہ میں مدد دیگا جن اکابر صحابہ نے اس خیال اور اس نیت سے جو سراسر دین ہے قیدیوں کو روپیہ لے کر چھوڑ دینے کی تجویز بتائی۔ اور جس رسول نے اس تجویز کو پسند کیا ان کے حق میں کیونکر یہ خطاب کہ تم دنیا چاہتے ہو سکتا ہے۔ اور ان کی اس تجویز و فعل پر نزول عذاب کیونکر متصور ہے۔

یہ خطاب اور یہ نزول عذاب صاف یقین دلاتا ہے کہ ان کے مخاطب وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعض اصحاب تھے جنکی نیت میں دنیا طلبی تھی - ہاں اسمیں شک نہیں کہ اکابر صحابہ کا اس دینی نیت سے قتل کفار پر انکے چھوڑ دینے کو ترجیح دینا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نیت سے اس تجویز کو پسند کرنا خدا تعالے کے حضور میں امر افضل اور زیادہ پسندیدہ نہ ہوا اور اسی نظر سے آنحضرت کو یہ خطاب ہوا کہ نبی کو ایسا کرنا لائق نہ تھا - بلکہ زیادہ تر لائق و پسندیدہ یہی امر تھا کہ وہ دشمن کفار کو تہ تیغ کرتے جس سے دوسرے دشمن ڈر اور دب جاتے اور آئندہ وہ مسلمانوں کو ایذا رسانی کی جرأت نہ کرتے -

ولیکن چونکہ اللہ تعالے نے اظہار عدم فضیلت اس فعل کے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ تمہارا یہ فعل خلاف افضل ہمارے ایک حکم سابق النفاذ (حلت غنائم وفدیہ) کے مطابق ہوا ہے پس جو مال لے چکے ہو اسکو ستھرا حلال سمجھکر کھاؤ - خدا تمہارے اس ترک افضل کو معاف کرنے والا اور تمپر رحم کرنے والا ہے -

تو اس سے صاف ثابت ہوا - کہ یہ تجویز اور فعل بھی محض خطا و برخلاف رضائے الہی نہیں ہوا بلکہ فی الجملہ رضائے الہی کے (دوسرے درجہ پر ہی سہی) مطابق ہوا ہے - لہذا یہ آیت حکم و فتوے میں عصمت انبیاء کی دلیل ہوئی نہ دلیل عدم عصمت -

اب ہم اپنے اس بیان کی تائید میں کہ "جن اکابر صحابہ نے اس تجویز کو پیش کیا تھا - محض دینی نیت سے کیا تھا - نہ دنیا طلبی سے اور اسیکو آنحضرت نے قبول کیا - لہذا وہ خطاب و عتاب انکے لیے نہ تھا - بلکہ وہ ان بعض اصحاب کے لئے تھا جنہوں نے بغرض دنیا دشمنوں کے قتل سے ہاتھ اٹھا کر انکو گرفتار کیا تھا" - واقعات کی شہادت پیش کرتے ہیں -

تفسیر معالم میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے - کہ جب بدر لڑائی ہوئی (جو ایک

عن عبد الله بن مسعود لما كان يوم بدر وجيئ بالاسرى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما	دلفیصلہ لڑائی ہے) اور قیدی پکڑ کر لائے گئے تو آنحضرت نے انکے متعلق اپنے اصحاب سے مشورہ لیا - حضرت ابو بکر صدیق نے کہا یا رسول اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ماتقول فی هؤلاء فقال ابوبکر قومك واهلك استبقهم واستان بهم لعل الله ان یتوب علیهم و خذ منهم فدیة یکون لنا قوة علی الکفار وقال عمر رض یا رسول الله کذبوك واخرجوك قدمهم نضرب اعناقهم مکن علیا من عقیل فیضرب عنقه ومکنی من فلان نسیب لعمر فاضرب عنقه فان هؤلاء ائمة الکفر وقال عبدالله بن رواحہ یا رسول الله انظر وادیا کثیر الحطب فادخلهم فیه ثم اضرم علیهم نارا فقال له العباس قطعت رحمك فسکت رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یجبهم ثم دخل فقال ناس یاخذ بقول ابی بکر وقال ناس یاخذ بقول عمر وقال ناس یاخذ بقول ابن رواحة خرج رسول الله فقال ان الله لیلین قلوب رجال حتی یکون الین من اللین ویشدد قلوب رجال حتی یکون

یہ لوگ تیری قوم ہیں۔ تیرے اہل بیت ہیں (ان میں ایک حضرت کے چچا عباس رض تھے جو اس وقت مقابلہ میں آئے تھے۔ دوسرے عقیل حضرت علی کے بھائی۔ تیسرے ابوالعاص بن ربیع آنحضرت کے داماد وعلی ہذا القیاس) ان کو زندہ رہنے دے۔ اور اُن پر ترس کیا (ناظرین! دیکھنا یہ قوم پروری وصلہ رحمی کا مشورہ ہے جو عین دین ہے۔ یا دنیا طلبی کا) حضرت عمرؓ بولے یا رسول اللہ انھوں نے آپ کو جھٹلایا۔ وطن سے نکالا ان کو ہمارے آگے کر دیجئے۔ ہم ان کی گردن ماریں۔ عقیل کو (انکے بھائی) علی کے حوالہ کر کہ وہ اوس کی گردن مارے۔ اور مجھے فلاں (انکا رشتہ دار) سپرد کر کہ میں اوسکو ماروں۔ عبداللہ بن رواحہ بولے۔ یا رسول اللہ ان سب کو ایک ایسے جنگل میں جہاں بہت سا ایندھن ہو داخل کر اور پھر اوس میں آگ لگا دے۔ اسیر عباس رض بولے تو نے (اے عبداللہ) اس تجویز سے قطع رحمی کی۔ آنحضرت خاموش رہے۔ اور گھر میں تشریف لے گئے۔ لوگوں نے مختلف خیال کئے کہ فلاں یا فلاں کے قول پر آپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اشد من الحجارۃ وان مثلک یا ابا بکر مثل ابراھیم قال فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم۔ ومثلک یا ابا بکر مثل عیسے قال ان تعذبہم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم۔ وان مثلک یا عمر مثل نوح قال رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا او مثلک مثل موسی قال ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم فلا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتم الیوم عالۃ فلا یفلتن منھم احد الا بفداء۔

(تفسیر معالم ص۔۔۔)

عمل کرینگے۔ آنحضرت گھر سے نکلے تو فرمایا کہ اللہ تعالے کسی کے دل کو دودھ سے زیادہ نرم کرتا ہے کسی کے دل کو پتھر سے زیادہ سخت کرتا ہے تیری نظیر اے ابو بکر (ایک حضرت ابراہیم نبی ہیں جنہوں نے کہا تھا۔ خدایا جس نے میری پیروی کی وہ تو میرا ہی ہے جس نے میری نافرمانی کی ہے۔ تو (اُسکے لیئے) غفور رحیم (بن جا) دوسرے حضرت عیسے نبی ہیں جنہوں نے کہا تھا خداوندا اگر تو اُن کافروں مشرکوں کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے۔ یعنے اختیار ہیں ہیں اور اگر تو اُنکے گناہ بخش دے تو تو غالب باحکمت ہے۔ اور تیری نظیر اے عمر (ایک) نوح نبی ہے جسنے کہا تھا۔ خدایا زمین پر ایک کافر کو بھی چلتا پھرتا نہ چھوڑیو۔ دوسرے موسے جنہوں نے کہا تھا۔ خداوندا فرعون والوں کے مال مٹا دے۔ اور انکے دل سخت کر دے۔ وہ ایمان نہ لائیں گے جب تک عذاب دردناک نہ دیکھیں۔ پھر آنحضرت نے ابو بکر کی رائے کو پسند کیا۔ اور فرمایا کہ قیدیوں میں سے کوئی نہ چھوٹے جب تک اپنے بدلے روپیہ نہ دے یا مارا جائے۔

امام رازی تفسیر کبیر میں منکرین عصمت کے اس اعتراض کے جواب میں کہ قرآن میں کفار کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گردن مارنے کا حکم آیت فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم کل بنان میں صاف آچکا تھا۔ قید کرنے سے اسکا خلاف ہوا جو گناہ ہے"۔ کے جواب میں کہا ہے کہ اس حکم میں اصحاب مخاطب تھے۔ کیونکہ بالاتفاق آنحضرت بذات خود قتل کفار سے مامور نہ تھے۔ اس حکم میں صحابہ مخاطب ٹھہرے۔ تو جب انہوں نے قتل کو

ان هذا الخطاب انما كان مع الصحابة لاجماع المسلمين على انه عليه السلام ما كان مامورا ان يباشر قتل الكفار بنفسه واذا كان هذا الخطاب مختصا بالصحابة فهم لما تركوا القتل واقدموا على الاسر كان الذنب صادرا منهم لا من الرسول صلى الله عليه وسلم و نقل ان الصحابة لما هزموا الكفار وقتلوا منهم جمعا عظيما والكفار فروا ذهب الصحابة خلفهم و تباعدوا عن الرسول واسروا اولئك الاقوام ولم يعلم الرسول باقدامهم على الاسر الا بعد رجوع الصحابة الى حضرته وهو عليه السلام ما اسر وما امر بالاسر فزال السؤال۔ فان قالوا هب ان

ترک کرکے کفار کو قیدی بنانے کی طرف توجہ کی تو یہ گناہ انہی سے سرزد ہوا۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ روایت ہے کہ جب اصحاب نے کفار کو بھگا دیا اور بہت سے لوگوں کو ان میں سے تہ تیغ کیا۔ اور کفار بھاگنے لگ گئے۔ تو اصحاب انکے پیچھے دوڑے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دور چھوڑ گئے اور ان لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ آنحضرت صلعم کو ان کے اس فعل سے اسیوقت اطلاع ہوئی جب وہ انکو قیدی بنا کر آنحضرت کے حضور میں لے آئے۔ آں حضرت نے کسی کو نہ خود قید کیا۔ نہ کسی کو قیدی بنانے کا حکم دیا۔ پس آں حضرت سے اعتراض دفع ہوا۔ اگر منکر یہ کہیں کہ ہاں یہ بیان واقعہ تو مسلم ہے۔ مگر جب قیدی آنحضرت کے حضور پہنچائے گئے تو پھر آنحضرت نے انکے قتل کا حکم کیوں نہ دیا تاکہ اس قول خداوندی کا۔ کہ ان کی گردنیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الامر كذلك لكنهم لما حملوا
الاسارى الى حضرته فلو لم يأمر
بقتلهم امتثالا بقوله فاضربوا
فوق الاعناق قلنا ان قوله فاضربوا
تكليف مختص بحالة الحرب عند
اشتغال الكفار بالحرب فاما
بعد انقضاء الحرب فهذا التكليف
ما كان متناولا له والدليل القاطع
عليه انه عليه السلام استشار
الصحابة فى انه بماذا يعاملهم
ولو كان النص متناولا لتلك الحالة
لكان مع قيام النص تاركا للحكم
وطالبا ذلك الحكم من مشاورة
الصحابة وذلك محال وايضا فقوله
فاضربوا فوق الاعناق امر والامر
لا يفيد الا المرة الواحدة وثبت
بالاجماع ان هذا المعنى كان واجبا
حال المحاربة فوجب ان يبقى
عديم الدلالة على ما وراء وقت
المحاربة ـ والجواب عما ذكروه
ثالثا وهو قولهم انه عليه الصلوٰة

مارو عمل ہو جاتا۔ تو اوسکے جواب میں ہم کہینگے
گردنیں مارنے کا حکم مذکور اسحالت میں ہی
کہ کفار لڑ رہے ہوں۔ نہ اسحالت میں کہ
لڑائی بند اور ختم ہو چکی ہو۔ اسپر قطعی دلیل
ہے کہ اسحالت بندش کے وقت آنحضرت
نے قیدیوں کی بابت صحابہ سے مشورہ
لیا۔ کہ اون سے کیا سلوک کیا جاوے۔
اگر اسوقت گردنیں مارنے کا حکم ہوتا تو آنحضرت
اس حکم کو چھوڑ کر انکی بابت اصحاب سے
کیوں مشورہ لیتے۔ اور نیز گردنیں مارنیکے
حکم کی تعمیل ایک دفعہ کی خونریزی سے جو
بوقت جنگ ہوئی تھی ہو چکی۔ اس حکم میں
یہ نہیں پایا جاتا کہ لڑائی کے ختم
ہو جانے کے بعد بھی گردنیں مارتے رہو۔ اور
منکرین کے اس اعتراض کہ فدیہ (بدلہ کا روپیہ)
لینا حرام تھا" کے جواب میں کہا ہے کہ یہ
امر لائق تسلیم نہیں اور آیت "یریدون عرض
الدنیا" سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فدیہ
مطلقاً حرام ہے۔ اوّلاً اسلئے کہ وہ عذاب
جو انپر نازل ہونے لگا تھا وہ قتل چھوڑ کر
قیدی کی طرف متوجہ ہونے پر تھا۔ اس سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والسلام حکم باخذ الفداء واخذ
الفداء محرم فنقول لانسلم ان
اخذ الفداء محرم واما قوله تریدون
عرض الدنیا فنقول هذه الایة لا تدل
علی قولهم وبیانه من وجهین الاول
المراد من هذه الایة حصول العتاب
علی الاسر لغرض الفداء وذلك لا
یدل علی ان اخذ الفداء محرم
مطلقا - والثانی ان ابابکر قال
الاولی ان ناخذ الفداء لتقوی
العسکریة علی الجهاد وذلك
یدل انهم طلبوا ذلك الفداء
للتقوی به علی الدین - وهذه الایة تدل
علی ذم من طلب الفداء لمحض غرض
الدنیا ولا تعلق لاحد البابین بالثانی
وهذا الجوابان بعینهما هما الجوابان
عن تمسکهم بقوله تعالی لولا کتب
من الله سبق لمسکم فیما اخذتم
فیه عذاب عظیم - والجواب عما
ذکروه - رابعًا ان بکاء الرسول علیه
السلام یحتمل ان یکون لاجل انه

یہ ثابت نہیں ہوتا - کہ فدیہ جو موقوفی لڑائی
کے بعد قیدیوں سے لیا گیا تھا - لینا ہی
حرام تھا - ثانیاً اسلیئے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے
کہا تھا - کہ بہتر یہ ہے کہ ہم ان سے فدیہ
لے کر جہاد کفار پر جرءت و قوت پائیں
اس قول سے ثابت ہے کہ فدیہ لینا دین
کی قوت حاصل کرنے کے لئے تھا - اور
آئیت مذکورہ سے صرف اس فدیہ لینے
کی مذمت سمجھی جاتی ہے - جو بغرض دنیا ہو
اور ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے
یہی دو نو جواب بعینہ اس آیت سے تمسک
منکرین کے جواب میں جسمیں بیان ہے
کہ تیر فدیہ لینے کے سبب عذاب نازل
ہوتا (حاصل جواب یہ کہ قتل چھوڑ کر
فدیہ کے طالب ہوتا - اور طلب فدیہ محض
دنیا کی غرض سے نہ دین کی نیت سے ہوتا
سبب نزول عذاب ہوتا) اور منکرین
عصمت کے اس اعتراض کہ آنحضرت و
ابوبکر عذاب دیکھکر رونے لگے تھے کے جواب
میں کہا ہے کہ یہ رونا ان لوگوں پر عذاب
[illegible] سے تھا - جو قتل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

...بعض الصحابة لما خالفوا امر الله ...فی القتل واشتغل بالاسر استوجب العذاب - والجواب ...عما ذکروه خامساً ان ذلک العذاب انما نزل بسبب ان اولئک الاقوام خالفوا امر الله بالقتل واقدموا علی الاسر حال ما وجب علیهم الاشتغال بالقتل (تفسیر کبیر ۳۶ جلد ۴)

کو چھوڑ کر قیدی بنانے کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ وہی لوگ مستحق عذاب تھے نہ حضرت ابوبکر جنہوں نے فدیہ کی تجویز نکالی تھی۔ اور نہ آنحضرت جنہوں نے تجویز قبول و پسند فرمائی یہی جواب اس اعتراض منکرین کا جواب ہے کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو اس سے بجز عمرؓ کوئی نہ بچتا۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ انہی لوگوں کے سبب عذاب آنے لگا تھا۔ جنہوں نے قتل چھوڑ کر بغرض دنیا قیدی بنانے کا لالچ کیا۔ ان ہی میں سے کوئی نہ بچتا۔ مگر ایک حضرت عمرؓ جنہوں نے انکے فعل و منشاء کے برخلاف عمل کیا اور اسکا مشورہ دیا۔

بالجملہ اس آیت سے آنحضرت کا حکم فدیہ میں گناہ کرنا یا خطاءِ محض کرنا ثابت نہیں ہوتا۔ اس آیت سے جس فعل کی مذمت مفہوم ہوتی ہے وہ آنحضرت کا فعل نہیں ہے بلکہ اور لوگوں کا فعل ہے۔

ایسی ہی دو آیتیں اور منکرین عصمت پیش کرتے ہیں جنسے انبیاء کا حکم و فتوے میں خطا کرنا بزعم خود ثابت کرتے ہیں۔ اور در حقیقت انسے انکا گناہ یا خطا ثابت نہیں ہوتا۔ شائق ملاحظہ تفسیر کبیر جلد اول دیکھے۔

افعال میں گناہ کرنے انبیاء کے ثبوت میں منکرین عصمت بہت سے واقعات اور دلایل پیش کرتے ہیں۔ ازانجملہ ایک واقعہ حضرت آدم علیہ السلام ہے کہ اُنہوں نے شجرہ ممنوعہ سے کھالیا۔ اس فعل کے گناہ کبیرہ ہونے پر وہ یہ دلائل پیش کرتے ہیں (۱) خدا تعالیٰ نے اس فعل کے سبب حضرت آدم کو عاصی کہا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) غاوی فرمایا۔ (۳) ان کی توبہ کا ذکر گیا گنہگار کرتا ہے۔ (۴) آدم ایک ایسے فعل کا مرتکب ہوا جس سے اوسکو منع کیا گیا تھا۔ (۵) اوسکو ظالم کہا گیا۔ (۶) اسکو خاسر کہا گیا ہے۔ (۷) آخر اوسکو اس قصور کی سزا میں جنت سے نکالا گیا ہے۔

امام رازی نے ان وجوہات ہفتگانہ کے جواب میں کہا ہے۔ کہ منکرین کا مدعا

والجواب المعتمد عن الوجوہ السبعۃ عندنا ان نقول کلامکو انما یتم لو اثبتم بالدلالۃ علی ان ذلک کان حال النبوۃ و ذلک ممنوع فلم لایجوز ان یقال ان ادم حال ما صدرت عنہ ھذہ الزلۃ ما کان نبیا ثم بعد ذلک صار نبیا ونحن قد بینا انہ لادلیل علی ھذا المقام لنفرض انہ صدر ذلک الفعل عن ادم بعد النبوۃ فاقدامہ علی ذلک الفعل امّا ان یکون حال کونہ ناسیا او حال کونہ ذاکرا۔ امّا الاول وھو انہ فعلہ ناسیا فھو قول طائفۃ من المتکلمین و احتجوا بقولہ تعالی فنسی ولم نجد لہ عزما ومثلوہ بالصائم

تب ثابت ہو۔ جبکہ آدم کا اسوقت نبی ہونا ثابت ہو۔ اور یہ امر مسلم نہیں اور کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ پھر کہا ہم نے یہ بھی فرض کیا کہ وہ اسوقت نبی تھے تب بھی وہ اس فعل سے مرتکب کبیرہ نہیں ہو سکتے اس فعل کے وقت یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس حکم خداوندی کو کہ "اس درخت کے نزدیک نہ جانا"! بھول گئے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ فعل اون سے عمداً وقوع میں آیا ہو۔ اول احتمال کے ایک جماعت متکلمین قائل ہے ان کی دلیل آدم کے بھول جانے پر یہ قول خدایی ہے کہ ہمنے آدم کو ایک حکم دیا پھر وہ اسکو بھول گیا۔ انہوں نے آدم کی نظیر اس روزہ دار کو قرار دیا ہے جو کسی کام میں مشغول ہوکر اپنے روزہ دار ہونے کو بھول جاتا ہے اور خوب کھا پی لیتا ہے۔ اسکا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يشتغل بامر يستغرقه ويغلب
عليه فيصير ساهيًا عن الصوم
ويأكل في اثناء ذلك السهو عن
قصد لا يقال هذا باطل من
وجهين الاول ان قوله تعالى ما
نهاكما ربكما عن هذه الشجرة
الا ان تكونا ملكين وقوله وقاسمهما
اني لكما لمن الناصحين - يدل
على انه ما نسي النهي حال الاقدام ؛
الثاني لو كان ناسيًا لما عوتب
على ذلك الفعل ؛ اما الجواب
عن الوجه الاول فهو انا لا نسلم
ان آدم وحوا قبلا من ابليس
ذلك الكلام ولا صدقاه لانهما
لو صدقاه لكانت معصيتهما
في ذلك التصديق اعظم من
اكل الشجرة لان ابليس لما قال
لهما ما نهاكما ربكما عن هذه
الشجرة الا ان تكونا ملكين او
تكونا من الخالدين - فقد القى
اليهما سوء الظن بالله ودعاهما

دو وجہ سے اعتراض کیا گیا ہے ۔ اوّل یہ کہ
قرآن میں صاف آچکا ہے کہ شیطان
نے آدم وحوّا کو کہا ۔ کہ خدا تعالےٰ نے تمکو
اس درخت سے کھا لینے سے اسلئے روکا ہے
کہ اوسکو کھا کر تم کبھی فرشتے نہ بن جاؤ ۔ یا
اس بہشت میں ہمیشہ کے لئے نہ رہ پڑو
اور پھر اسپر شیطان نے قسم بھی کھائی
کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں ۔ وجہ دوم یہ
کہ اگر یہ فعل سہو ونسیان سے ہوتا تو
اسپر عتاب نہ ہوتا ۔ کیونکہ سہو ونسیان پر
مواخذہ نہیں ہے ۔ ان وجوہات سے
وجہ اوّل کا جواب یہ ہے کہ یہ امر لائق تسلیم
نہیں ہے کہ آدم وحوا نے شیطان کی
اسبات کو تصدیق کر لیا اور مان لیا تھا ۔ اور
اسی حالت تصدیق وتسلیم میں وہ فعل کیا
ایسا ہوتا تو اس تصدیق وتسلیم کے سبب
وہ درخت کھا لینے کی نسبت زیادہ گنہگار
متصور ہوتے ۔ اور اسپر زیادہ مورد عتاب
ہوتے ۔ کیونکہ جب اون کو ابلیس نے یہ
کہا ۔ کہ تم اسلئے اس درخت سے روکے
گئے ہو کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ ۔ یا ہمیشہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الى ترك التسليم لامره والرضا
بحكمه والى ان يعتقدا فيه كون
ابليس ناصحا لهما وان الرب
قد غشهما ولاشك ان هذه
الاشياء اعظم من اكل الشجرة
فوجب ان تكون المعاتبة فى ذلك
اشد وايضا فكان آدم عالما
بتمرد ابليس عن السجود وكونه
مبغضا له وحاسدا له على ما
آتاهما الله من النعم فكيف يجوز
من العاقل ان يقبل قول عدوه
مع هذه القرائن وليس فى الآية
انهما اقدما على ذلك عند
ذلك الكلام او بعده ويدل
على ان آدم كان عالما بعداوته
قوله تعالى ان هذا عدو لك
ولزوجك فلا يخرجنكما من الجنة
فتشقى (تفسير كبير جلد اول ص ۴۶۳ مصر)

بہشت میں نہ رہ پڑو۔ اور میں تمہارا اس کہنے میں خیر خواہ ہوں۔ تو ان دونوں کو خدا کی طرف سے بدظن کیا۔ اور یہ کہا کہ خدا نے تمکو دھوکہ دیا یا تم سے کھوٹ کرنا چاہا ہے۔ اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں اس کی ان باتوں کو آدم وحوا نے مان لیا تو درخت کھانے سے بڑھ کر جرم کیا۔ لہذا ان باتوں کے قبول کرنے پر اوس کو زیادہ عتاب ہونا چاہیئے تھا۔ حالانکہ اون پر کچھ عتاب نہیں ہوا۔ اور نیز حضرت آدمؑ کو شیطان کا سجدہ سے سرکشی کرنا اور حضرت آدمؑ کی انعام و اکرام پر انسے حسد عداوت کرنا بھی معلوم تھا۔ خدا تعالیٰ نے خود اونکو فرما دیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ تمکو بہشت سے نہ نکال دے۔ پھر (حضرت آدم جیسے) عاقل سے کیونکر متصور تھا کہ اوس کی باتوں کو وہ مان لیتا۔ اور ان باتوں کو سنکر وہ اس فعل کا مرتکب ہوتا اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ درخت کھانے کے وقت خدا کے حکم ممانعت اور شیطان کی ان باتوں سب کو بھول گئے تھے۔

واما الجواب عن الثانى فهو ان
العتاب انما حصل على ترك التحفظ

وجہ دوم کا جواب یہ کہ یہ عتاب بیان سہو پر نہیں [illegible] اس فعل [illegible] پر ہوا۔ کہ انہوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من اسباب النسیان وهذا الضرب من السهو موضوع عن المسلمین وقد کان یجوز ان یواخذوا به ولیس بموضوع عن الانبیاء لعظم خطرهم وشاهده بقوله یا نساء النبی لستن کاحد من النساء ثم قال من یات منکن بفاحشة مبینة یضاعف العذاب ضعفین۔ وقال علیه السلام اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الاولیاء ثم الامثل فالامثل فان قیل کیف یوثر عظم حالهم وعلو منزلتهم فی حصول شرط فی تکلیفهم دون تکلیف غیرهم قلنا لما سمعت حسنات الابرار سیئات المقربین ولقد کان علی النبی صلی الله علیه وسلم من التشدید فی التکلیف مالم یکن علی غیره اما القول الثانی وهو انه علیه السلام فعله عامدا ففیهنا اربعة اقوال ×

ایسے اسباب وسائل کیوں نہ بہم پہنچا رکھے کہ وہ ان کو نسیان سے بچاتے (جیسے کوئی دوسرے کو کہہ دیتا ہے کہ فلاں امر مجھے یاد کرا دینا۔ یا اوسکو نوٹ کر لیتا ہے یا اُسکے لئے پہرہ بٹھا دیتا ہے) اس قسم کا سہو ونسیان اگرچہ عام مسلمانوں کو معاف ہے۔ اور اُنپر اُن کو مواخذہ نہیں (گو اخذ ہو تو جائز ہے) مگر ایسا نسیان انبیاء کے لئے معاف نہیں۔ کیونکہ اون کی شان و درجہ بلند ہے۔ اوس کی مثال وہ قول خداوندی ہے کہ اے نبی کی بیویاں تم اور عورتوں کی مانند نہیں ہو۔ پھر اُن کو فرمایا تم میں سے کوئی صریح بے حیائی کی مرتکب ہوگی تو اوسکو دوسری عورتوں کی نسبت دوگنا عذاب ہوگا۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ سب سے زیادہ محل بلا و امتحان انبیاء ہوتے ہیں۔ پھر اولیاء پھر جو افضل ہو۔ ان کے بعد جو افضل ہو اگر سوال کرو کہ نبی کا عالی رتبہ اُن کو ایسی سختی سے مکلف ہونے کا باعث کیوں ہوا تو اوسکے جواب میں ہم کہیں گے تم نے یہ شنی ہوگی (نیکوں کی بھلائیاں خاص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

القول الرابع هو اختيار اكثر
المعتزلة انه اقدم على الاكل
بسبب اجتهاد اخطاء فيه
وذاك لا يقتضي كون الذنب
كبيرة بيان الاجتهاد الخطاء
انه لما قيل له ولا تقربا هذه
الشجرة فلفظ هذه قد يشار
به الى الشخص وقد يشار به الى
النوع - وروى انه عليه السلام
اخذ حريرا وذهبا بيده فقال
هذان حل لاناث امتى حرام
على ذكورهم واراد به نوعهما
ولما سمع آدم قوله ولا تقربا
ظن ان النهي انما يتناول تلك
الشجرة المعينة وتناول من شجرة اخرى من
ذلك النوع لانه كان مخطيا في ذلك
الاجتهاد لان مراد الله تعالى من كلمة
هذه كان النوع لا الشخص
ثم اعترض عليه بوجوه منها انه كيف
صار هذا القدر من الخطاء
سببا لان نزع عن آدم

مقربین کی برائیاں متصور ہوتی ہیں - اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تکلیف احکام
میں اس قدر سختیاں تھیں کہ وہ کسی دوسرے
پر نہ تھیں (جیسے آنحضرت کا روزہ میں
وصال کرنا - یعنے روزہ پر روزہ رکھنا
اور بیچ میں کچھ نہ کھانا - یا نماز تہجد کا آپ
پر فرض ہونا - یا موجودہ عورتوں (جنمیں
اکثر پیرسالہ تھیں) کے بعد کسی عورت کو
نکاح میں نہ لانا یا آپ کے اہل و اولاد کا
زیور و لباس زینت دنیا سے محترز رہنا
وغیرہ) دوسرے احتمال ہیں کہ وہ فعل
عمداً ہوا ہے چار قول ہیں -

ازانجملہ چہارم قول جو اکثر معتزلہ کا قول
ہے - یہ ہے - کہ وہ فعل حضرت آدم سے غلطی
اجتہاد سے ہوا ہے جس سے لازم نہیں آتا
کہ اسمیں انہوں نے گناہ کبیرہ کیا ہو - خدا
نے جب فرمایا کہ اس درخت کے نزدیک
نہ جاؤ - تو انہوں نے اس سے ایک خاص
درخت سمجھ لیا - "ہذہ" یا "اوس" - کا لفظ بولا
جاتا ہے تو کبھی اس سے کوئی خاص چیز مراد
ہوتی ہے - کبھی اس جنس کی عام چیزیں جیسے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لباسه واخرج عن الجنة ثم
اجاب عنه بان ذلك يجوز
يختلف باختلاف الاشخاص كما
ان الرسول عليه السلام مخصوص
بامور كثيرة في باب التشديد آه
فكذا ههنا (تفسير كبير جلد اول صـ ۴۶۲)
(غايره مختصرا غاية الاختصار)

آنحضرت نے ایک دفعہ ریشمی کپڑا اور سونا ہاتھ میں لیا۔ اور کہا کہ یہ دو تو میری امت کی عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ مردوں کیلئے حرام۔ حضرت آدم نے جب لفظ اس درخت کا سُنا تو یہ سمجھ لیا کہ یہ حکم ممانعت خاص ایک درخت کے متعلق ہے جس کی طرف اشارہ ہے۔ اور اوسکو چھوڑ کر دوسرے درخت سے کھا لیا۔ اور اسمیں خطا کا ارتکاب کیا۔ کیونکہ خدا کی مراد اس سے جنس درخت تھی نہ خاص کوئی درخت۔

پھر اس قول پر کئی وجوہ سے اعتراض کیا۔ از انجملہ ایک یہ کہ فعل آدم اگر اجتہادی سے ہوتا تو اُسپر اسقدر عتاب کیوں ہوتا۔ کہ اُنکا لباس اوتارا گیا اور اون کو بہشت سے نکالا گیا۔ پھر اسکا جواب یہ دیا کہ یہ عتاب ان کے علو رتبہ کی لحاظ سے ہوا۔ اور یہ امر بنظر اختلاف اشخاص مکلفین جائز ہے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے امور تکلیفی میں سختیوں سے مخصوص تھے۔ ویسے حضرت آدم ہوسے لئے بڑوں کی چھوٹی بات بھی بڑی سمجھی جاتی ہے۔ اور اُسپر انکو ایسی سخت سزا ملتی ہے جو چھوٹوں کو بڑی بات پر نہیں ملتی۔)

تجویز نے بیان حضرت آدم پر شائد کوئی اعتراض کرے کہ اسصورت میں فعل حضرت آدم میں شیطان کا کچھ دخل نہوا۔ پھر آیات منقول حاشیہ میں

فازلهما الشيطن عنها
فاخرجهما مما كان فيه
(البقرة - ع ۴ -)

اس فعل آدم اور اوسکے نتیجہ خروج از بہشت کو شیطان کی طرف منسوب کیوں کیا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فوسوس لهما الشیطان لیبدی عنهما (اعراف - ع ۲) یبنی ادم لا یفتننکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنۃ (اعراف - ع ۳)

اسکا جواب یہہ ہے۔ کہ گو بوقت میں اقدام فعل حضرت آدم کو نسیان لاحق ہوا مگر اس سے پیشتر ابلیس لعین بھی ان کے اخراج و اغوا کے فکر میں رہا۔ اور وسوسہ پیش کرتا رہا۔ اسکے اس فعل اور نیت کی وجہ سے یہ فعل اور اُسکا نتیجہ اسکی طرف منسوب ہوا۔ تو کیا بُرا ہوا۔

اور چونکہ ہر بُرائی اور خطا یا غلطی در اصل شیطان ہی کی ڈیوٹی یا خصلت ہے اور نیکی یا صواب و راست روی ملکی صفت۔ بنائً علیہ ابن آدم برائی کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ اسمیں اسی کا پیرو کار کہلاتا ہے۔ نیکی کرتا ہے تو وہ اس صفت میں نائب ملک کہلاتا ہے۔ لہذا الہامی کتاب کا عام محاورہ ہے کہ اسمیں ہر برائی کو شیطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ کوئی شخص خواہ کوئی فعل بد کرے اوس کو شیطان کا فعل بتایا جاتا ہے۔ حضرت یوشع بن نون حضرت موسے کے ساتھی اپنے سفر دریا میں مچھلی کا حال حضرت موسٰے سے کہنا بھول گئے تو وہ بھی یہی لفظ بولے کہ مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا۔ کہ میں اوسکا حال آپ کے پاس ذکر کروں حالانکہ

ارایت اذ اوینا الی الصخرۃ فانی نسیت الحوت وما انسانیہ الا الشیطان ان اذکرہ (کہف - ع - ۹ -)

وہاں اسوقت ان کے پاس نہ شیطان اپنی صورت میں یا بصورت انسان آیا۔ اور نہ اونکو اُسنے کسی اور خیال یا باتوں جھگڑوں میں لگا کر مچھلی کا ذکر بھلایا۔ ایسا ہوتا تو قرآن یا حدیث میں یا مفسرین کی تفسیروں میں اسکا ذکر ہوتا اسوجہ سے بھی اس فعل آدم اور اُسکے نتیجہ کو شیطان کی طرف منسوب کرنا غلط اور ناروا نہیں ہے۔

بالجملہ اس بحث و بیان سے بخوبی ثابت ہوا۔ کہ حضرت آدم نے اس درخت کھانے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے وقت دیدہ دانستہ خدا کا گناہ نہیں کیا۔ اون کو اس فعل کے وقت نسیان عارض ہوگیا تھا۔ یا اسمیں اُن سے خطا اجتہادی کا ارتکاب ہوا جس سے اون کی معصومیت کا بطلان نہیں ہوتا۔ جو لوگ اس فعل حضرت آدم سے انکا غیر معصوم ہونا نکالتے ہیں اور اس فعل میں اپنے باپ کو گنہگار بناتے ہیں۔ وہ اپنے باپ کے ناشکر ہیں۔ اور ناخلف اولاد کہلانے کے مستحق ہیں۔

ہاں بھول چوک کی تجویز سے چارہ نہیں۔ اور نہ اُسپر اولاد کی طرف سے حضرت آدم پر کچھ طعن یا ندمت ہوسکتی ہے۔ یہ بھول چوک حضرت آدم سے ہوئی۔ تو اون کی اولاد سے بھی ہولی لازم ہے۔ اور باپ کی وراثت اولاد کو پہنچنا ضروری ہے حضرت نے فرمایا ہے نسی ادم فاکل من الشجرۃ فنسیت ذریتہ وخطاء ادم فخطاءت ذریتہ (مشکوۃ شریف) اور یہ بھی کہا گیا ہے اوّل الناس اوّل ناس پھر اس بھول چوک کے سبب آدم پر وہ طعن کرسکتا ہے جو اولاد آدم سے خارج ہو اور ابن آدم نہ کہلاوے۔

وازانجملہ قصہ حضرت نوح علیہ السلام ہے کہ اُنھوں نے اپنی قوم کے لئے بددعا کی۔ پھر حسب استدعا اُن کے عذاب طوفان آگیا تو آپ نے کافر بیٹے کے لئے

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۔ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ (سورۃ نوح۔ ع ۲) رب ان ابنی من اهلی وان وعدك الحق وانت احكم الحاكمين ۔ قال يانوح انه ليس من اهلك انه عمل غير صالح

نجات کی دعا کی منکرین عصمت کہتے ہیں کہ یہ دونو فعل نوح کے معصیت ہوئے جسکے لئے اُنھوں نے بعد ان فعلوں کے خدا سے بخشش بھی مانگی اور قیامت کے دن اپنے اس گناہ کو یاد کرکے وہ شفاعت کے لائق ہونے سے انکار کرینگے۔ چنانچہ حدیث مشہور شفاعت میں یہ تصریح آچکی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فلا تسئلن ما لیس لك به علم انی اعظك ان تكون من الجاهلین قال رب انی اعوذ بك ان اسئلك ما لیس لی به علم وان لا تغفرلی وترحمنی اكن من الخسرین (سورہ ہود- ع -۴-)

فیأتون نوحاً فیقول انی قد كانت لی دعوۃ دعوت بها علی قومی نفسی نفسی (تیسیر الوصول و مشکوۃ صفحہ ۴۸۸)

ولفظ المشكوۃ ویذكر خطیئته التی اصاب سؤاله ربه بغیر علم

قال قتادۃ دعا علیهم بعد ان اوحی الیه انه لن یؤمن من قومك الا من قد امن فاجاب الله دعاءه واغرقهم (فتح البیان صفحہ ۹۹ جلد ۲)

قال ابن عباس لما جاءه هذا من عند الله دعا علی قومه (تفسیر کبیر صفحہ ۸۱- جلد ۵-)

لما دعا علی الكفار قال بعده رب اغفرلی لیما صدر عنی من ترك الافضل (تفسیر کبیر جلد ۸- صفحہ ۲۱۲-)

اسکا جواب یہ ہے کہ ان دونو نقلوں (بددعا اور دعا) میں حضرت نوح نے کسی امر یا نہی کا دیدہ دانستہ خلاف نہیں کیا بلکہ یہ دعا تو انہوں نے اسوقت کی تھی جبکہ خدا تعالیٰ نے اُن کو فرما چکا تھا کہ اب تیری قوم سے کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ یہ بات ابن عباس و قتادہ وغیرہ نے کہی ہے لہذا اُن کی ہلاکت کے لئے اُن کا بددعا کرنا ظاہراً عین اتباع و توافق اس قول خداوندی کا تھا۔ ہاں اس سے بہتر و افضل یہ امر تھا کہ (چنانچہ امام رازی نے کہا ہے) وہ شان ابراہیمی و خلق مسیحی کے مطابق جسکا ذکر صفحہ ۳۷ میں ہو چکا ہے۔ پھر بھی اون پر رحم کرتے اور اس رحم کے تقاضا سے وہ ظاہر اس قول خداوندی میں "کہ اب کوئی ایمان نہیں لائیگا" تخصیص کرکے تاویل کرتے اور یہ خیال فرماتے کہ یہ ایک قول عام طور پر کہا گیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اسمیں بعض لوگ خدا کے علم میں مخصوص و مستثنے ہوں۔ اور اون کو خدا تعالیٰ ہدایت کرے۔ اس خیال سے وہ قوم کے لئے دعاء ہدائیت و نجات کرتے۔ جیسا کہ یہی خیال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قولما علم نوح بان سوأله لم يطابق الواقع وان دعاءه ناش عن وهم كان يتوهم بادر الى الاعتراف بالخطاء و طلب المغفرة والرحمة۔ وليس في الاية ما يقتضي صدور ذنب ومعصية من نوح سوئ تاويله واقدامه على سوال مالم يؤذن له فيه وهذا ليس بذنب ومعصية قال الخطيب اخطاء في ذلك الاجتهاد كما ذنع لادم في الاكل من الشجرة (فتح البيان ص۴۳۸ جلد۲۰) حمل هذه الوجوه على ترك الافضل والاكمل حسنات الابرار سيئات المقربين والا استغفار قد يكون بسبب ترك الافضل (تفسیر کبیر ص۹۳ جلد ۵)

غالباً انھوں نے بیٹے کے لئے دعاء نجات کی تھی اور اس کے اخیر میں یہ بات بھی عرض کر دی تھی۔کہ خداوند تو سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے۔تو جو چاہے حکم کر سکتا ہے۔یعنے جس قوم کے لئے تیرا حکم ہلاکت ہو چکا ہو۔اس قوم سے تو بعض کو مخصوص و مستثنےٰ کر سکتا ہے اور اس اصول پر تو میرے بیٹے کو گو وہ بظاہر مجھ سے منکر و غائب ہو گیا ہے۔اور میرے اور اسکے بیچ میں طوفان کی موج آڑ ہو گئی ہے۔تو توفیق ایمان عطا فرما کر غرق ہونے سے نجات بخشنے پر قادر ہے۔اور سبھیے جو یہ دعا معصیت ہو تیرا ہو سکتی ہے مگر جبکہ حضرت نوح نے قوم کیلئے ایسا نہ کیا بلکہ ظاہری عموم قول خداوندی سے متمسک ہو کر شان موسوی کے (جسکا ذکر ۱۷ ۳ صفحہ میں ہوا) مطابق قوم کیلئے بد دعا کی تو آخر اس سے آپکو افسوس ہوا اور یہ خیال آیا کہ مجھ سے خلاف رحم اور ترک افضل ہوا۔میں نے اپنے بیٹے کی مانند قوم کے حق میں کیوں دعاء نجات نہ کی جس پر اپنے خدا سے بخشش مانگی۔اور جب خدا تعالے نے بیٹے کے حق میں دعاء کرنے سے ان کو منع کیا۔اور صاف فرمادیا کہ وہ تیرا اہل (یعنے تیرے طریق پر) نہیں لیعنے وہ ایمان نہیں لائیگا تو اسکے لئے دعاء و سوال کرنا درست نہیں ہے تب آپ کو یقین ہوا۔کہ وہ قول خداوندی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ اب کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ اپنے عموم پر ہے۔ اور میرا اسمیں تخصیص تجویز کرکے تاویل کرنا خطا ہے۔ لہذا اس فعل پر آپنے خدا سے بخشش مانگی۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ ان دونوں فعلوں میں اُنہوں نے کسی امر یا نہی کا دیدہ و دانستہ صریح خلاف نہیں کیا۔ بلکہ اپنے خیال میں عین اتباع و توافق کیا تھا۔ مگر اپنے فعل (بددعا) میں آپسے ترک اولےٰ ہوا۔ اور دوسرے فعل دعاء فرزند میں آپ سے خطا کا ارتکاب ہوا۔ جبکو گناہ و معصیت ہرگز نہیں کہا جاتا۔ ان ہی افعال ترک اولےٰ یا خطا کو آپ موقع شفاعت پر گناہ قرار دینگے۔ اور ان کی وجہ سے لائق شفاعت ہونے سے انکار کرینگے یہ آپکا کمال درجہ کا انقاء ہے۔ اور چھوٹی بات (ترک افضل یا خطاء) کو بڑا گناہ سمجھنا اہل کمال کا کام ہے۔ اور کسرنفسی اور فروتنی ان ہی کا شیوہ ہے حسنات الابرار سیئات المقربین عام نیکوں کی بھلائیاں خاص مقربین کی برائیاں متصور ہوتی ہیں۔ اور اس پر یہ سمجھنا اور نکال لینا کہ وہ واقعہ میں گنہگار تھے۔ ان لوگوں کا کام ہے جنکو مفاہیم کلام میں دخل نہیں۔ اور درجات و مراتب انبیاء و دیگر اہل کمالات کے علم سے حصہ نہیں۔

یہ جواب اگرچہ علمائے کرام کے اقوال و اشارات سے جو منقول ہوئے مستفاد و مفہوم ہوتا ہے مگر جو تقریر جواب اور اوس کی وجوہات مرقوم ہوئی ہیں وہ اس خاکسار کو خدا تعالےٰ نے الہام فرمائی ہیں۔

علماء کرام نے یہ بیان کیا ہے کہ بددعا میں حضرت نوح نے ترک افضل کیا۔ مگر اسکی وجہ بیان نہیں کی۔ کہ کفار کے حق میں بعد الہام الٰہی کہ وہ مومن نہ ہوں گے دعاء ہلاکت کیوں خلاف افضل ہے یہ بھی علماء نے کہا ہے کہ حضرت نوح فرزند کے لیئے دعاء کرنے میں خطاء اجتہادی اور تاویل کی۔ مگر یہ نہ بتایا کہ حضرت نوح کے فرزند کو کشتی میں سوار ہونے اور کافروں کے ساتھ نہ رہنے کے لیئے بلانا اور بیٹے کے اس نہیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تکذیب و استہزاء کے ساتھ انکار کرنے اور انکے بیچ میں موج طوفان کے حائل ہو جانے اور لڑکے کے غرق ہو جانے کے بعد دعا نجات یا ایمان کا محل کیونکر ہو سکتا تھا۔ اور اس میں انہوں نے کونسی تاویل کی تھی جسمیں انسے خطا ہوئی۔ یہ دو نو وجہیں خدا تعالےٰ نے خاکسار کو سوجھائی ہیں۔ فللہ الحمد

وازانجملہ قصہ حضرت ابراہیم ہے۔ کہ انہوں نے تین جھوٹ بولے۔ ایک

نظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم (والصافات۔ ع۔ ۳)

بل فعلہ کبیرھم ھذا فسئلوھم ان کانوا ینطقون (الانبیاء۔ ع۔ ۵)

لم یکذب ابراھیم الاثلث کذبات ثنتان فی ذات اللہ تعالیٰ قولہ انی سقیم وقولہ بل فعلہ کبیرھم ھذا وقولہ لسارۃ ھی اختی

(بخاری ومسلم)

وفی حدیث الشفاعۃ انی قد کنت کذبت ثلث کذبات فذکرھا نفسی نفسی (تیسیر الوصول ومشکوٰۃ ص۴۸۰)

فلما جن علیہ اللیل رای کوکبا قال ھذا ربی الآیۃ (انعام۔ ع۔ ۹)

انکا قوم کو جب انہوں نے اون کو اپنے میلہ میں لیجا نا چاہا ستارہ دیکھ کر انی سقیم یعنے میں بیمار ہوں۔ کہنا۔ دوسرا انکا بتونکو خود توڑنا۔ اور پھر کہنا بڑے بت نے اونکو توڑا ہے۔ تیسری اپنے بیوی سارہ کو بہن کہدینا۔ ان تینوں باتوں کو حدیث صحیح میں کذب کہا گیا ہے۔ اور خود حضرت ابراہیم شفاعت کے موقعہ پر اپنے یہ تینوں جھوٹ یاد کرکے نفسی نفسی کہیں گے۔ اور ان کی وجہ سے اپنا لائق شفاعت نہ ہونا بیان کرینگے چنانچہ حدیث شفاعت میں صاف آچکا ہی ایک جھوٹ اور یہی حضرت ابراہیم کے ذمہ منکرین عصمت لگاتے ہیں۔ بلکہ اوسکو انکے اعتقادی گناہ دکفر شمار کرتے ہیں۔ وہ

انکا ستارہ اور چاند سورج کو ھذا ربی کہنا ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ پہلے تینوں جھوٹ لغو صورتیں جھوٹ کے مشابہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ اور ایک معنے ظاہری کی نظر سے اونکو جھوٹ کہا جاسکتا ہے۔ مگر درحقیقت وہ صحیح معانی و تاویلات بھی رکھتے ہیں۔ جنکی نظر سے اونکو سچ اور بالکل سچ کہا جاسکتا ہے اور یقیناً و قطعاً حضرت ابراہیم نے ان ہی معانی کے ارادہ سے وہ تینوں قول فرمائی ہیں۔ اور اُن معانی کی مراد ہونے سے آپ سچے تھے۔ گو اُنکے مخاطبوں نے وہ معنے اُنکے نہیں سمجھے۔ اور نہ وہ معانی حضرت نے اپنے مخاطبین کو سمجھانے چاہے۔ اور اُن ہی معنے کی مراد سمجھی جانے سے وہ اقوال جھوٹ اور خلاف واقعہ قرار دیئے گئے ہیں۔

غرض ان اقوال کے دو معنے ہیں۔ ایک وہ جو حضرت ابراہیم نے مراد رکھے جنکی نظر سے وہ اقوال سچے ہیں۔ دوسرے وہ معنے جو مخاطبین کو آپ نے سمجھائے اور اونھوں نے سمجھے۔ ان معانی کی نظر سے وہ الفاظ جھوٹ کہلاتے ہیں۔ ایسے دو معنے (یا بقول عوام ذو معنے) کلام توریہ و تعریض کہلاتی ہے۔ جسکا شرع محمدی میں یہ حکم ہے کہ ضرورت کے وقت (جبکہ اس سے اپنے حق کو بچانا یا حاصل کرنا مقصود ہو) اسکا استعمال جائز ہے۔ بغیر حالت ضرورت میں جب ایسی کلام سے کسی کو نقصان پہنچانا یا اسکا حق تلف کرنا مقصود ہو جائز نہیں ہے۔

اسکی ایک دو مثالیں ہم اپنی بول چال میں بیان کرتے ہیں۔ پھر ان اقوال ثلثہ کے صحیح معانی کی تشریح کریں گے۔

تم سے ایک شخص ناحق اور ظلم سے کچھ روپیہ لے کر دبانا چاہتا ہے۔ تو تم اوسکے جواب میں اگر یہ کہو کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے۔ اور اس سے یہ مراد رکھو کہ میری جیب یا ہاتھ میں نہیں گو صندوق میں بہت کچھ ہو۔ تو یہ کلام جائز و سچ ہے۔ گو ان معنے کی نظر سے جو مخاطب نے اس سے سمجھے ہوں جھوٹ معلوم ہوتا ہے۔

وہی روپیہ اگر واجبی اس شخص کا حق ہو اور پھر تم اپنی جیب یا ہاتھ میں نہ ہونے کی نیت و مراد [illegible] نہیں ہے تو تمہارا کلام جائز نہیں ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

او سراسر جھوٹ اور دھوکہ بازی ہے۔ گو تمہاری نیت اور معنے مراد سے وہ سچا ہو۔
دوسری مثال ایک ظالم ایک شخص کو ظلماً مارنا چاہتا ہے۔ اور وہ مظلوم تمہارے گھر آکر چھپ گیا تم اگر عندالاستفسار ظالم سے یہ کہدو کہ وہ یہاں نہیں ہے اور اس سے مراد وہ خاص ٹکڑا زمین کا جہاں تم کھڑے ہو یا جہاں تم نے انگل یا ہاتھ رکھ دیا ہو دل میں ٹھہرالو۔ تو تمہارا یہ قول سچ اور جائز ہے۔ اور اگر وہ شخص ظالم ہے جسکو تم نے چھپایا ہے اور پکڑنے والا مظلوم ہے تو عندالاستفسار تمہارا یہ کہنا کہ وہ یہاں نہیں ہے۔ اور اس سے مراد وہ ٹکڑا زمین یا وہ جگہ جہاں تمہارا ہاتھ ہو ٹھیرا لینا جائز نہیں ہے۔ اور اس سے وہ کلام سچ اور جائز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ سراسر جھوٹ و ظلم ہے۔

اور ایسے وہی معنے مراد سمجھے جانے متعین اور ضروری ہیں جو تمہارے مخاطب مظلوم نے سمجھے ہیں۔ ایسے مواقع پر جہاں کوئی بلا ضرورت و ناحق تعریض کرے اور کلام کے ظاہری معنے چھوڑ کر کوئی اور معنے دل میں ٹھیرا لے۔ اور اُسپر قسم کھا جائے شریعت محمدی میں اُسکا حکم یہ آچکا ہے۔ کہ اوس کلام کے وہی معنے مراد سمجھے جائیں گے جو مخاطب نے سمجھے۔ اور ان ہی معنے کی نظر سے اوسکو جھوٹا (اگر مطابق واقعہ نہ ہوں) یا سچا (اگر وہ مطابق واقعہ ہوں) قرار دیا جائیگا۔

یمینك على ما یصدقك علیه صاحبك (صحیح مسلم مشکوۃ صـ ۳۰۰)

ان تمثیلات سے تعریض کے معنے اور حکم ناظرین امید ہے سمجھ لیں گے اسکے بعد ہم یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ان **اقوال ثلثہ** حضرت ابراہیم کے صحیح معنے جنکی نیت و مراد سے انہوں نے وہ اقوال فرمائے تھے۔ اور ان معنے کرو وہ اقوال سچ اور صحیح ہو سکتے ہیں۔ کیا ہیں۔

آپ کا پہلا قول انی سقیم ہے (یعنی میں بیمار ہوں) اس سے آپ کی نیت و مراد سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قوله ان سقیم ای مریض القلب بسبب اطباق ذلک الجمع العظیم علی الکفر والشرک

(تفسیر کبیر صفحہ ۱۵۰ جلد ۷)

وھذا توریة وتعریض لما قال للملک حین سالہ عن سارة ھی اختی یعنی اخوة الدین وقال سعید بن جبیر اشار لھم الی مرض یسقم ویعدی وھو الطاعون وکانوا یھربون من ذلک قال ابن عباس سقیم ای مریض وقال الیم مطعون وھذا قال فتولوا عنه مدبرین ای ترکوہ وذھبوا مخافة العدوی

(فتح البیان صفحہ ــــ)

کہا گیا تھا۔ کہ اگر میں تمہارے بتوں کے میلہ میں جاؤنگا تو دل کی بیماری سے بیمار یعنے گنہگار یا غمزدہ ہو جاؤں گا اور اون کے مخاطبون نے اس کلام سے یہ مطلب سمجھا۔ کہ اوسکو کوئی ایسا وبائی مرض ہے یا ہونے والا ہے۔ جو متعدی ہوتا ہے۔ یہ معنے سمجھ کر وہ آپ کو چھوڑ گئے اور میلہ میں نہ لے گئے۔ یہی اس کلام کے ظاہری معنے سمجھانے سے حضرت ابراہیم کا مقصود تھا۔ وہ لوگ میلے میں چلے گئے۔ تو آپ نے اون کے بتوں کا کام تمام کیا۔ اور سب کو توڑ پھوڑ کے تبر یا کلھاڑہ کو بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا۔ اور فرمایا کہ یہ فعل اسی نے کیا ہے۔

آپ کا یہ قول دوم۔ کہ یہ فعل بڑے بت نے کیا ہے۔ اس نیت و امراد سے

ان تقصد ابراھیم علیه السلام لم یکن الی ان ینسب الفعل الصادر عنه الی الصنم وانما قصد تقریرہ لنفسه واثباته لھا علی اسلوب تعریضی یبلغ فیه غرضه من

فرمایا گیا تھا کہ یہ بت کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ فعل میں نے کیا ہے۔ مگر یہ کہنا تعریض اور ہنسی کے طور پر ہوا ہے تاکہ وہ اس قول کے ظاہری معنے سمجھ کر اوسکا اثر بتوں میں نہ پاکر شرمندہ و ذلیل ہوں اور اُن پر حجت پوری ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الزامهم الحجة وتبكيتهم وهذا
كما لو قال لك صاحبك وقد كتب
كتابا بخط رشيق وانت شهير بحسن
الخط ءانت كتبت هذا وصاحبك
امي لا يحسن الخط ولا يقدر الا على
خرمشة فاسدة فقلت له بل
كتبته انت قصدك بهذا
الجواب تقريره لك مع الاستهزاء
به لا نفيه عنك واثباته للامي
(تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۲۳)

اس کی مثال ایک خوشنویس کا ایک بدخط کو جس نے خوشنویس سے ایک کتبہ کی نسبت پوچھا ہو کہ کیا یہ تم نے لکھا ہے یہ کہنا کہ نہیں تمہارا لکھا ہے جس سے اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ تو پوچھتا کیا ہے۔ یہ میرا لکھا نہیں تو تیرا لکھا ہے؟ اس قول کے ظاہری معنے میں جو اس فعل کے بت کی طرف نسبت ہوئی۔ تو اوسکو سن کر مخاطبین شرمندہ ہوئے اور صحیح معنے اس قول کے سمجھ گئے کہ یہ ہم سے ہنسی کرتا ہے۔ اور یہ کہہ رہا ہے کہ بت کچھ نہیں کر سکتے۔ مگر آخر عناد وجہل سے اس سمجھ پر قائم نہ رہے۔ چنانچہ قرآن میں بیان ہوا ہے۔ کہ وہ قول ابراہیم کو

فرجعوا الى انفسهم اى رجع بعضهم
الى بعض وذلك انهم تنبهوا و
فهموا عند هذه المقالة ان من
لا يقدر على دفع المضرة عن
نفسه يستحيل ان يكون مستحقا
للعبادة فقالوا انكم انتم الظلمون
لانفسكم بعبادة هذه الجمادات
ثم نكسوا على رءوسهم رجعوا
الى جهلهم وعنادهم شبه سبحانه
عودهم الى الباطل بصيرورة

سن کر وہ اپنے جی میں سوچنے لگے۔ اور آخر میں بولے کہ ظالم تم ہی ہو۔ پھر اوندھے ہو کر گرے۔ اور بولے تو جانتا ہے کہ بت تو نہیں بولتے۔ پھر حضرت ابراہیم بولے پھر کیا اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہو جو کچھ نفع نہ دے اور نہ نقصان پہنچا دے تف ہے تم کو اور تمہارے معبودوں کو تم عقلمند نہیں بنتے۔

تیسرے قول (بیوی کو بہن کہنے) کے صحیح معنے و در دلی مراد حضرت ابراہیم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسفل الشیٔ اعلاہ لقد علمت
ما ھؤلاء ینطقون (فتح البیان ص)

اپنی زبان مبارک سے بذات خود بتا گئے
ہیں۔ کسی دوسرے کی توجیہ وتاویل کی
حاجت باقی نہیں چھوڑ گئے۔
صحیح مسلم میں اس حدیث کے ضمن میں آنحضرت سے مروی ہے۔ کہ حضرت ابراہیم

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فی حدیث ثلث کذبات
ابراھیم وواحدۃ فی شان سارۃ
فانہ قدم ارض جبار ومعہ سارۃ
کانت احسن الناس فقال لھا
ان ھذا الجبار ان علم انک
امرأتی یغلبنی علیک فان سألک
فاخبریہ انک اختی فانک اختی فی الاسلام
فانی لا اعلم فی الارض مسلما
غیری وغیرک (صحیح مسلم ص۲۶۶ جلد ۲)
فسألہ عنھا فقال من ھذہ قال
اختی فاتی سارۃ فقال یا سارۃ
لیس علی وجہ الارض مؤمن غیری
وغیرک وان ھذا سألنی فاخبرتہ
انک اختی فلا تکذبینی (صحیح بخاری
ص۴۷۴)۔
کان من عادۃ ذالک الجبار ان لا

ایک جابر (ظالم) بادشاہ کے علاقہ میں گئے
اور اون کی بیوی سارہ آپ کے ساتھ تھی
جو بہت خوبصورت تھی۔ حضرت ابراہیم
نے اوسکو کہا یہاں ایک ظالم بادشاہ ہے
وہ اگر یہ جان لے گا کہ تو میری بیوی ہے
تو وہ مجھ پر غلبہ کرکے تجھے لیجائے گا۔ لہذا
اگر وہ پوچھے تو تم یہ کہدینا کہ میں اوس کی
بہن ہوں۔ اور واقعہ میں تو دین اسلام میں
میری بہن ہے۔ اس زمین میں میرے
اور تیرے سوا کوئی مسلمان نہیں ہے۔
صحیح بخاری میں اس قصہ پر یوں آیا ہے
کہ اوس جبار نے پہلے حضرت ابراہیم سے
پوچھا کہ یہ کون ہے تو آپ نے کہدیا کہ یہ
میری بہن ہے۔ پیچھے سارہ کو آپ نے
وہ بات کہی جو اوپر بیان ہوئی۔ اور آخیر
یہ فرمایا کہ میرے اور تیرے سوا یہاں
مومن کوئی نہیں۔ تجھکو بادشاہ پوچھے تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تم نے مجھے نہ جھٹلانا۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے

تعرض الا لذات الزوج ٭

(فتح الباری شرح صحیح البخاری)

کہ اس ظالم کی عادت یہ تھی کہ وہ بجز شوہر والی عورت کے کسی دوسرے سے تعرض نہ کرتا تھا۔

ان تینوں اقوال ابراہیمی کے صحیح اور سچے معنے جنکی نظر سے یہ اقوال سچ ہو سکتے ہیں اگر ناظرین کو معلوم ہوئے تو اس ان کو یقین ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اقوال حقیقت اور نفس الامر میں اور حضرت ابراہیم کی نیت اور دلی مراد کی نظر سے کذب نہیں ہو سکتے۔ ان کو جو حدیث میں کذب کہا گیا ہے تو صرف ان کی ظاہری صورت اور ان معنے کی نظر سے

المراد بالکذب الکذب بصورة لا حقیقة فیقول ذلك بانه کذب بالنسبة الی فهم السامعین اما فی نفس الامر فلا ٭

(خیر جاری شرح صحیح بخاری)

جو سامعین نے سمجھے۔ اور وہی معنے حضرت ابراہیم نے اون کو سمجھانے چاہے۔ جسپر اون کو ضرورت باعث ہوئی۔ اور اوس ضرورت کی وجہ سے اون کو ایسا کرنا جائز ہوا۔

اب رہا جواب اس سوال کا کہ حضرت ابراہیم خود ان اقوال ثلثہ کو کذب کہینگے اور ان کی وجہ سے لائق شفاعت ہونے سے انکار کرینگے۔ اگر یہ قول ان کی نیت و مراد کی نظر سے سچے اقوال ہو سکتے تو وہ اون کو ایسا کیوں سمجھتے۔ سو جواب یہ ہے کہ انکا ایسا سمجھنا اون کے علو درجہ توحید و نبوت و خلت کی نظر سے ہے حضرت ابراہیم ایسے موحد اور ظاہری اسباب دنیا پر اعتماد نہ کرنے والے صرف خدا تعالےٰ پر بھروسہ کرنے والے تھے۔ کہ جب وہ جلتی آگ میں ڈالے جلنے کو تیار کئے گئے تو آگو پاس ہوا اور بارش کے فرشتے پہنچے۔ اور خواستگار ہوئے کہ اگر آپ چاہیں تو ہم اس آگ کو بجھا دیں۔ [illegible] مجھے تمہاری طرف کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فلما ارادوا القائه فی النار اتاه
خازن المیاه فقال ان اردت اخمدت
النار واتاه خازن الریاح فقال
ان شئت طیرت النار فی الھواء
فقال ابراھیم لا حاجة لی الیکم
حسبی الله ونعم الوکیل
(معالم ص ۵۹۵ -)
فاتاه جبریل علیه السلام وقال
یا ابراھیم ھل لک حاجة فقال
اما الیک فلا قال فاسئل ربک
قال حسبی من سوالی علمه
بحالی (تفسیر کبیر ص ۱۶۵ جلد ۶)

حاجت نہیں میرا اللہ میرے لئے کافی ہے۔ پھر حضرت جبریل آئے اور بولے کہ کچھ حاجت ہو تو فرمائیے۔ آپ نے فرمایا مجھے تمہاری حاجت نہیں ہے۔ پھر انہوں نے کہا خدا ہی سے عرض والتجا کرو۔ آپ نے فرمایا۔ میرے سوال والتجا کی جگہ خدا کا میرے حال کو جاننا کافی ہے۔

اون کی اس توحید اور اعتماد سے اسباب دنیا اٹھا کر خدا پر بھروسہ کرنے کا مقتضا اور لازمہ یہ تھا۔ کہ وہ تینوں موقعہ پر اپنے مخالفوں اور مخاطبوں کے ایذا رکا خوف اوٹھا کر اون کو ایک صاف معنے والے صاف لفظوں میں دندان شکن جواب دیتے۔ او صاف کہتے کہ بتوں کے میلہ میں نہیں جاؤنگا۔ (۲) اون کو میں نے توڑا ہے۔ (۳) یہ میری عورت ہے۔ اور ذو معانی الفاظ جنکے ظاہری معنے بلحاظ فہم مخاطبین جھوٹ تھے۔ نہ بولتے اور اسمیں شرعی جواز کیطرف رجوع نہ کرتے۔ اونہوں نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ کافروں ومخالفوں کے خوف ایذا و وحشت کے خوف سے ایسا کلام بولا جو عام مسلمانوں کے لئے جائز تھا۔ تو اون کو اپنے اعلےٰ مقام توحید وخلت کا لحاظ ہوا۔ اور ڈر لگا۔ پس انہوں نے بحکم حسنات الابرار سیئات المقربین۔ اوسکو اتنا بڑا گناہ قرار دیا۔ کہ اسکی وجہ سے اپنے آپ کو لائق شفاعت نہ سمجھا۔ اس سے ہرگز اور کسیطور سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ واقعہ میں بھی وہ گناہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اس درجہ کا جرم ہے کہ وہ لائق شفاعت نہ رہنے نہ دے۔

کذب چہارم جو اُن کے ذمہ لگایا جاتا ہے۔ جس سے اُنکا بداعتقاد ہونا بھی ثابت کیا جاتا ہے۔ اس سے بھی اُنکا گنہگار رہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اور نہ بداعتقاد ہونا۔

امام رازی نے تفسیر میں فرمایا ہے۔ آپ کا یہ قول دستاروں کو ھذا ربی کہنا، دو احتمال رکھتا ہے۔

بقی ھھنا احتمالان۔ الاوّل ان یقال ھذا کلام ابراھیم بعد البلوغ ولٰکن لیس الغرض منه اثبات ربوبیة الکواکب وکان مذھبھم ان الکواکب ربھم والھم فذکر ابراھیم ذٰلک القول الذی قالوہ بلفظھم وعبارتھم حتی یرجع الیه فیبطله ومثاله ان الواحد منا اذا ناظر من یقول بقدم الجسم فیقول الجسم قدیم والوجه الثانی فی لتاویل معناہ ھذا ربی فی زعمکم واعتقادکم ونظیرہ ان یقول الوحد للمجسم علی سبیل الاستھزاء ان الٰھه جسم محدود ای فی زعمه واعتقادہ۔ قال تعالٰی و

احتمال اوّل یہ کہ یہ قول حضرت ابراہیم نے حد کمال کو پہنچنے کے بعد فرمایا ہو۔ لیکن اس صورت میں آپ کی غرض اس قول سے یہ نہیں کہ ستاروں کا رب ہونا ثابت کریں بلکہ سات تاویلات و وجوہات سے کوئی نہ کوئی اس قول کی وجہ تاویل ہوسکتی ہے اوّل یہ ہے کہ آپ کا مباحثہ اُن لوگوں سے تھا جو ستاروں کو رب اور معبود سمجھتے تھے۔ اس قول میں آپ نے اُنہی کا قول انکے الفاظ میں نقل کیا۔ تاکہ پھر اس قول کا رد کریں جو آخر کیا۔ اسکی مثال یہ ہے کہ ہم کسی جسم کو قدیم ماننے والے سے مباحثہ کرتے ہیں تو پہلے یہ کہتے ہیں کہ جسم قدیم ہے۔ پھر اوس کو دلائل سے باطل کرتے ہیں۔

وجہ دوم۔ یہ کہ اس قول کے معنے یہ ہوں کہ یہ ستارہ تمہارے خیال میں رب ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وانظر الى الهك الذى ظلت
عليه عاكفا۔ وقال تعالى يوم
يناديهم فيقول اين شركائى۔ و
كان صلوات الله عليه يقول
يا اله الالهه والمراد انه تعالى
اله الالهة فى زعمهم وقال
ذق انك انت العزيز الكريم
الوجه السادس انه صلى الله عليه
وسلم اراد ان يبطل قولهم بربوبية
الكواكب الا انه لو صرح بالدعوة
الى الله لم يقبلوا ولم يلتفتوا اليه
فمال الى طريق به يستدرجهم
الى استماع الحجة وذلك بان ذكر
كلاما يوهم كونه مساعدا على
مذهبهم مع ان قلبه كان مطمئنا
بالايمان ومقصوده من ذلك
تمكنه من الدليل على ابطاله
واما الاحتمال الثانى وهو انه
ذكره قبل البلوغ وعند القرب
منه تقريره انه تعالى كان قد خص
ابراهيم بالعقل الكامل والقريحة

اسکی مثال کسی موحد کا مجسم کو ہنسی کے طور
پر یہ کہنا کہ تمہارا خدا مجسم محدود ہے یعنے
اوس کے خیال و اعتقاد میں۔
اسکی دوسری مثال حضرت موسے کا
سامری کو یہ کہنا کہ دیکھ اپنے معبود کو جس پر
تو جم رہا ہے (یعنے گوسالہ کو) میں اوسکو
جلاتا ہوں۔
تیسری مثال خدا کا فرمانا کہاں ہیں میرے
شریک (یعنے تمہارے خیال میں)
چوتھی مثال آنحضرت کا فرمانا یا الٰہ الالٰہہ
یعنے۔ جو لوگوں کے خیال میں معبود
ہیں تو اُنکا معبود ہے۔
پانچویں مثال دوزخی کو کہنا عذاب چکھ
تو عزت والا شریف ہے (یعنے اپنے خیال
میں) ایسے ہی امام نے تیسری چوتھی وجہ
بیان کیں۔ پھر فرمایا
چھٹی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اون کا
خیال ستارون کو رب سمجھنے کا باطل کرنا
چاہا۔ مگر پہلے ہی سے صاف طور پر خدا
کی طرف بلاتے تو وہ نہ سنتے۔ لہذا آپ
ایسے طریق کی طرف مایل ہے جس سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الصانیه فخطر بباله قبل بلوغه اثبات الصانع فتفکر فرأی النجم فقال هذا ربی فلما شاهد حرکته قال لا احب الآفلین ثم انه تعالی اکمل بلوغه فی اثناء هذا البحث فقال فی الحال انی بریٔ مما تشرکون۔ فهذا الاحتمال لا بأس وان کان الاحتمال الاول اولی بالقبول (تفسیر کبیر صفحہ ۱۱۱ و ۱۱۲ وغیرہ جلد ۴۔)

سہولت سے اون کو خدا کے رب ماننے کی دلیل کی طرف کھینچ لائیں پہلے انہوں نے ایک لفظ بولا جس سے وہ لوگ خیال کریں کہ یہ بھی ہمارے خیال کے موافق ہے۔ حالانکہ دل سے آپ خوب مطمئن تھے کہ انکا رب خدا تعالےٰ ہی ہے۔ اس لفظ بولنے سے آپ کا مقصود یہ تھا۔ کہ ستاروں کے رب ہونے کو باطل کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔

دوسرا احتمال کہ وہ قول اپنے قبل بلوغ بولا ہے۔ اسکی تقریر یوں ہوسکتی ہے۔ کہ آپکی طبیعت صاف اور عقل کامل خدا نے بنائی تھی۔ بلوغ کے پہلے یا اسکے قریب آپ کو اثبات خدا ثابت کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور ستارہ نظر آیا تو آپ نے اوسکو رب کہدیا جب اوسکی حرکت دیکھی تو کہا میں اوسکو نہیں چاہتا۔ اسی اثنا میں خدا نے آپ کے رشد و بلوغ کو پورا کر دیا۔ تو آپ نے فوراً کہدیا۔ اے قوم میں ان سب سے بیزار ہوں جن کو تم شریک خدا بتاتے ہو۔ اس احتمال میں بھی کوئی برائی نہیں۔ اگرچہ پہلا احتمال زیادہ لائق قبول ہے۔

الحاصل یہ قول اگر آپ کے زمانہ نبوت و کمال کے بعد واقعہ ہوا۔ فرض کریں تو اوسکے عمدہ محامل و معانی پیدا ہوسکتے ہیں۔ جو امام رازی نے بیان کئے ہیں اور اگر یہ نبوت سے پہلے اور زمانہ بلوغ سے پیشتر تلاش حق کے وقت کا ہے تو بھی کسی غرض کا محل نہیں ہے۔ اور نہ اس سے عصمت ہرگز نہیں ہوسکتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعض مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم جب پیدا ہوئے۔ تو بخوف قتل کے جو اسوقت کے بادشاہ نمرود کے حکم سے جاری تھا۔ وہ ایک غار چھپائے گئے تھے اور وہیں پرورش پائی۔ جب وہاں سے نکلے تو وہ رات کا وقت تھا۔ آپ کی نظر پہلے ستارہ پر پڑی۔ پھر چاند نکلا تو دیکھا۔ پھر دن نکلا تو سورج نظر آیا تب آپ نے وہ کلمہ فرمائے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس قصہ کا بارہ دلائل سے ابطال کیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ یہ قول آپ نے قوم کے مباحثہ و مقابلہ میں کہا ہے۔ یا کمال بلوغ سے پہلے تلاش حق کے وقت چنانچہ منقول ہوا۔

ازانجملہ قصہ حضرت موسے ہے۔ کہ آپ نے ایک قبطی کو مکا مار کر قتل کیا۔ اور اسکو عمل شیطان بتایا۔ پھر خدا سے اس قصور کی بخشش مانگی تو قصور معاف ہوا اسکو عصمت کہتے ہیں یہ فعل موسے کبیرہ گناہ ہو

> فوکزه موسی فقضی علیه قال هذا من عمل الشیطان انه عدو مضل مبین (قصص ع-۲-)

اسی واسطے حضرت موسے نے شفاعت کے موقعہ پر اس فعل کو یاد کر کے اپنے لائق شفاعت ہونے سے انکار کرینگے۔ چنانچہ حدیث شفاعت میں آچکا ہے۔

اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ قتل عمداً واقعہ نہیں ہوا۔ اور ایک مکہ سے غالباً آدمی مارا بھی نہیں جاتا۔ حضرت موسے نے اس فعل سے صرف مقتول کو ایک مظلوم پر حملہ کرنے سے روکنا چاہا تھا۔ نہ مار ڈالنا وہ کمزور ہونے کے سبب مکہ سے مرگیا تو اس میں حضرت موسے کا گناہ ثابت نہیں ہوتا۔ اور اگر ہو بھی تو یہ فعل آپکا نبوت سے پہلے تھا۔ یہ امر نص قرآن

> لم یقصد موسی قتل القبطی وانما قصد دفعه فاتی ذالك علی نفسه خطاء فندم ودفنه فی الرمل والوکزة لا تقتل غالبا۔ هذه التاویلات محافظة علی ما تقدم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من عصمت الانبياء ولاشك انهم
معصومون عن الكبائر والقتل
الواقع منه لم يكن عن عمد. فليس
كبيرة لان الوكزة غالبا لا تقتل و
قيل بل كان من قبيل
دفع الصائل وهو لا اثم فيه
(فتح البيان صفحه ۴۲۵ و ۴۲۶ - جلد - ۴ -)

قتلتها اذا وانا من الضالين اى
الجاهلين قال ابن عباس نفى عن
نفسه الكفر وانه فعل ذلك على
الجهل قبل ان ياتيه العلم الذى
علمه الله (فتح البيان ص۳ جلد - ۳ -)

على انا ان سلمنا دلالة هذه الاية
على صدور المعصية لكنا بينا انه
لا دليل على انه كان رسولا فى
ذلك الوقت فيكون ذلك صادرًا
منه قبل النبوة وذلك لا نزاع فيه
(تفسير كبير ص۹۵ جلد - ۶ -)

سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورہ شعرا میں بیان
ہے کہ فرعون نے موسےؑ کو اس قتل کا
الزام دیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ مجھ سے
جس وقت اس قتل کا وقوع ہوا ہے۔ اسوقت
میں بھولا ہوا یا نادان تھا۔ (خدا نے مجھے
وہ علم نہ دیا تھا۔ جو بعد میں آیا) پس خدا نے
مجھے حکم عطا کیا اور رسولوں میں داخل کیا
اس صورت میں یہ فعل کسی اعتراض کا محل
نہیں ہوسکتا۔ اور اس سے عصمت موسےؑ
علیہ السلام کا ابطال نہیں ہوسکتا۔
اب رہا سوال کہ حضرت موسےؑ نے اس فعل کو
گناہ اور ظلم سمجھا۔ اور دنیا میں اس سے معافی
طلب کی۔ اور قیامت میں اسکے سبب
وہ لائق شفاعت ہونے سے انکار کرینگے
اسکا وہی جواب ہے کہ اونکا ایسا کرنا
انکے کمال درجہ اتقا و منصب نبوت کے
تقاضا سے ہے۔ بحکم حسنات الابرار
سیئات المقربین انہوں نے ایک جائز

اور بلحاظ نیت ایک بہتر فعل کو گناہ سمجھا۔ اس سے دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ کہ وہ اس فعل
کو گناہ کہے۔ اور اس سے انکی عصمت پر قدح و اعتراض کرے۔

از انجملہ حضرت یوسفؑ ہیں۔ جسکا بیان ہے کہ عزیز کی عورت (زلیخا)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ولقد همت به وهم بها لولا ان رأی برهان ربه کذلک لنصرف عنه السوء والفحشاء انه من عبادنا المخلصین (یوسف ع-۳-۱۲)

نے یوسف کو چاہا۔ اور اس نے اس عورت کو چاہا۔ اگر یہ نہوتا کہ اُسنے خدا کی دلیل دیکھی یہ اسلئے ہوا کہ ہم اس سے برائی اور بیحیائی کو پھیر لیں۔

منکرین عصمت بدست آویز نقل و بیان

تفسیر واحدی وغیرہ کہتے ہیں کہ حضرت یوسف زلیخا سے فعل بد پر آمادہ ہوگئے تھے خدا نے اون کو جبراً اس فعل سے ہٹایا۔ اور بچایا۔ اون کی طرف سے تو عصمت میں فرق آچکا تھا۔ اسیوجہ سے انھوں نے کہا ہے۔ کہ میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا یہ نفس بُرائی کا حکم کرنے والا ہے۔

اسکا جواب امام رازی نے تفسیر کبیر میں عمدہ تفصیل سے دیا ہے۔ اور واحدی وغیرہ کی نقل و بیان کا اچھی طرح سے ابطال کیا ہے۔ (جزاہ اللہ خیرا) ہم واحدی وغیرہ کی اس لغو وبیہودہ روایات کو اسمقام میں تفصیل نقل کرنا۔ پھر اسکا جواب دینا فضول جانتے ہیں جو دیکھنے کا شایق ہو وہ تفسیر کبیر ملاحظہ کرے۔

اسمقام میں ہم صرف وہ آیات قرآن نقل کرتے ہیں جنسے حضرت یوسف کی اس فعل سے برأت ثابت ہوتی ہے۔ نہ کوئی امر خلاف عصمت اوّل تو یہی آیت جس سے منکرین کا تمسک ہوا ہے۔ حضرت یوسف کی برأت کی دلیل ہے۔ اسکا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ عورت نے یوسف کو چاہا۔ یوسف بھی چاہتا۔ اگر یہ نہ ہوتا کہ اوس نے خدا کی دلیل (رہنمائی کرنے والی بات) دیکھ لی یعنے خدا تعالےٰ نے اوسکے دل میں اپنی خشیت اور یہ خیال پیدا کیا۔ کہ یہ فعل جو زلیخا چاہتی ہے بد ہے۔ اور غیر کی عورت سے خصوصاً جو محسن و مربی کی ہو اس فعل کا قصد کرنا ظلم ہے۔ اور خدا کو ظلم پسند نہیں ہے۔ اسی معنی آیت کی تائید اس سے پہلی آیت سے ہے جسمیں بیان ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وراودته التی هو فی بیتها عن نفسه وغلقت الابواب وقالت هیت لک قال معاذ الله انه ربی احسن مثوای انه لا یفلح الظلمون (یوسف - ع ۲)	اس عورت نے جس کے گھر میں وہ تھا اسکے نفس کا مطالبہ کیا - اور دروازے بند کر دیئے - اور بولی آ میں تجھے کہتے ہوں - وہ بولا خدا کی پناہ وہ (یعنی تیرا شوہر) میرا مربی ہے (میں سمجھے چاہکر ظالم ہوں؟) ظالم نجات نہیں پاتے -

آیت زیر بحث میں اسی امر کی حکایت ہوئی ہے - اور یہ بات فرمائی گئی ہے کہ زلیخا نے تو بہت چاہا - اور اسکا سامان بھی کیا - مگر یوسف نے نہ چاہا - اور اس سے انکار کیا - وہ بھی چاہتا اگر خدا انکو وہ اپنی دلیل نہ سوجھاتا - اس معنے و تفسیر کی رو سے لولا ان رای شرط موخر ہے اور ھم بھا اوسکی جزا و مقدم - اور اگر اس آیت زیر بحث کو پہلی آیت کی حکایت اور اوسکے مضمون کی مؤید نہ کہیں بلکہ مطابق زعم منکرین عصمت اس آیت کو پہلی آیت کے مخالف اور اوس کے مضمون کی مکذب قرار دیں اور کہیں کہ پہلی آیت میں خدا نے حضرت یوسف کی برات ظاہر کی تھی اور اس دوسری آیت میں اوسکے برخلاف انکا ارادہ ارتکاب گناہ بتایا ہے - تو اس صورت علاوہ تناقض و تضاد مضمون دونو آیتوں کے ایک بڑا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ اگر اس آیت سے مضمون پہلی آیت کے برخلاف حضرت یوسف کے مرتکب گناہ ہونے کا قصد و ارادہ بتانا منظور تھا - تو پھر اس آیت کے اخیر میں حضرت یوسف کی تعریف کیوں کر دی کہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا - اور ہمنے اوس سے برائی اور بیحیائی کو دور کرنا چاہا - یہ بھی کوئی عاقل کرتا ہے کہ معصوم کی برائی بیان کرتا ہو - اور کر دیں تعریف چہ جائے رب العالمین احکم الحاکمین اس نکتہ کو وہ لوگ جنہوں نے ھم بہ سے حضرت یوسف کے ارادہ و قصد گناہ کے معنے مراد بتاتے ہیں سمجھتے [illegible] اوسکی جزا وھم بھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کومقدم کہنے پر زجاج نحوی نے دو اعتراض کئے تھے (۱) فصیح محاورہ عرب میں لولا کا جواب مقدم نہیں ہوتا۔ (۲) اسکے جواب میں لام آتا ہے جو آیت میں نہیں ہے

امام رازی نے ان دونوں کا جواب تفسیر کبیر میں یہ دیا ہے۔ کہ قرآن کی دوسری

ثم انا نذکر آیة اخری تدل علی فساد قول الزجاج فی هذین السوالین وهو قوله تعالی ان کادت لتبدی به لولا ان ربطنا علی قلبها (قصص ع ۱)

آیت میں یہ دونو امر پائے گئے ہیں جسمیں یہ بیان ہے کہ بیشک قریب تھا کہ موسی کی ماں اسکا حال ظاہر کردیتی۔ اگر نہ ہوتا یہ کہ ہمنے اسکے دل کو مضبوط رکھا۔

اس جواب کے مؤید عرب کے پرانے اشعار بھی موجود ہیں جنمیں لولا کا جواب مقدم ہوا ہے اور لام سے خالی ہے

امرء القیس کا شعر ہے یغالین فیه الجزء لولا هواجر ÷ جنادبها صرعی لهن فصیص

(العقد الثمین فی دواوین الشعراء الجاهلین صفحہ ۱۲۶)

زہیر کا شعر ہے۔ الجأ فی غیرهم لولا مآثره ÷ وصبره نفسه والحرب تستعر

(العقد الثمین فی دواوین الشعراء الجاهلین صفحہ ۵۹)

متنبی کا ایک شعر ہے۔ لعبت بمشیته الشمول وجردت ÷ صنما من الاصنام لولا الروح

(دیوان متنبی صفحہ [illegible])   اوسیکا دوسرا شعر ہے۔

ولا ینفع الامکان لولا سخائه ÷ وهل نافع لولا الاكف القنا السمر (دیوان متنبی صفحہ ۱۰۹)

ان چاروں شعروں میں جزاء لولا پر مقدم بھی ہے۔ اور لام سے بھی معرّا ہے

اس آیت زیر بحث کے مابعد کی آیت میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ دونو دروازہ کو دوڑے

واستبقا الباب وقدت قمیصه من دبر والفیا سیدها لدی الباب۔ قالت ما جزاء من اراد

(یعنے آگے یوسف پیچھے زلیخا) اور زلیخا نے پیچھے سے یوسف کا کرتہ (کھینچکر) پھاڑ دیا۔ اور دروازہ کے پاس میاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بِاَهْلِكَ سُوٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ
عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا
اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ
فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ
وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ
فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ
فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ
قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ
كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۔ يُوْسُفُ اَعْرِضْ
عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ
اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ؀

(سورہ یوسف ۔ ع ۔ ۳ ۔)

(عزیز مصر) کو پایا۔ زلیخا بولی جس نے تیری گھر والی سے برائی کا ارادہ کیا ہے۔ اوسکی سزا یہی ہے کہ وہ قید کیا جاوے۔ یا اوسکو دکھ کی مار ہو۔ یوسف نے کہا اسی نے مجھ سے اس فعل کا مطالبہ کیا ہے۔ اسکے گھر میں سے ایک گواہ بولا۔ اگر کورتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے (جس سے یوسف کا سامنے کو آنا ثابت ہوتا ہے) تو زلیخا سچی ہے۔ اور اگر پیچھے سے پھٹا ہے (جس سے یوسف کا پیٹھ دیکر بھاگنا ثابت ہوتا ہے) تو یوسف سچا ہے۔ اور جب اوس نے کورتہ کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو بولا (اے عورت) یہ تمہارا ہی مکر ہے۔ تمہارے مکر بڑے ہوتے ہیں۔ اے یوسف تو ایسے قصہ کو جانے دے۔ اے زلیخا تو گناہ کی بخشش مانگ خطار کار تو ہے

ان آیات میں چار شہادتیں اور حضرت یوسف کی برات پر بیان ہوئی ہیں۔

(۱) حضرت یوسف کا زلیخا سے بھاگ کر دوڑنا۔ اور زلیخا کا پیچھے بھاگ کر کورتہ کو پھاڑنا (۲) اور گھر میں سے ایک گواہ کا حضرت یوسف کو بری کرنا (۳) پھر حضرت یوسف کا عزیز کے سامنے اس فعل کے ارادہ سے انکار کرنا۔ (۴) اور عزیز کا اوسکو تصدیق کرکے زلیخا کو خطا کار ٹھیرانا۔ پھر خاتمہ قصہ پر ارشاد ہوا ہے۔ کہ

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ
يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ

جب عزیز یا بادشاہ نے عورتوں سے جنہوں نے یوسف کو دیکھ کر بیخودی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ما علمنا عليه من سوء قالت امرأة العزيز الآن حصحص الحق انا راودته عن نفسه وانه لمن الصدقين (يوسف - ع - ٦)

اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، پوچھا تو وہ بولیں ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہیں دیکھی تب زلیخا نے کہا اب حق کھل گیا میں نے ہی اس سے اس فعل کا مطالبہ کیا تھا اور وہ سچا ہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں ان آیات سے وضاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے

الرابع ان كل من له تعلق بتلك الواقعة فقد شهد ببراءة يوسف عليه السلام من المعصية واعلم ان الذين هم تعلق بهذه الواقعة يوسف عليه السلام وتلك المرأة وزوجها والنسوة والشهود ورب العلمين شهد ببراءته عن الذنب وابليس اقر ايضا ببراءته عن المعصية فاذا كان الامر كذلك فحينئذ لم يبق للمسلم توقف في هذا الباب الى ان فصلها ثم قال وعند هذا فنقول ان هؤلاء الجهال الذين نسبوا الى يوسف هذه الفضيحة ان كانوا من اتباع دين الله فليقبلوا شهادة الله على

کہ یوسف علیہ السلام اس جرم سے بری تھے اور کہا ہے کہ جس شخص کو اس واقعہ سے تعلق تھا انہوں نے حضرت یوسف کی برأت کی شہادت دی ہے اس واقعہ کے والے حضرت یوسف علیہ السلام خود ہیں زلیخا - اور وہ عورتیں جنہوں نے یوسف کو دیکھ کر بے خودی سے ہاتھ کاٹ لیے تھے اور گواہ گھر کا اور خود رب العلمین اور شیطان پھر ان سب کی شہادتوں کو بیان کیا اور ان آیتوں کے جو ان کی شہادتیں ہیں ان شہادتوں کو نا جیلے شیطان کی شہادت میں وہ آیت پیش کی جس میں شیطان کا یہ قول بیان ہے - کہ تیرے مخلص بندوں پر میرا زور نہیں چلتا - اور قرآن سے یہ نقل کیا کہ یوسف مخلص بندوں سے تھا - پھر امام نے فرمایا کہ ایسے جو شخص دین سے تعلق رکھتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طهارته ذالکان تواما من اتباع ابلیس فلیقبلوا شهادة ابلیس علی طهارته (تفسیر کبیر صـ۱۷۱ جلد ۵)	وہ خدا کی شہادت قبول کرتے ۔ اور جو شیطان کا پیرو ہے وہ شیطان کی گواہی مانتے ۔ اب رہا یہ سوال کہ اگر حضرت یوسف

اس معاملہ میں بالکل بے گناہ تھے ۔ اور انہوں نے ارادہ فعل بھی نہ کیا تو پھر کیوں کہا کہ میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا ۔ یہ نفس برائی کا حکم کرنے والا ہے" سو اسکا جواب یہ ہے کہ انکا کہنا ان غیر معصیم خطرات اور غیر اختیاری حالات کی نظر سے تھا ۔ جو انسان کے دل میں ایک چیز مرغوب طبع دیکھ کر پیدا ہو جاتے ہیں ۔ مگر خدا کے خوف و تقوے سے وہ روک لئے جاتے ہیں ۔ اور ایسے خطرات موجب گناہ و محل مواخذہ نہیں ہوتے حضرت یوسف سے ھم واقعہ ہونے بھی اگر اُسکو لولا کی خبر مقدم قرار نہ دیں یہی ھم مراد لے یہ قصد اور عزم مصمم

امام رازی نے تفسیر کبیر میں کہا ہے بصورت تسلیم اس امر کے کہ حضرت

الثالث ان یفسر الهم بحدیث النفس وذلك لان المرأة الفائقة فی الحسن والجمال اذا تزینت و تهیئت للرجل الشاب القوے فلابد وان یقع هناك بین الحکمة والشهوة الطبعیة وبین النفس و العقل مجاذبات ومنازعات فتارة تقوی جانب داعیة الطبعیة والشهوة وتارة داعیة العقل والحکمة فالهم عبارة عن جاذبة	یوسف سے ھم واقعہ ہوا ۔ ھم کی تفسیر دل کے خیالات و خطرات ہیں ۔ کیونکہ جب خوبصورت عورت کسی قوی اور جوان مرد کے لئے بن ٹھن کر طیار ہوتی ہے تو ایسے موقع پر دانائی اور خواہش طبعی اور نفس اور عقل میں کھینچا کھانچی ہوتی ہے ۔ پھر کبھی طبعیت کا داعیہ و تقاضا غالب ہو جاتا ہے ۔ کبھی عقل و دانائی کا بس یہاں ھم سے وہی جاذبہ طبعیت کا مراد ہے ۔ اور دلیل دیکھنے سے جاذبہ قبولیت دعوت کا ... کی مثال یہ کہ جب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الطبيعة وردية البرهان عبارة
عن جواذب العبودية ومثال
ذلك ان الرجل الصالح الصائم
في الصيف الصائف اذا رأى
الجلاب المبرد بالثلج فان طبيعته
تحمله على شربه الا ان دينه و
هداه يمنعه منه فهذا لا يدل
على حصول الذنب بل كلما
كانت هذه الحالة اشد كانت
القوة للوازم العبودية اقوى
واكمل (تفسیر کبیر صفحہ ۲۰ جلد ۵)
وفي البيضاوي المراد بهمه
عليه السلام ميل الطبع ومنازعة
الشهوة لا القصد الاختياري و
ذلك مما لا يدخل تحت التكليف
بل الحقيق بالمدح والاجر الجزيل
من الله من يكف نفسه عن الفعل
عند قيام الهم (فتح البیان صفحہ ۵۱۲)
وذا النون اذ ذهب مغاضبا
فظن ان لن نقدر عليه فنادى
في الظلمات ان لا اله الا انت سبحانك

ایک نیک شخص روزہ دار سخت گرمی
کے موسم میں ٹھنڈا پانی برف ملی ہوئی دیکھتا ہے
تو اوسکا جی اوسکو پی لینے کو چاہتا ہے
مگر اوس کا دین اس سے مانع ہوتا ہے
ایسی خواہش بے اختیاری جسکو روکا جائے
گناہ نہیں ہوتی۔ بلکہ جسقدر ایسی حالت زیادہ
ہو۔ اسیقدر لوازم عبودیت کو قوت
حاصل ہوتی ہے۔
بیضاوی میں کہا ہے۔ حضرت یوسف
کے ہم سے یہی میلان طبعی اور خواہش
کی منازعت مراد ہے نہ اختیاری اور
مصمم قصد ایسی خواہش طبعی محل تکلیف نہیں
ہے۔ بلکہ وہ شخص لائق مدح وسزا اور
اجر ہوتا ہے جو اپنے کو ایسی خواہش و
خیالات پیدا ہونے کے روکتا ہے
وازانجملہ قصہ حضرت یونس
علیہ السلام ہے جسکا آیت مفصل
حاشیہ میں بیان ہے۔ اور اوس کا ترجمہ
منکرین عصمت یوں کرتے ہیں۔ یونس کا حال
سناوی جبکہ وہ خدا تعالے سے خفہ ہو کر قوم
کے بیچ میں سے نکل گیا پس اوس نے گمان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انی کنت من الظالمین (سورہ انبیاء ع ۶)	کیا کہ ہم اسپر قدرت و قابو نہ پائیں گے

پس اوسنے اندھیروں میں خدا کو پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں ظالموں سے ہوں

منکرین عصمت کہتے ہیں حضرت یونس کا گنہگار ہونا اس آیت اور دیگر آیات سے بچند وجوہ ثابت ہوتا ہے (۱) وہ خدا تعالےٰ سے خفہ ہو گئے جو صریح گناہ (۲) انہوں نے سمجھا۔ کہ اب خدا کے قابو میں نہ آئیں گے جو کفر ہے۔ (۳) انہوں نے اس آئت میں اپنے آپ کو ظالم کہا جو گنہگار کو کہا جاتا ہے (۴) وہ گنہگار نہ ہوتے تو مچھلی کے پیٹ میں کیوں ڈالے جاتے۔ (۵) ایک اور آیت میں ہے کہ وہ اپنے نفس کو ملامت کرتے تھے۔ اور ملامت گناہ پر ہوتی ہے۔ (۶ و ۷) اور آیات میں آنحضرت کو فرمایا گیا ہے کہ تو خدا کے حکم پر صابر رہ جیسے اولو العزم رسول جمے رہے ہیں۔ اور تو یونس کیطرح بے صبر ہو جائیو۔ منکرین کہتے ہیں قوم کو چھوڑ کر نکل جانا بھی بے صبری اور گناہ تھا۔

اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت یونس خدا تعالےٰ سے خفہ ہونا اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا۔ ان کا غصہ ہونا قوم پر تھا۔ یا بادشاہ وقت پر یا دونوں پر۔ اور قوم پر غصہ کرنا یا انکو چھوڑ کر چلا جانا گناہ نہ تھا۔ جیسا کہ منکرین کو دعوےٰ ہے۔ کیونکہ تعالیٰ نے انکو اس فعل سے منع کیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے اس فعل کو جائز خیال کیا۔ لیکن افضل امر یہی تھا کہ وہ قوم کے انکار و اصرار پر صبر کرتے۔ اور آپ نے منتصف ہو کر بلا اذن الٰہی اون کو چھوڑ نہ جاتے اسی امر افضل کا آنحضرت کو ارشاد ہوا ہے کہ تو یونس کی طرح نہ کریو۔ اولو العزم رسولوں کی مانند صبر کو اختیار کریو۔ اس ارشاد میں خدا تعالےٰ نے آنحضرت کو افضل و اعلےٰ درجہ پہ پہنچانا چاہا۔ اور حضرت یونس نے خدا تعالےٰ کے حق میں یہ گمان نہ کیا تھا۔ کہ وہ خدا کے قابو یا قدرت میں نہ آئیں گے۔ یہ منکرین عصمت کے ترجمہ کی غلطی ہے۔ لن نقدر قدرت سے مشتق نہیں بلکہ قدر سے ہے۔ جو تنگی کے معنے رکھتا ہے۔ اور اس لفظ کے یہ معنے ہیں کہ انہوں نے گمان کیا کہ ہم سے اس چلے جانے کے سبب کوئی تنگی و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

و مواخذہ نہ کریں گے۔ ان جوابات کی تفصیل ہم بہ نقل تفسیر کبیر اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۱۶ میں بصفحہ ۸۶ وغیرہ کر چکے ہیں۔ اس مقام میں اُنکا اعادہ نہیں کرتے اور حضرت یونس علیہ السلام کا اس فعل میں اپنے آپ کو ظالم کہنا اور ملامت کرنا۔ انکے کمال درجہ انقار کے سبب تھا۔ اتقیا رمقربین اپنی ترک افضل کو بھی گناہ سمجھتے ہیں۔ اور

لاشك انه كان تاركاً للافضل مع القدرة على تحصيل الافضل فكان ظلماً۔ ان الملامة كانت بسبب ترك الافضل اما قوله كنت من الظلمين فالمعنے ظلمت نفسي بفرا ہي من قومي بغيرا ذنك كانه قال كنت من الظلمين وانا الان من التائبين والنادمين۔ (تفسیر کبیر ص ۱۹۰ وغیرہ۔ جلد ۶)

اوسپر ویسے ہی نادم ہوتے اور اپنے نفس کو ملامت کرتے ہیں جیسے عام مسلمان بڑے گناہوں پر۔
اور مچھلی کے پیٹ میں انکا رہنا بھی انکے علو درجہ کی نظر سے تھا۔ بڑوں کا چھوٹا قصور بھی چھوٹوں کے بڑے قصور کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ بالجملہ حضرت یونس نے قوم کو چھوڑ جانے میں کسی امر یا نہی کا خلاف نہیں کیا (جسکو گناہ کہا جائے) صرف ترک افضل کیا۔ جسپر اون کے عالی مرتبہ کے موافق سخت مؤاخذہ ہوا۔ اور جو فعل گناہ صریح (خدا پر غصہ کرنا یا خدا کو قابو پانے سے عاجز جاننا) آپ کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ یہ منکرین عصمت کی غلط فہمی ہے اس سے حضرت یونس علیہ السلام پاک تھے۔ لہذا اس آیت سے اون کی عدم عصمت ثابت نہیں ہوتی۔

واز انجملہ قصہ حضرت داؤد علیہ السلام ہے۔ جسکا آیت میں بیان ہے کہ داؤد

وهل اتاك نبأ الخصم اذ تسوروا المحراب اذ دخلوا على داؤد

کے پاس دو جھگڑنے والے دیوار کود کر آئے اور بولے (ہم میں سے) ایک نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ففزع منهم قالوا لاتخف خصمان بغی بعضنا علی بعض الآیۃ
(سورہ ص۔ ع ۲)

دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ یہ میرا بھائی ہے اسکی ننانوے دنبیاں ہیں۔ اور میرے پاس صرف ایک دنبی۔ یہ کہتا ہے یہ ایک بھی) میرے حوالہ کر دے۔ اور مجھ پر بات میں زیادتی کرتا ہے۔ داؤد بولے اسنے تجھ پر ظلم کیا ہے کہ تیری دنبی بھی مانگتا ہے۔ اور اکثر شریک ایسا ہی ظلم کیا کرتے ہیں۔ پر جو مومن اور نیک ہوں۔ اور ایسے تھوڑے ہوتے ہیں۔ (یہ کہکر) داؤد سمجھا کہ ہمنے (اس فیصلہ سے) اوسکو جانچا ہے۔ پھر بخشش مانگنے لگا اپنے رب سے اور جھک کر گر گیا۔ اور رجوع ہوا۔

منکرین عصمت کہتے ہیں کہ حضرت داؤد ایک شخص اوریا کی عورت پر عاشق ہوگئے اور اوسکو بار بار لڑائی میں بھیجوا کر قتل کرا کے اس عورت کو نکاح میں لائے۔ جسپر خداتعالےٰ نے ان دو فرشتوں کو حضرت داؤد کے پاس بھیجوایا جنھوں نے بطور فرضی تمثیل کے وہ سوال کیا۔ جب وہ جواب دیچکے تو انہوں نے کہدیا کہ تمنے اپنے نفس کا خود فیصلہ کر دیا ہے۔ جسپر آپ نادم ہوئے اور بخشش مانگنے لگے۔

یہ قصہ اسطور پر بلکہ اس سے بڑھ کر برائیوں اور بیحیائیوں کا متضمن بیئبل میں آیا ہے اوسی سے بعض اخباری مسلمانوں نے جو اہل کتاب سے روایت کرنے کے عادی تھے اس قصہ کو نقل کیا ہے اور اُن سے مفسروں نے اخذ کر کے اسلامی تفسیروں میں اسکو داخل کر دیا ہے۔ جو ناواقف مسلمانوں کے ابتلا کا باعث ہوا ہے۔

محققین اسلام کیا محدثین اور کیا مفسرین اس قصہ کو اس عنوان و بیان سے کذب اور یہودیوں کا افترا جانتے ہیں۔ اور بدلائل عقلیہ و نقلیہ اسکو رد کرتے ہیں۔

علامہ زمخشری صاحب **تفسیر کشاف** نے جو مشہور مفسر ہے۔ اس قصہ کو نقل کر کے کہا ہے یہ قصہ اور جو اوس کی نقل ہو علی الخصوص ادنے مسلمان سے جو صلاحیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قال صاحب الکشاف بعد ذکر
هذه القصة هذا ونحوه مما یقبح
ان یحدث به عن بعض المتسمین
بالصلاح من افناء المسلمین فضلا
عن بعض اعلام الانبیاء (کشاف
صفحه ۱۲۳۹)
وقال القاضی عیاض لا یجوز ان
یلتفت الی ما سطره الاخباریون
من اهل الکتاب الذین بدلوا و
غیروا ونقله بعض المفسرین و
لم ینص الله علی شئ من ذلک ولا
ورد فی حدیث صحیح والذی نص
علیه الله فی قصة داؤد وظن داؤد
انما فتناه ولیس فی قصة داؤد
واوریا خبر ثابت وهذا هو الذی
ینبغی ان یعول علیه من امر داؤد
وعن علی بن ابی طالب انه قال
من حدثکم بحدیث داؤد علی ما
یرویه القصاص جلدته مائة
وثمانین جلدة وهو حد الفریة علی
الانبیاء (فتح البیان صفحه ۱۶۳ جلد ۷)

کی صفت ونشان رکھتا ہو روایت کرنا
ایک قبیح امر ہے۔ چہ جائے انبیاء اعلام
قاضی عیاض نے جو بڑے مشہور
محدث تھے فرمایا ہے کہ جو اہل کتاب سے
وجنھوں نے اپنی کتابوں کو بدل دیا ہے
روایات نقل کرنے والے اخباریوں نے
لکھا ہے اور اوسکو بعض مفسرین نے نقل
کیا ہے۔ اسکی طرف التفات و توجہ کرنا
جائز نہیں ہے۔ اسباب میں خدا تعالی
نے قرآن میں کچھ فرمایا ہے۔ نہ حدیث
میں آیا ہے۔ قرآن میں صرف اتنا ہے
کہ داؤد نے سمجھ لیا کہ ہم نے اونکو جانچا
اور قصہ داؤد و اوریا میں کوئی حدیث
نہیں ہے۔ اور یہی امر لایق اعتماد کرنے کے
حضرت علی مرتضی سے منقول ہے کہ
آپ نے فرمایا جو شخص داؤد کا وہ قصہ
بیان کرے گا۔ جو قصہ گو بیان کرتے ہیں
اوس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا
جو نبیوں پر تہمت کرنے کی سزا ہے
ایسا ہی فتح البیان میں ہے۔
ابو السعود مفسر نے یہ قصہ مشہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وانما ما يذكر من انه ** فذلك مبتدع مكروه ۔ ومكر مخترع بئس ما مكروه تمجه الاسماع وتنفر عنه الطباع ويل لمن ابتدعه واشاعه وتبا لمن اخترعه واذاعه

(تفسیر ابو السعود صفحہ ۱۵۶ جلد ۷)

عنوان سے نقل کرکے کہا ہے۔ کہ یہ کذب ہے، مکروہ بدعت اور مکر ہے اپنا گھڑا ہوا کان اس کو دفع کرتے ہیں۔ یعنے سن نہیں سکتے۔ طبیعتیں اس سے متنفر ہوتی ہیں اسکو خرابی یا عذاب جہنم ہو جسنے ایسی یہ بدعت نکالی ہے۔ اور ہلاکت ہو جسنے اسکو از خود گھڑا اور شائع کیا۔ پھر وہ قول علی مرتضیٰ نقل کیا۔ جو فتح البیان سے منقول ہوا

امام رازی نے تفسیر کبیر میں بہت شدت کے ساتھ اس قصہ کا رد کیا ہے

والذی اذهب اليه وادين الله به ان ذلك باطل ويدل عليه وجوه الاول ان هذه الحكاية لو نسبت الى افسق الناس واشدهم فجورا لاستنكف منها والرجل الحشوي الخبيث الذي يقرر تلك القصة لو نسب لمثل هذا العمل لبالغ فی تنزيه نفسه وربما لعن من ينسبه اليها واذا كان كذلك فكيف يليق بالعاقل نسبة المعصوم اليه الثاني ان حاصل القصة يرجع الى امرين الى السعي في قتل

اور کہا ہے۔ ہمارا دین و ایمان یہی ہے کہ یہ قصہ باطل ہے اور دس دلائل عقلی و نقلی اور بیس شواہد قرآنی سے اسکا ابطال کیا ہے آپ فرماتے ہیں یہ قصہ کئی وجوہات سے باطل ہے۔ وجہ اول یہ کہ ایسی بات کسی بڑے فاسق و سخت بدکار کیطرف منسوب ہو تو وہ بھی اس سے نفرت کرے وہ خبیث حشوی جو اس قصہ کو ثابت بتاتا ہے اوسکی طرف ایسا عمل منسوب ہو تو وہ اپنی پاکی اور صفائی میں بڑی کوشش کرے اور کہنے والے کو لعنت کرے جب وہ اپنے نفس کے لئے اسکی نسبت کو پسند نہیں کرتا تو ایک نبی معصوم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رجل مسلم والى الطمع فى
زوجته اما الاول فامر منكر
قال صلى الله عليه وسلم من سعى
فى قتل رجل مسلم ولو بشطر
كلمة جاء يوم القيمة مكتوب
بين عينيه آيس من رحمة الله
واما الثانى فمنكر عظيم قال
صلى الله عليه وسلم المسلم من سلم
المسلمون من لسانه ويده
واوريا لم يسلم من داود لا
فى روحه ولا فى منكوحه
الثالث ان الله تعالى وصف
داود قبل هذه القصة بالصفات
العشرة المذكورة ووصفه ايضا
بصفات كثيرة بعد ذكر هذه
القصة وكل هذه الصفات
ينافى كونه عليه السلام موصوفا
بهذا الفعل المنكر والعمل القبيح
ولا باس باعادة هذه الصفات
لاجل المبالغة فى البيان فنقول
اما الصفة الاولى فهى انه تعالى

کی طرف اُنکی نسبت کیونکر مناسب ہے
وجہ دوم یہ کہ اس قصہ میں دو امر بیان
ہوئے ہیں۔ ایک مسلمانوں کو قتل کرنا
دوسرا اسکی زوجہ کی طمع کرنا۔ پہلا تو ایسا بد ہے
کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جو کسی مسلمان کے
قتل میں کوشش کریگا۔ آدہا ہی کلمہ کہکر
کیوں نہ ہو۔ قیامت کو وہ ایسی صورت
میں آئیگا کہ اوسکی دو آنکھوں کے مابین
لکھا ہوگا۔ یہ خدا کی رحمت سے ناامید ہوا
دوسرا بھی ایسا ہی بد ہے۔ آنحضرت نے
فرمایا ہے مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ
سے مسلمان بچے رہیں۔ اور اس قصہ کی رو سے
اوریا داود کے ہاتھ اور زبان سے نہ بچا
نہ اوسکی جان نہ اوسکی زوجہ۔ وجہ سوئم یہ کہ
خدا تعالٰے نے اس قصہ سے پہلے داود
کی دس صفتیں بیان کی ہیں۔ اور اس قصہ
کے بعد بھی بہت سی صفتیں بیان کی ہیں
یہ صفتیں سب کی سب اس امر کے مخالف ہیں
کہ داود اس فعل قبیح کا موصوف ہوسکے
وہ صفتیں پہلے بھی بیان ہوچکی۔ اب انکا
اعادہ کیا جاتا ہے۔ پہلی صفت آپکی یہ کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امر محمداً بان يقتدى بداؤد من المصابرة
على المكابدة فلو قلنا ان داؤد لم يصبر
على مخالفة النفس بل سعى فى اراقة
دم امرأ مسلم بغرض شهوته فكيف
يليق باحكم الحاكمين ان يأمر محمداً
افضل الرسل بان يقتدى بداؤد فى
الصبر على الطاعة واما الصفة الثانية
فهى انه وصفه بكونه عبداً له وقد
بينا ان المقصود من هذا الوصف
بيان كون ذلك الموصوف كاملاً
فى موقف العبودية تاماً فى القيام باداء
الطاعات والاحتراز عن المحظورات
ولو قلنا ان داؤد اشتغل بتلك الا
اعمال الباطلة فحينئذٍ ما كان
كاملاً فى طاعة الهوى والشهوت
الصفة الثالثة هو قوله ذا الايد
اى ذا القوة ولا شك ان المراد به
القوة فى الدين لان القوة فى غير
الدين كانت موجودة فى ملوك الكفار
ولا معنى للقوة فى الدين الا القوة
الكاملة على اداء الواجبات والا

آنحضرت کو سختیوں پر صبر کرنے میں
داؤد کی پیروی کا حکم ہوا۔ اور اگر
ہم یہ کہیں کہ داؤد نفس کی مخالفت پر
صبر نہ کر سکا بلکہ خونریزی مسلمان میں بغرض
شہوت ساعی ہوا۔ تو پھر کیونکر مناسب ہے
کہ احکم الحاکمین آنحضرت جیسے افضل الرسل کو
اون کی پیروی کا حکم کرے۔ دوسری
صفت آپ کی یہ کہ آپ خدا کے بندہ
تھے جس سے مقصود یہ ہے۔ کہ اس
صفت عبودیت میں کامل خدا کی طاعت
ادا کرنے اور ممنوعات سے بچنے میں
پوری قائم اور اگر ہم یہ کہیں کہ وہ ان
اعمال باطلہ (قتل و فسق) میں مشغول
ہوئے تو عبودیت میں کامل نہ ٹھہرے
بلکہ خواہش نفس کی اطاعت اور شہوت
میں کامل ہوئے تیسری صفت آپکی
یہ کہ آپ صاحب بازو تھے۔ یعنے
صاحب قوت اسمیں شک نہیں کہ
قوت سے دین کی قوت مراد ہے
کیونکہ دین کے سوا اور قوت کفار بادشاہ
میں بھی موجود تھے۔ اور قوت دین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جناب عن المحظورات واى
قوة لمن لم يملك نفسه عن القتل
والرغبة فى زوجة المسلم
الصفة الرابعة كونه اوابا كثير
الرجوع الى الله فكيف يليق هذا
بمن يكون قلبه مشغوفا بالقتل
والفجور۔ الصفة الخامسة
انا سخرنا الجبال معه افترى
انه سخرت له الجبال ليتخذ وسيلة
الى القتل والفجور الصفة السادسة
قوله والطير محشورة وقيل انه
كان محرما عليه صيد شئ من الطير
وكيف يعقل ان يكون الطير امنا
منه ولا ينجو منه الرجل المسلم
على وجه ومنكوحه الصفة
السابعة قوله وشددنا ملكه
ومحال ان يكون المراد انه تعالى
شد ملكه باسباب الدنيا بل
المراد انه شد ملكه بما يقوى الدين
واسباب سعادة الاخرة والمراد
تشديد ملكه فى الدين والدنيا

بھی وہ مراد ہونی چاہیئے۔ جو اداواجبات
اور ترک ممنوعات میں کامل طور پر ہو۔ اور جو شخص
آپ کو کسی کے قتل کرنے اور اسکی زوجہ میں
رغبت کرنے سے نہ بچ سکا ہو اسمیں ایسی
قوت کہاں اور کیونکر ہوئی۔ چوتھی صفت
آپ کی یہ کہ وہ خدا کی طرف بڑے رجوع
کرنے والے تھے۔ اور جس شخص کا دل قتل
اور فسق کے ڈھب کا ہوا ہو وہ خدا کی طرف
کیونکر رجوع ہو سکتا ہے۔ پانچویں صفت
آپ کیلئے پہاڑوں کا مسخر ہونا کیا تم سمجھے
ہو کہ پہاڑوں کو اسیواسطے آپ کے لئے
مسخر کیا گیا تھا کہ وہ ناحق قتل کریں۔ اور
پرائی عورتوں سے بدکاری کریں۔ چھٹی
صفت یہ بیان ہوئی کہ پرند جانور آپ کے
لئے جمع رہتے تھے۔ یہ بھی روایت ہے
کہ وہ اُنکا شکار نہیں کرتے پھر کیونکر سمجھ میں
آتا ہے کہ جانور تو اُنسے بچ جاویں۔ مگر ایک
مسلمان اور اسکی زوجہ اُنسے نہ بچے۔
ساتویں صفت یہ کہ خدا نے اون کی
بادشاہی کو مضبوط کیا۔ اور یہ محال ہے کہ یہاں
مضبوطی سے دنیاوی اسبابکی مضبوطی مراد ہو بلکہ مراد دین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ومن لا یملك نفسه عن القتل و
الفجور کیف یلیق به ۔ الصفة
الثامنة قوله اتیناه الحکمة و
فصل الخطاب والحکمة اسم
جامع لکل ما ینبغی علماً وعملاً
فکیف یجوز ان یقول الله انا
اتیناه الحکمة وفصل الخطاب
مع اصراره علی ما یستنکف عنه
الخبیث الشیطان من مزاحمة
خلص اصحابه فی الروح والمنکوح
فهذه الصفات المذکورة قبل
شرح تلك القصة دالة علی براءة
ساحته عن تلك الاکاذیب واما الصفات
المذکورة بعد ذکر القصة فهی عشرة
الاول قوله وان له عندنا
لزلفی وحسن مآب وذکر هذا
انما یناسب لو دلت القصة
المتقدمة علی قوته فی طاعة الله و
اما لو کانت القصة المتقدمة دالة
علی سعیه فی القتل والفجور لم یکن
قوله وان له عندنا لزلفی لائقاً به

بادشاہی کی مضبوطی ہے جو دین میں قوت
دے ۔ اور اسباب سعادت آخرت کو پختہ
کرے ۔ اور جو شخص قتل و فسق سے نہ
بچ سکے اوسکے لئے یہ صفت کیونکر مناسب
ہے ۔ آٹھویں صفت خدا کا یہ فرمانا ہے
کہ ہمنے اوسکو حکمت اور چکوتے حکم عطا کئے
اور جب وہ ایسے خبیث فعل پر مصر تھے جس سے
شیطان بھی نفرت کرے ۔ کہ مخلص دوستوں
کی جان اور زوجہ سے مزاحم ہوئے ۔ تو
کیونکر جائز تھا کہ خدا تعالے اون کو اس
صفت سے موصوف فرماتا ۔ یہ وہ صفات
ہیں جنسے وہ اس قصہ کے بیان سے پہلے
موصوف ہوئے جنسے ثابت ہوتا ہے کہ
وہ ان اکاذیب سے بری تھے ۔ اور جو صفات
بعد بیان قصہ آپ کی نسبت بیان ہوئی
ہیں وہ بھی دس ہیں ۔ پہلی صفت خدا
تعالے یہ فرمانا کہ آپ کو ہماری جناب میں
قرب تھا ۔ اور اچھی بازگشت ۔ انکے حق میں یہ
کہنا اسصورت میں مناسب ہے کہ اس سے
پہلے قصہ میں انکی طاعت کا بیان مسلم ہو
اور اگر اس قصہ میں ان کے فسق و فجور کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الثانی هو قوله تعالی یا داود
انا جعلناک خلیفة فی الارض
وهذا یدل علی کذب تلک
القصة من وجوه احدهما
ان الملک الکبیر اذا حکی عن بعض
عبیده انه قصد دماء الناس
واموالهم وازواجهم فبعد
فراغه من شرح تلک القصة علی
ملأ من الناس یقبح منه ان یقول
عقبه ایها العبد انی فوضت الیک
خلافتی ونیابتی وذلک لان ذکر
تلک القبائح والافعال المنکرة
یناسب الزجر والحجر فاما جعله
نائبا وخلیفة لنفسه فذلک
البتة مما لا یلیق۔ وثانیهما انه
ثبت فی اصول الفقه ان ذکر الحکم
عقیب الوصف یدل علی کون
ذلک الحکم معللا بذلک الوصف
فلما حکی الله تعالی فیه تلک الوقائع
القبیحة ثم قال بعده انا جعلناک
خلیفة فی الارض اشعر هذا بان

بیان مراد ہو تو پھر اسکے بعد اُن کی مد
میں قرب و عمدہ بازگشت کا ذکر منا
نہیں ہے۔ دوسری صفت یہ قول
ہے کہ اے داؤد ہمنے تجھے زمین میں خ
بنایا۔ یہ صفت بتاتی ہے کہ وہ قصہ مح
جھوٹ ہے۔ اسکی تفصیل کئی وجہ سے ہے
اوّل یہ کہ اگر مثلاً کوئی بڑا بادشاہ اپنے بعض غلا
کی یہ حالت بیان کرے کہ وہ لوگوں
خونریزی کرتا ہے اور انکے مال و زر
نہیں چھوڑتا اور یہ کہکر پھر مجمع عام میں
کہدے کہ اس غلام کو میں نے اپنا خلیفہ
کیا۔ تو یہ قول نامناسب قبیح معلوم ہوگا
حالات کے ذکر و بیان کے بعد اوس
زجر کرنا اور اسکے اختیارات کو بند کر
مناسب تھا۔ نہ اپنا خلیفہ بنالینا
اوسکو عزت بخشنا۔ دوسری وجہ یہ کہ علم اصو
فقہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ کسی صفت کے
بعد ایک حکم کا بیان اس امر کی دلیل ہوتا ہے
کہ وہ صفت اس حکم کی علت ہے اور
وہ حکم اس علت کا معلول۔ اب اگر فرض
کیا جائے کہ خدا تعالی نے اس واقعہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ب لتفويض هذه الخلافة
وايتانه بتلك الافعال المنكرة
معلوم ان هذا فاسد اما لو ذكر
ان القصة على وجوه تدل على
ة ساحته عن المعاصي في الذنوب
على شدة مصابرته على طاعته
ت تعالى فحينئذ يناسب ان يذكر
يه انا جعلناك خليفة في
ض ثبت ان هذا الذي نحاه
ي والثالث وهو انه لما كانت
مة الآية دالة على مدح داود
م السلام وتعظيمه ومؤخرتها
دالة على ذلك فلو كانت
اسطة دالة على القبائح والمعائب
ي مجرى ان يقال فلان عظيم
جة عالي الرتبة في طاعة الله
ل ويزني ويسرق وقد جعله
ليفة في الارض وصوب احكامه
بان هذا الكلام مما لا يليق
لقاتل فكذا هذا ومن المعلوم
ن ذكر العشق والسعي في القتل

اس قبیح معنے و مراد سے بیان فرمایا ہے
اور اسکے بعد فرمایا ہے کہ ہمنے تجھے اپنا خلیفہ
بنایا تو اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جو
خلافت انہی افعال قبیحہ قتل و فسق کے سبب
اور اسکے صلہ میں عطا ہوئی ہے۔ اور یہ امر
صریح فاسد اور باطل ہے۔ اور اگر اس
قصہ کے معنے و مراد وہ بیان ہو جن سے
حضرت داؤد کی برأت ثابت ہوتی ہے
تو اس صورت میں اس قصہ کے بعد خلافت
کا ذکر مناسب ہے جس سے ثابت ہوتا ہو
کہ جو معنے اس قصہ کے ہم بیان کرتے ہیں
وہی بہتر ہیں۔ تیسری وجہ یہ کہ ان آیات
کا پہلا حصہ (واذکر عبدنا داؤد)
حضرت داؤد کی مدح و تعظیم ظاہر کر رہا ہے
اور آخری حصہ میں (یا داؤد انا
جعلناک خلیفۃ) بھی انکی مدح کا بیان
ہے۔ اب اگر بیچ والا حصہ (جسمیں اس
قصہ کا بیان ہے) آپ کے عیوب و قبائح
کا متضمن ٹھہرایا جاوے تو اوس کی مثال
بعینہ ایسی ہی ہے کہ کوئی کہے کہ فلاں شخص
خدا کی طاعت میں عالی درجہ بلند رتبہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من اعظم ابواب العیوب۔
والرابع ان القائلین هذا القول
ذکروا فی هذه الروایة ان داود
تمنّی ان یحصل له فی الدین کما
حصل للانبیاء المتقدمین من
المنازل العالیة۔ فنقول ان
حکایتهم یدل علی ان الله یبتلیه
بالبلاء الذی یزید فی منقبته
فالسعی فی قتل النفس بغیر الحق
کیف یلیق بهذه الحالة۔
العاشر ان بعضهم ذکر هذه
القصة علی ما فی کتاب الله تعالی
فقال لا ینبغی ان یزاد علیها وان
کانت الواقعة علی ما ذکرت ثم
انه تعالی لم یذکرها لاجل ان یستر
تلک الواقعة علی داود علیه السلام
فلا یجوز للعاقل ان یسعی فی هتک ذلک
الستر بعد الف سنة او اقل او اکثر
فقال عمر سماعی هذا الکلام احب
الیّ مما طلعت علیه الشمس فثبت
بهذه الوجوه التی ذکرنا ان القصة

قاتل ہے زانی ہے جو رہے۔ خدا نے اونکو
اپنی زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ اور اونکے
احکام کو درست بتایا ہے۔ اور یہ کلام ایسا ہے
جو کسی عقلمند انسان کے لائق حال نہیں۔
چہ جائیکہ خدا تعالیٰ کیطرف منسوب ہو
اور یہ بات ظاہر ہے کہ بیگانی عورتوں سے
عشق اور قتل بڑے بھاری عیوب سے
ہے۔ چوتھی وجہ یہ کہ اس قصہ جعلی کے
قائل کہتے ہیں کہ حضرت داؤد نے خود
آرزو کی تھی کہ خدا میرا امتحان کرکے مجھے
انبیاء کا سا عالی رتبہ دے۔ ہم کہتے ہیں کہ
اس صورت میں کب مناسب تھا کہ خدا اونکو
قتل و فسق میں مبتلا کرتا۔ بقول اونکے اس
قصہ کا ابتدا بیان اسکے اخیر کا مکذب ہے
پھر امام نے وجہ پنجم لغایت نہم کو بیان کیا
اور پھر کہا کہ بعض علماء کا قول ہے۔ فرض
کیا یہ واقعہ یوں ہی وقوع میں آیا ہے
جیسے یہ کذاب بیان کرتے ہیں۔ مگر جب
اللہ تعالیٰ نے اسکا ذکر نہیں کیا۔ اور
حضرت داؤد کے اس حال کو چھپایا۔ تو
کسی کو کب مناسب ہے کہ انکا ہتک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

التی ذکروھا فاسدۃ باطلۃ ۔ (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۸۵ وغیرہ)

پردہ کرے۔ اور نزول قرآن سے ہزار برس یا اس سے کم وبیش کے بعد ان حالات الگفتہ بہ کو شایع کرے۔ عمر بن عبد العزیز نے یہ قول سُنا تو کہا کہ تمام دنیا سے مجھے یہ قول پیارا ہے۔

اس اتفاق کے بعد کہ جو اس مشہور قصہ میں بیان ہوا ہے وہ کذب ہے۔ بعض محدثین و مفسرین کا اس امر کے بیان میں اختلاف ہے کہ وہ کونسا امر ہے جسکا اس آیت میں ذکر ہے اور اسکے سبب حضرت داؤد جانچے گئے۔ اور بخشش کے طالب ہوئے۔ اسمیں علماء کے تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ

قال القائلون بتنزیه الانبیاء فی ھذہ القصة ان ذنب داؤد انما کان انه تمنے ان تکون امرأة اوریا حلالا له فاتفق غزوة اوریا وتقدمه فی الحروب ھلاکه فلما بلغ قتله لم یجزع علیه کما جزع علی غیرہ من جندہ ثم تزوج امرأته فعاتبه الله علی ذلك لان ذنوب الانبیاء وان صغرت فھی عظیمة عند الله تعالی۔ وقیل کان ذنب داؤد ان اوریا خطب تلك المرأة ووطن نفسه علیھا فلما غاب فی غزاته خطبها داؤد [illegible]

حضرت داؤد نے اوریا کی عورت کو اتفاقاً وناگہانی طور پر دیکھا تو اون کے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ وہ عورت اون پر حلال ہو جائے (یعنے انکے نکاح میں آئے) پھر حسب اتفاق وہ لڑائی میں گیا۔ اور مارا گیا۔ تو حضرت داؤد نے اوس کے موت پر رنج ظاہر نہ کیا جیسے اور لشکر کے مُردوں پر کیا تھا۔ اور اوسکی عورت سے نکاح کرلیا۔ اسپر خدا نے اون پر عتاب کیا۔ کیونکہ انبیا کے گناہ اگرچہ چھوٹے ہوں پر وہ اللہ کے نزدیک بڑے ہوتے ہیں۔ دوسرا یہ قول کہ اوریا نے اس [illegible] خطبہ کیا (یعنے پیام نکاح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لجلالته فاغتم لذلك اوريا فعاتبه
انه على ذلك حيث لم يترك هذه
الواحدة لخاطبها وعنده تسع و
تسعون امرأة (معالم التنزيل صفحه ۷۰۰)
واصل القصة ان داود عليه السلام
رأى امرأة رجل يقال له اوريا فمال
قلبه اليها فسأله ان يطلقها فاستحيى
ان يرده ففعل فتزوجها وهي ام
سليمان وكان ذلك جائزاً في
شريعته معتاداً فيما بين امته
غير مخل بالمروة حيث كان يسئل
بعضهم بعضاً ان ينزل له عن
امرأته فتزوجها اذا اعجبته
وقد كان الانصار في صدر الاسلام
يواسون المهاجرين بمثل ذلك من
غير نكير خلا انه عليه السلام
لعظم منزلته وارتفاع مرتبته
وعلو شانه نبته بالتمثيل على انه
لم يكن ينبغي له ان يتعاطى ما يتعاطاه
احاد امته ويسئل رجلا ليس له
الا امرأة واحدة ان ينزل عنها

بھیجا تھا) اور اوسکا دل اوس کی طرف
مائل ہوچکا تھا۔ کہ اوسکو لڑائی میں جانیکا
اتفاق ہوگیا۔ جب وہ چلا گیا تو داؤد
نے اس عورت سے خطبہ کیا (جو اسوقت
جائز تھا۔) اوس عورت نے حضرت داؤد
کو ان کی جلالت رتبہ کی نظر سے پسند کیا
اس سے اوریا کو رنج وغم ہوا۔ اوس پر
خدا تعالے نے حضرت داؤد پر عتاب
کیا کہ تمہاری ننانوے بیویاں تھیں
تسپر بھی تم نے اس بیچارہ کی ایک مخطوبہ
کو نہ چھوڑا۔ تیسرا قول یہ کہ حضرت
داؤد نے اس عورت کو دیکھا تو اوسکے
شوہر سے طلاق کا سوال کیا۔ اوس نے
آپکے لحاظ سے طلاق دیدی۔ تو آپ نے
اوس سے نکاح کر لیا۔ جس سے حضرت
سلیمان پیدا ہوئے۔ یہ امر اون کی شریعت
میں جائز اور بلا انکار مروج تھا۔ جب کوئی
کسی عورت کو پسند کرتا تو اوسکے شوہر سے
طلاق کی درخواست کرتا۔ پھر وہ ایسے چھوڑ
دیتا تو وہ نکاح کر لیتا۔ جیسا کہ اسلام کے
شروع میں قوم انصار میں یہ رواج تھا کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فيتزوجها مع كثرة نسائه
(ابو السعود صـ۱۸۲ جلد ۷)

الضار مہاجرین کی خاطر سے عورتوں کو چھوڑ دیتے اور وہ انکے نکاح کر لیتے۔ مگر حضرت داؤد علیہ السلام چونکہ بڑے عالی منزلت اور بلند رتبہ تھے انہوں نے ایسا کیا تو اون کو اس مثال سے جو فرشتوں نے پیش کی تھی متنبہ کیا گیا کہ آپ کو ایسا مناسب نہ تھا۔ جیسا کہ آپکی امت کے عوام میں مروج تھا۔ کہ ایک شخص ہے جسکے پاس صرف ایک عورت تھی درخواست طلاق کرتے۔ اور باوجود کثرت عورتوں کے اسکو نکاح میں لاتے

امام رازی نے ان تینوں وجوہات وتاویلات کو نقل کرکے اور اتفاقی نظر

اما وقوع بصره عليها من غير قصد فذلك ليس بذنب واما حصول الميل عقيب النظر فليس ايضاً ذنبا۔ لان الميل ليس في وسعه فلا يكون مكلفاً به و هذا اى خطبته وان كان جائزا في ظاهر الشريعة الا انه لا يليق بك فان حسنات الابرار سيئات المقربين هذه وجوه ثلثة لو حملنا القصة على واحدة منها لو يلزم في حق داؤد الا ترك الافضل والاولى۔ واما الاحتمال الثالث وهو ان هذه القصة على وجه لا يلزم الحاق الكبيرة به

پڑ جانے سے کسی عورت کی طرف میلان خاطر ہو جانے کا گناہ نہ ہونا ثابت کرکے کہا ہے کہ یہ (تیسرا امر خطبہ پر خطبہ کرنا) اگرچہ اون کی ظاہر شریعت میں جائز تھا۔ ولیکن بحکم حسنات الابرار سیئات المقربین یہ امر ان کی شان کے لئے مناسب نہ تھا۔ ان وجوہ ثلثہ سے جس وجہ سے اس قصہ کی تفسیر کریں۔ اس سے یہی ثابت ہوگا کہ حضرت داؤد نے ایک امر افضل واولے کو ترک کیا تھا ان وجوہات کو بیان وتسلیم کرنے کے ساتھ امام رازی نے ایک معنے اس آیت کے ایسے بیان کئے ہیں جس کی نظر سے یہ فعل داؤد ترک افضل وخلاف اولے بھی نہیں رہتا [illegible] ثابت ہو جاتا ہے۔

©rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الصغيرة بداؤد عليه السلام
بل يوجب اعظم انواع المدائح
والثناء به وهو ان نقول روى
ان جماعة من الاعداء طمعوا
فى ان يقتلوا نبى الله داؤد وكان
له يوم يخلو فيه بنفسه ويشتغل
بطاعة ربه فانتهزوا الفرصة
فى ذلك اليوم فتسوروا المحراب
فلما دخلوا عليه وجدوا عنده
اقواما يمنعونه منهم فخافوا فوضعوا
كذبا فقالوا خصمان الخ وليس فى
لفظ القرآن ما يمكن ان يحتج فى
الحاق الذنب بداؤد الا الفاظ اربعة
احدها فظن داؤد انما فتناه و
ثانيها قوله فاستغفر ربه وثالثها
قوله اناب ورابعها فغفرنا له ذلك
ثم نقول وهذه الالفاظ لا تدل على
شئ منها على ما ذكروه وتقريره من
وجوه الاول انهم لما دخلوا عليه
لطلب قتله بهذا الطريق وعلم
داؤد ذلك دعاه الغضب الى ان

وہ یہ کہ ایک دشمنوں کی جماعت نے آپکو
قتل کرنا چاہا۔ آپ کا ایک دن ایسا تھا
جسمیں آپ اکیلے ہو کر عبادت میں مشغول
ہوتے۔ اسدن دشمنوں نے فرصت پائی
اور مسجد کی دیوار کود کر مارنے کو آپڑے
وہاں جب اور لوگوں کو دیکھا جو ادن کو
قتل سے بچا سکیں تو انہوں نے یہ جھوٹی
بات بنائی۔ کہ ہم وہ جھگڑنے والے ہیں جنکا
قرآن میں بیان ہوا ہے۔ اب یہاں
سوال ہوتا تھا کہ اس صورت میں وہ کونسا
امر ہوا جس سے وہ جا بچے گئے۔ اور
حضرت داؤد کا گناہ کیا تھا جس سے انہوں
نے بخشش مانگی۔ تو اسکا جواب امام
رازی نے یہ دیا ہے کہ جن الفاظ سے حضرت
داؤد کا گناہ نکالا جا سکتا ہے وہ صرف
چار لفظ ہیں۔ فتناہ۔ فاستغفر
اناب۔ فغفرنا له مگر ان الفاظ اربعہ
وہ گناہ ثابت نہیں ہوتا جو منکرین عصمت
بیان کرتے ہیں۔ ان الفاظ کی کئی وجہ سے
ایسی تقریر ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت داؤد
کا ویسا گناہ لازم نہ آئے۔ وجہ اول یہ کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يشتغل بالانتقام منهم الا انه
مال الى الصفح والتجاوز عنهم
طلبا لمرضاة الله وكانت هذه
الواقعة هي الفتنة لانها جارية
مجرى الابتلاء والامتحان ثم انه
استغفر ربه فيما هم من الانتقام
منهم وتاب عن ذلك واناب
فغفر له ذلك القدر من الهم
والعزم (تفسير كبير صفحہ ۱۹۰ جلد ۷)

جب وہ لوگ قتل کے ارادہ سے مسجد میں
داخل ہوئے۔ اور حضرت داؤد کو اسکا علم
ہوگیا تو اون کو غصہ اس امر پر باعث ہوا
کہ وہ اس ارادہ کے انتقام میں اون کو قتل
کردیں پھر وہ اس غصہ کو ضبط کرکے درگذر
کیطرف مائل ہوئے۔ اور خدا کی رضامندی
کے لئے اون کے قصور کو معاف کیا۔ یہی امر
اون کی آزمائش کا تھا۔ ایمیں آپ کا جانچنا
اور امتحان کرنا تھا۔ کہ وہ درگذر کرتے ہیں یا
بدلہ لیتے ہیں۔ پھر اونھوں نے اپنے اس ارادہ قتل و انتقام کی خدا سے معافی چاہی۔ اور
اس سے توبہ کی۔ اور اسی کے لئے سربسجود ہوئے۔ اور خدا کی طرف رجوع ہوئے
اور اسی کو خدا تعالے نے معاف کیا۔

اس وجہ کے علاوہ تین وجہ اور امام صاحب نے بیان کی ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے

ثبت بهذه البيانات انا اذا
حملنا هذه الآيات على هذا
الوجه فانه لا يلزم اسناد شئ من
الذنوب الى داؤد عليه السلام
بل ذلك يوجب اسناد اعظم
الطاعات ثم نقول حمل الآية عليه
اولى بوجوه الاول ان فصلها باربعة
وجوه (تفسير كبير صفحہ ۱۹۰ جلد ۷)

کہ ان الفاظ اربعہ سے حضرت داؤد کا مرتکب
گناہ ہونا نہیں نکلتا اسکے بعد امام نے کہا ہے
کہ جب آیت کے یہ معنے ہوں کہ جو لوگ
آپ کے پاس آئے تھے وہ دشمن تھے تو
اس سے کسی قسم کا گناہ (نہ صغیرہ نہ کبیرہ)
حضرت داؤد کیطرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ
یہ معنے ان کے بڑے بھاری طاعت ثابت
کرتے ہیں۔ پھر امام نے فرمایا کہ ان آیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہی معنے مراد لینا دوسرے معنے مراد لینے سے بہتر ہے۔ اور اس امر کو چار دلیل سے ثابت کیا۔ جسکا ذکر ہمنے طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا۔

بالجملہ حضرت داؤد اس نقل میں جو کتنے آیت مذکورہ میں منقول ہوا ہے کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوئے۔ بلکہ ایک امر خلاف افضل کے جس سے اون کی عصمت باطل نہیں ہوتی۔ یا ایک ایسے امر کے مودی ہوئے ہیں جو افضل تھا۔ اور اس سے اون کی عصمت کی تائید نکلتی ہے۔

وازانجملہ قصہ حضرت سلیمان ہے۔ جسکا اس آیت میں ذکر کہ ہمنے سلیمان کو جانچا۔ اور اوسکے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا پھر وہ خدا کی طرف رجوع ہوا۔ اور بولا اے میرے رب میرا گناہ معاف کر۔

ولقد فتنا سلیمان والقینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب قال رب اغفرلی۔ (ص - ع - ۳ -)

اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے عجیب عجیب قصے نقل کئے ہیں کہ حضرت سلیمان کی بیوی تصویر پرست تھی۔ آپ نے اس سے غفلت کی تو آپ پر یہ بلا پڑی کہ جو انگوٹھی آپ کے ہاتھ میں تھی اور اسی کے سبب آپ بادشاہی کیا کرتے تھے۔ وہ صخر جنی کے ہاتھ آگئی۔ وہ اُس انگوٹھی کو پہن کر سلیمان کی شکل بن گیا۔ اور آپکی جگہ تخت پر بیٹھ گیا۔ اور بادشاہی کرنے لگا۔ اور نعوذ باللہ آپ کی محوروتوں سے ہمبستری کرتا رہا۔ حیض کی حالت میں بھی اون کو نہ چھوڑتا تھا۔ حضرت سلیمان ڈر کے مارے بھاگ گئے۔ اور مدتوں پہاڑ جھونکتے رہے۔ یا مچھلی پکڑنے والے شکاریوں کی نوکری کرتے رہے۔ جب وہ انگوٹھی شراب کے نشہ میں صخر کے ہاتھ سے دریا میں گر گئی۔ اور اوسکو مچھلی نگل گئی۔ اور وہ مچھلی پکڑنے والوں کے ذریعہ سے حضرت سلیمان کے ہاتھ میں آئی تو پھر حضرت کو بادشاہی ملی۔ اس مضمون کی تین چار تفسیریں اور ہیں جو مفسرین نے نقل کی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان حکایات کی دست آویز سے منکرین عصمت انبیاء حضرت سلیمان کا گنہگار ہونا اور اس گناہ کے بدلے سزا پانا نکالتے ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ حکایتیں اور روایتیں سب کی سب محض کذب ہیں۔ اور یہودیوں کے افترا ہیں۔ اسلام کی تفسیروں میں ان حکایتوں کا داخل ہوجانا ان لوگوں کی بدولت ہوا ہے۔ جو اہل کتاب اور یہودیوں سے روایات نقل کرنے کے عادی تھے۔ اور در حقیقت حضرت سلیمان کا جانچا جانا (جسکا اس آیت میں ذکر ہے) ایک ایسے خفیف امر کے سبب ہوا تھا۔ جو صرف سہو و نسیان پر مبنی تھا۔ نہ کسی گناہ صغیرہ یا کبیرہ کی وجہ سے اور وہ امر بھی ان ہی تفسیروں (جنمیں وہ حکایات مفتریات منقول ہیں) ذکر کیا گیا ہے۔ اور حدیث کی کتاب صحیح بخاری میں جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب مانی جاتی ہے۔ وہ امر مروی ہے۔ پھر تعجب صد تعجب ہزار تعجب کہ ان مفسرین نے باوجود علم و نقل و بیان اس امر کے ان جھوٹی حکایتوں کو بھی اپنی تفسیروں میں نقل کر دیا۔ اور ان کے سبب ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ اور غلطی میں ڈالا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ان ہی مفسروں میں ایسے لوگ بھی ہو گذرے ہیں جو ان حکایتوں کو موضوع اور مکذوب بتا چکے ہیں۔ اور اپنے بھائی مفسرون کے گناہ (نقل و بیان کذب) کا کفارہ ادا کر چکے ہیں۔

ہم پہلے ان حکایات کے موضوع و مفتری ہونے پر ان مفسرین کی شہادت پیش کرتے ہیں پھر وہ امر بیان کریں گے جس کے سبب حضرت سلیمان جانچے گئے تھے اور وہ امر سہو و نسیان سے بڑھ کر نہیں ہے۔

صاحب کشاف نے کہا ہے کہ "جو انگوٹھی اور شیطان اور حضرت سلیمان کے گھر میں صورت پرستی کی حدیث نقل کیجاتی ہے۔ اوس کی صحت کا علم خدا ہی کو

اما مایروی من حدیث الخاتم والشیطان وعبادة الوثن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی بیت سلیمان فالله اعلم بصحته والی ان روی الحدیث لبطوله ثم قال ولقد ابی العلماء المتقنون قبوله وقال هذا من اباطیل الیهود و الشیاطین لا یتمکنون من مثل هذه الافاعیل وتسلیط الله ایاهم علی عباده حتی یقعوا فی تغییر الاحکام وعلی نساء الانبیاء حتی یفجر وابهن قبیح (کشاف صفحہ ۱۲۲)

قال العلامة النسفی فی المدارك واما ما روی من حدیث الخاتم والشیطان وعبادة الوثن فی بیت سلیمان فمن اباطل الیهود

(فتح البیان صفحہ ۲۲ جلد ۴)

ہے پھر اس حدیث کو نقل کیا۔ پھر کہا کہ علماء جو حدیث میں مضبوطی رکھتے ہیں اس حدیث کی صحت سے انکاری ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث یہودیوں کی باطل من گھڑت ہے۔ اور شیطانوں کو ایسی قدرت نہیں ہے۔ اور خدا تعالے کا ان کو اپنے بندوں پر ایسا تسلط دیدینا کہ کہ وہ احکام شرع کو بدل دیں۔ اور نبیوں کی بیویوں سے بدکاری کریں۔ قبیح امر ہے"۔ یعنے خدا کی شان اور لطف سے بعید ہے۔

ایسا ہی علامہ نسفی صاحب مدارک نے کہا ہے۔ چنانچہ فتح البیان میں اُن سے نقل کیا ہے۔

فتح البیان میں جو اس قول کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس آیت کو یہودیوں کی باطل روائیتوں سے شمار کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ اس حدیث کو نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور سیوطی نے اسکی سند کو قوی کہا ہے۔ چنانچہ آئندہ بیان ہو گا یہ تعجب کا محل ہے۔ نسائی کا اس حدیث کو روایت کرنا اور سیوطی کا اسکی سند کو قوی کہنا یا حاکم کا اوسکو صحیح کہدینا۔ اس حکایت کو لائق اعتبار نہیں بنا دیتا۔ اور اس امر کی نفی نہیں کرتا کہ وہ یہودیوں کا افترا ہو۔ صحیحین کے سوا ان کتابوں میں جو صحاح ستہ کھلاتے ہیں یا جو اور تیسرے یا چوتھے طبقہ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتابیں ہیں صحت کا التزام نہیں ہے - اون میں ایسی بھی حدیثیں ہیں جنکو آئمہ حدیث نے موضوع کہا ہے۔ (موضوعات ابن الجوزی ملاحظہ ہو) اور کسی حدیث کی سند صحیح یا قوی ہونے سے اوسکی صحت ثابت نہیں ہوتی - جب تک کہ متن اور علتوں سے محفوظ نہ ہو اور خاصکر سیوطی کا کسی سند کو قوی کہنا کچھ وقعت نہیں رکھتا - اور حاکم کے تصحیح لائق اعتماد نہیں - ان مسایل کی دلیل و تفصیل کتب اصول حدیث مقدمہ ابن الصلاح وغیرہ میں ہے - اور جلد ہٰی گذشتہ اشاعۃ السنۃ میں بھی ہو چکی ہے - لہذا ہم اسمقام میں اس تفصیل سے قلم کو روکتے ہیں -

امام رازی نے ان حکایات کو نقل کرنیکے بعد انکو بدلائل عقلیہ باطل کیا ہے

واعلم ان اهل التحقيق استبعدوا هذا الكلام من وجوه الاول ان الشيطان لو قدر على ان يتشبه بالصورة والخلقة بالانبياء فحينئذٍ لايبقى الاعتماد على شئ من الشرائع فلعل هؤلاء الذين رأهم الناس فى صورة محمدٍ صلى الله عليه وسلم وعيسى وموسى عليهم السلام ما كانوا اولئك بل كانوا شياطين تشبهوا بهم فى صورهم لاجل الاغواء والاضلال ومعلوم ان ذلك مبطل الدين بالكلية -

اور کہا ہے - کہ اہل تحقیق اس کلام کو (جو ان حکایتوں میں بیان ہوا ہے) کئی وجہ سے صحت سے بعید جانتے ہیں - وجہ اوّل یہ کہ اگر شیطان کو نبیوں کی صورت اور شکل میں مشابہ بن جانا جایز و ممکن ہے - تو اسصورت میں کسی شریعت پر اعتماد باقی نہیں رہتا - اس خیال سے کہ شاید جنکو لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و عیسےٰ و موسےٰ علیہم السلام کی صورت میں دیکھا تھا وہ در حقیقت وہ حضرات نہ ہوں بلکہ شیطان ہو جو لوگوں کو بہکانے کے لیے ان حضرات کی شکل بن گیا ہو - اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا خیال دین کو بالکل باطل کر دیتا ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الثانی ان الشیطان لو قدر علی ان یحامل نبی اللہ سلیمان بمثل ھذہ المعاملۃ لوجب ان یقدر علیھا مع جمیع العلماء والزھاد وحینئذ وجب ان یقتلھم وان یخرق تصانیفھم وان یخرب دیارھم ولما بطل ذلک فی احاد العلماء فلان یبطل مثلہ فی حق اکابر الانبیاء اولی۔

الثالث کیف یلیق بحکمۃ اللہ واحسانہ ان یسلط الشیطان علی ازواج سلیمان ولاشک انہ قبیح۔

والرابع او قلنا ان سلیمان اذن تلک المراۃ فی عبادۃ تلک الصورۃ فھذا الکفر منہ وان لم یاذن فیہ البتۃ فالذنب علی تلک المراۃ فکیف یواخذ اللہ سلیمان بفعل لم یصدر منہ (تفسیر کبیر صفحہ ۲۲۲ جلد ۷۔)

وجہ دوم۔ یہ کہ اگر شیطان کو نبی سے ایسا معاملہ جائز ہے تو ور علماء اور زاہدوں سے بطریق اولے جائز ہوگا۔ اسصورت میں اُسے چاہیئے کہ ان علماء کو قتل کرڈالے اور اونکی کتابیں پھاڑدے۔ اور اون کے گھر اوجاڑے۔ جب اسکا ایسا کرنا عام علماء کے حق میں باطل ہے۔ تو اکابر انبیاء کے حق میں ایسا کرنا بطریق اولے باطل ہونا چاہیئے۔

وجہ سوم۔ یہ کہ خدا کی حکمت اور مہربانی کی نسبت یہ امر کیونکر مناسب ولایق ہو کہ وہ شیطان کو نبی کی بیویوں پر شہوت رانی کے لئے مسلط کرے۔ یہ امر تو بلاشک قبیح ہے۔

وجہ چہارم۔ یہ کہ اس صورت پرستی کے لئے حضرت سلیمان نے اذن دیدیا تھا۔ تو ان کو کافر کیوں نہیں کہتے۔ اور اگر انکا اذن نہ تھا تو اس عورت کے جرم کے سبب حضرت سلیمان پر ایسا سخت مواخذہ کیونکر ہوا۔

یہ اس قصہ کے رد میں مفسرین کے اقوال ہیں اب وہ امر بیان کیا جاتا ہے۔ جس کے سبب حضرت سلیمان جانچے گئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحیح بخاری میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روائیت ہے کہ آپ نے فرمایا حضرت

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال سلیمان بن داؤد لاطوفن اللیلۃ علی سبعین امراۃ تحمل کل امراۃ فارسًا یجاھد فی سبیل اللہ فقال لہ صاحبہ انشاء اللہ فلم یقل فلم تحمل شیئًا الا واحدا ساقطا احد شقیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو قالھا لجاھدوا فی سبیل اللہ وقال شعیب وابن الزناد تسعین وھو اصح (صحیح بخاری ص ۴۸۷)

داؤد کے بیٹے (حضرت سلیمان) نے کہا۔ آج رات میں ستر عورتوں سے ہم بستری کرونگا وہ سب کی سب حاملہ ہوکر سوار جنگیں جو خدا کے راہ میں جہاد کرینگی۔ اوسکے ساتھی (فرشتہ یا مصاحب انسان) نے انشاء اللہ کہا۔ پر سلیمان نے نہ کہا۔ (یعنے آپ انشاء اللہ کہنا بھول گئے) تو کوئی عورت حاملہ نہ ہوئے بجز ایک کے جو ایک بچہ جنی جسکا ایک پہلو مارا ہوا تھا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر وہ انشاء اللہ کہتے تو سب کی سب بچہ جنتی اور وہ فی سبیل اللہ جہاد کرتے۔ اشعث اور ابن الزناد راویوں نے اس روائیت میں بجائے ستر نوّے کہا ہے اور وہی صحیح ہے۔

اس حدیث کو مفسرین صاحب معالم ابو السعود وغیرہ جنہوں نے اس موضوع حکایت یہود کو بھی نقل کیا ہے اپنی تفاسیر میں لائے اور اوسکو اس آیت کا ایک محمل و مورد نزول بتائے ہیں۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس حکائیت موضوعہ کو رد کرنے کے بعد کہا ہی

واما الوجوہ التی ذکرھا اھل التحقیق فی ھذا الباب فاشیاء الاوّل ان فتنۃ سلیمان انہ

کہ اس آیت کی تفسیر میں جو وجوہات اہل تحقیق نے بیان کئے ہیں وہ کئی ہیں۔ اول یہ کہ سلیمان کا پنچاجانا یوں ہوا۔ کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والد له ابن فقالت الشياطين
ان عاش صار مسلطاً علينا
مثل ابيه فسبيلنا ان نقتله
نعلم سليمان ذلك فكان
يربيه في السحاب فبينما
هو مشتغل بمهماته اذ
القى ذلك الولد ميتاً على كرسيه
فتنبه على خطاءه في انه لم
يتوكل على الله فاستغفر ربه
واناب - الثاني روى عن النبي
صلى الله عليه وسلم انه قال
سليمان لاطوفن الليلة على
سبعين امرأة كل واحدة
تاتي بفارس مجاهد في سبيل
الله فقال له صاحبه انشاالله
فلم يقل انشاالله فطاف عليهن
فلم تحمل الامرأة واحدة
جاءت بشق رجل فجئ به على
كرسيه فوضع في حجره
فذلك قوله ولقد فتنا سليمان
(تفسیر کبیر صـ ۲۰۳ جلد ۷)

آپ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو جنوں نے کہا
کہ اگر یہ جیتا رہا تو باپ کی طرح ہم پر مسلط ہوگا
ہمارا بچاؤ اسمیں ہے کہ اوسکو قتل کر ڈالیں۔
یہ سُنکر حضرت سلیمان نے اوسکو بادلونمیں
پرورش کرنے کے لئے رکھا۔ ایک دن وہ
اپنی مہمات میں مشغول تھے کہ یکایک وہ
لڑکا مرا ہوا اُنکے تخت پر آپڑا۔ اس سے
وہ اپنے خطا پر متنبہ ہوئے کہ مینے خدا پر
توکل نہ کیا تھا۔ پھر بخشش مانگنے لگے اور
خدا کی طرف رجوع ہوئے دوسری وجہ یہ
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث مروی
ہے۔ پھر اسحدیث کو جو صحیح بخاری سی منقول
ہوئی، بیان کیا۔ اور اوسکے اخیرمیں ذکر
کیا کہ وہ آدھا انسان اون کی
کرسی پر اون کی گود میں رکھا گیا۔ یہی اس
قول خداوندی سے مراد ہے کہ ہم نے سلیمان
کو جانچا۔ یعنے سلیمان نے انشاءاللہ کہنے کے
بغیر وہ کلمہ کہا۔ توہمکو پسند نہ آیا تسپر
ہمنے مرا ہوا دھڑ اوسکی کرسی پر ڈالدیا
جسپر وہ اپنی بھول کی بخشش مانگنے لگا۔
اور ہماری طرف رجوع ہوا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان دو وجوہ کے سوا، دو وجہ امام رازی نے اور بیان کی ہیں جنسے حضرت سلیمان کا اس افترا یہود سے بری ہونا ثابت ہوسکتا ہے۔ اور چونکہ وہ وجوہات صرف عقلی ہیں جنکو بمقابلہ اس وجہ کے جو امام صاحب نے اور ہمنے بدست آویز حدیث صحیح بخاری کے بیان کی ہے۔ کوئی وقعت نہیں ہے۔ لہذا انکے نقل و بیان سے ہمنے تعرض مناسب نہیں سمجھا۔

استقام میں ایک تعجب کے ساتھ ذکر کرنے کے لایق یہ امر بھی ہے۔ کہ تہذیب الاخلاق ماہ جمادی الاولی ۱۳۱۴ھ میں بصفحہ ۱۵۱ جہاں ان حکایات مفتریات یہود کو جنکے رد میں ہمنے ان سے زیادہ مبالغہ کیا ہے۔ اور انسے بڑھ کر اسکا ثبوت دیا ہے۔ رد کیا ہے۔ وہاں اس حدیث کے مضمون کو جو ہمنے صحیح بخاری سے نقل کیا ہے رد کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ "نہایت تعجب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے ہے کہ انہوں نے اس سے بھی دیگر حکایت مفتریہ یہود سے زیادہ لغو اور مہمل قصہ اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ اور بعض تفسیروں میں بھی یہ مہمل قصہ مندرج ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام از امرا، خود منغص شدہ بخاطر آورد کہ امشب با صد زن صحبت دارم کہ ہر زنے پسرے زاید۔ وہر یکے شہسوارے باشد جہاد کنندہ ومرا احتیاج تعلق امرا نیفتد۔ فرشتہ گفت انشاء اللہ تعالے۔ بگو سلیمان سہو کرد پس ہیچ زن حاملہ نشد۔ الا یک زن طفل ناقص الخلقت زاد و آن طفل را بر تخت سلیمان انداختند۔ سلیمان متنبہ شد۔ و رجوع برب العزت کرد۔"

ایسے مہمل قصے جبکہ ایسے بڑے عالموں سے لکھے جاویں تو اور لغو نویسوں کا کیا پوچھنا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی شبہ ہوگیا کہ وہ کون لڑکا تھا جو سلیمان کے تخت پر ڈالا گیا۔ حالانکہ وہ لڑکا نہیں تھا جسکو انہوں نے ایک جھوٹی قصہ کا لڑکا خیال کیا ہے۔ بلکہ وہ مرا ہوا لڑکا تھا جسکا ذکر آگے ہوگا!!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر اس پرچہ کے صفحہ ۱۵۲ میں اس مرے ہوئے لڑکے کے بیان اور اس آیت کے مصداق اور مورد نزول کی تعیین میں کہا ہے ”مگر خدا رحمت کرے۔ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم پر کہ انہوں نے نہایت تفتیش سے اس اصلی قصہ کو ڈھونڈ کر نکالا۔ وہ لکھتے ہیں۔ در اصل جس قصہ کا اس آیت میں اشارہ ہے وہ قصہ کتاب ملاخیم میں لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اوّل کتاب ملوک کے فصل سوم میں لکھا ہے۔ (۱۶) آنگاہ دو زن زانیہ نزد ملک آمدہ در حضورش ایستادند۔ (۱۷) ویک زن گفت کہ اے خداوند من وایں زن در یک خانہ ساکنیم۔ ودراں خانہ نزد او وضع حمل نمودم۔ (۱۸) وواقع شد کہ بعد از وضع حمل من روز سوم این زن نیز زائید وباہم بودہ دیگرے با ما در خانہ نبود بلکہ سوائے ما دو نفر احدے دراں خانہ نبود۔ (۱۹) وپسر این زن بوقت شب مرد۔ زیرا کہ او بر رویش خوابیدہ بود۔ (۲۰) و وقت نیم شب برخاستہ وپسر مرا از پہلوئے من وقتیکہ کنیزکت خوابیدہ بود از من گرفت و در بغل خود خوابانید۔ (۲۱) وصبحدم وقتیکہ برائے شیر دادن برخاستم اینک مردہ و صبحدم او را تشخیص نمودہ اینک پسرے کہ زائیدہ بودم نبودہ است (۲۲) وزن دیگر عرض کرد کہ نے بلکہ پسر زندہ از من است وپسر مردہ از تست۔ و آں دیگرے گفت نے بلکہ پسر مردہ از تست وپسر زندہ از من است وچنیں در حضور ملک مے گفتند (۲۳) پس ملک گفت کہ ایں یکے مے گوید کہ پسر زندہ از من است و آں پسر مردہ از تست و آں دیگرے مے گوید کہ نے بلکہ پسر مردہ از تست وپسر زندہ از من است (۲۴) ملک گفت کہ شمشیرے بمن آورید۔ وشمشیر را نزد ملک آوردند۔ (۲۵) و ملک فرمود کہ پسر زندہ را بدو حصہ تقسیم نمائید ویک نیمہ بایں بدہید ونیمہ دیگر بدیگری (۲۶) وزنے کہ پسر زندہ از آن او بود در حالتے کہ رحمش بر پسر او مضطرب مے گرد بملک متکلم شدہ گفت کہ اے خداوند پسر زندہ را باو بدہید والبتہ او را مکشید۔ اما آن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیگرے گفت کہ نہ از آن من و نہ از آن تو باشد او را تقسیم نمائید۔ (۲۷) پس ملک جواب داد فرمود کہ پسر زندہ را باو بدہید۔ و او را البتہ نکشید کہ مادرش اوست (۲۸) و تمامی اسرائیل حکمے کہ ملک اجرا داشتہ بود شنیدہ و از ملک ترسیدند زیرا کہ دیدند کہ در قلبش حکمت خدائیست تا آنکہ حکم را جاری سازد۔

اس قصہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہی مرا ہوا بچہ سلیمان کے تخت پر ڈالا گیا تھا جسکی نسبت خدا نے فرمایا ہے۔ والقینا علی کرسیہ جسدا پہلی دفعہ حضرت سلیمان نے حکم دیا تھا کہ دوسرے زندہ بچہ کو تلوار سے کاٹ کر دو ٹکڑے کیے جاویں۔ ایک ٹکڑا ایک عورت کو اور ایک ٹکڑا دوسری عورت کو دیا جاوے جب اوس عورت نے جو درحقیقت زندہ بچہ کی ماں تھی اپنے دعوے سے دستبرداری کی اور کہا کہ بچہ دو ٹکڑے نہ کیا جاوے بلکہ اوسی عورت کو دیدیا جاوے جس نے اس کا جھوٹا دعوے کیا تھا۔ تو حضرت سلیمان سمجھے کہ درحقیقت یہی اس زندہ بچہ کی ماں ہے جو اسکا تلوار سے دو حصہ ہونا نہیں چاہتی۔ پس حضرت سلیمان نے اپنے پہلے حکم سے رجوع کی اور یہ حکم دیا کہ یہ بچہ اسیکو دیدیا جاوے جس نے اوس کے دو ٹکڑے ہونے کو منظور نہیں کیا۔ اسکی نسبت خدا نے فرمایا ثم اناب۔ اور حضرت سلیمان نے خدا سے اپنے پہلے حکم کی نسبت معافی چاہی۔ اور کہا رب اغفرلی۔ پس یہ صاف قصہ ہے جسکی نسبت قرآن مجید میں اشارہ ہے"۔

اس بیان صاف تہذیب الاخلاق پر ہمکو کئی وجہ تعجب ہے جنکو ہم کمال اخلاص سے ظاہر کرتے ہیں۔ صاحب تہذیب اور اُن کے اتباع بھی اگر اخلاص سے ان کو سنینگے تو یقین ہے اس سے جانبین کو فایدہ پہنچیگا انشاء اللہ تعالے۔

وجہ اوّل یہ کہ صاحب تہذیب کا ایک ایسے قصہ کو جسکا اصل مطلب حدیث صحیح البخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں موجود ہے۔ حکایت مفتریہ یہود سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی زیادہ لغو ومہمل کہنا اور پھر اس دعوے لغویت کی کوئی وجہ بتانا کمال تعجب کا محل ہے۔ آپ اگر اپنے اصول وعادت کے موافق صرف یہ کہتے کہ اس حدیث میں دو جگہ عن کا لفظ آیا ہے یا کچھ لفظی اختلاف روایات (سبعین وتسعین وغیرہ) بیان کر کے کہدیتے کہ یہ روایت بالمعنے ہے۔ لہذا یہ یقیناً رسول کا قول نہیں۔ اور ہمکو اسکی صحت میں شک ہے یا اسمیں کوئی تاویل کر دیتے تو ہم اُسپر تعجب نہ کرتے۔ اور ان خودساختہ اصول کی پابندی سے ایسا کہنے میں اونکو معذور سمجھتے۔ مگر اونہوں نے اپنے ان معمولی الفاظ کو چھوڑ کر اس قصہ کی نسبت یہ الفاظ کہدیئے کہ یہ قصہ حکایت مفتریہ یہود سے زیادہ لغو ومہمل ہے۔ تو اوسپر تعجب کیوں نہ ہو۔ کبھی حدیث صحیح بخاری کی نسبت کسی مسلمان سلف یا خلف نے ایسے الفاظ نہیں کہے۔ آپ نے ان سب کا خلاف کر کے دعوے کیا تھا تو اوسکو مدلل کیا ہوتا۔ آپ کا اس دعوے کو بلا دلیل چھوڑ دینا زیادہ تعجب کا محل ہے۔

اگر صاحب تہذیب یہ عذر کریں کہ ہمنے اصل مطلب حدیث کو جو بخاری میں آئی ہے اور وہ صفحہ (۹۵) اشاعۃ السنۃ کے منقول ہے ۔لغو ومہمل نہیں کہا۔ بلکہ ان حواشی وزوائد کو جو شاہ صاحب وغیرہ مفسرین نے ملا دیئے ہیں کہ حضرت سلیمان امراء سے منغص خاطر ہوئے تو وہ کلام بولے۔ اور اس سے یہ مقصد ظاہر کیا کہ مجھے اپنے ارکان وامراؤں کی ضرورت وحاجت باقی نہ رہے۔ اون کو لغو ومہمل کہا ہے کیونکہ یہ شیخ چلی کیسے خیالات ہیں۔ کہ موجودہ سشاف او سار کان دولت کو ایسے خیال سے مستغنے ہونا کہ میرے ہاں نوشے بیٹے ہونگے۔ تو اونکو ارکان دولت بناؤنگا شیخ چلی کی ہی باتیں ہیں۔ جو اوس سے منقول ومشہور ہیں۔ تو اس عذر پر ہم صاحب تہذیب کو معذور سمجھ کر تعجب سے بری کرینگے۔ مگر اسکی شرط یہ ہے کہ اسصورت میں وہ اصل قصہ کو جو حدیث بخاری میں آیا ہے مان لیں اور اوسکو آیت کی تفسیر قرار دیں۔ اگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ اس قصہ کا لائق تفسیر آیت قرآن ہونا ہماری کلام آئندہ میں ثابت و مدلل ہوتا دیکھ لیں۔

وجہ دوم۔ تعجب یہ ہے کہ انہوں نے مولوی چراغ علی صاحب بہادر کی اس نادری کا کہ انہوں نے یہودیوں کی کتاب سے ایک مردہ لڑکا کا قصہ ڈھونڈ کر نکالا ہے۔ شکریہ ادا کیا۔ اور انکو دعا خیر سے یاد فرمایا۔ حالانکہ جس لڑکے کو حضرت سلیمان کے حضور میں پہنچایا گیا تھا۔ اور اوسکے حق میں حضرت سلیمان نے فیصلہ کیا تھا۔ اوسکا قصہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ [له]

له وہ حدیث یہ ہے۔ جو صحیح بخاری کے صفحہ ۴۸۷ میں موجود ہے۔ جسکا مضمون یہ ہے

وکانت امرأتان معهما ابناهما جاء الذئب فذهب بابن احدهما فقالت صاحبتها انما ذهب بابنك وقالت الاخرى انما ذهب بابنك فتحاكما الى داؤد فقضى للكبرى فخرجتا الى سليمان بن داؤد فاخبرتاه فقال ائتونی بالسکین اشقه بینهما فقالت الصغرى لا تفعل يرحمك الله هو ابنها فقضى به للصغرى	کہ دو عورتوں کے دو بچے تھے۔ بھیڑیا آیا تو ایک کے بچہ کو لے گیا۔ اوسکے ساتھ والی بولی کہ تیرے بچہ کو بھیڑیا لے گیا۔ وہ بولی تیرے بچہ کو لے گیا۔ دونوں کا جھگڑا حضرت داؤد کے پاس پہنچا۔ آپ نے وہ بچہ بڑی کو دلوایا۔ پھر وہ حضرت سلیمان کے پاس آئیں اور اس حال کے مظہر ہوئیں تو آپ نے فرمایا چھری لاؤ میں دونوں میں اسکو چیر کر بانٹ دوں۔ اون میں سے چھوٹی بولی کہ آپ ایسا نہ کریں خدا آپ پر رحم کرے

یہ لڑکا اسی کا ہے یعنے بڑی کا آپ نے اس سے یہ سمجھ لیا کہ لڑکا چھوٹی کا ہے جسکو کاٹنے سے روکا ہے۔ پھر اسیکو دلوا دیا۔

اس حدیث اور روایت کتاب یہود کا گوان چار باتوں میں اختلاف ہے کہ وہ

[illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہودیوں کی کتاب میں تو صرف دوسرے مردہ لڑکے کا ذکر زیادہ ہوا ہے جسکا نہ حضرت سلیمان کے پاس پہنچایا جانا ثابت ہے۔ نہ اوس لڑکے مُردہ کی نسبت حضرت سلیمان کا کوئی حکم دینا منقول ہے۔

پھر مولوی چراغ علی صاحب اپنا گھر چھوڑ کر یہودیوں کے ہاں کیوں گئے۔ اور صاحب تہذیب انکے اس فعل کے سبب کیوں شکرگذار ہوئے۔ مولوی چراغ علی صاحب نے اتنا نہ سمجھا کہ جس زندہ لڑکے کو حضرت سلیمان کے پاس وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۰۱)

(۱) دونوں عورتیں زانیہ تھیں۔ یا نہیں (۲) اور ایک کا لڑکا اوسکے پہلو میں سوتے ہوئے مرا یا اوسکو بھیڑیا لے گیا۔ (۳) اور وہ مقدمہ حضرت داؤد کے پاس پہلے پیش ہوا۔ (۴) اور اوس زندہ لڑکے کا کاٹنے کو اونہی چھری مانگی یا تلوار مانگی۔ مگر یہ اختلاف اصل حال سے جو غرض کے متعلق ہے خارج ہے۔ اور اصل حال متعلق غرض دونو کا ایک ہے۔ دونو کا اسپر اتفاق ہے۔ کہ "(۱) وہ عورتیں زندہ لڑکے کو حضرت سلیمان کے پاس لے گئیں تہیں۔ (۲) اور اُسی لڑکے کی نسبت حضرت سلیمان نے حکم دیا تھا۔ (۳) نہ اس لڑکے کے سوا کوئی مردہ لڑکا نہ حضرت سلیمان کے پاس گیا۔ نہ اُنہوں نے اوس کی نسبت کچھ حکم دیا۔

مولوی چراغعلی صاحب اور صاحب تہذیب الاخلاق زندہ لڑکے کا لحاظ کرتے تو اس کتاب یہود کی روائت کو چھوڑ کر صحیح بخاری کی روائت اخذ کرتے۔ نہ برعکس عملیں لاتے۔ اور اگر مردہ لڑکے کا لحاظ تھا۔ تو اس روائت کتاب یہود کو بھی چھوڑ دیتے اور یہ خیال کرتے کہ جس مردہ لڑکے کو ہمنے سلیمان کی کرسی پر پہنچایا۔ اور اسکے ذریعہ سے اس قصہ کو آیت کی تفسیر بنانا چاہا ہے۔ اس لڑکے کا تو اسمیں حضرت سلیمان کے پاس پہنچایا جانا۔ یا اونکے تخت یا کرسی پر ڈالا جانا بیان نہیں ہوا۔ پھر ہم اس آیت سے کیوں تمسک ہوتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الالباب کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عورتاں لے گئیں - اور جس لڑکے کی نسبت حضرت سلیمان نے حکم دیا اوسکا ذکر تو حدیث میں موجود ہے - اور جس مردہ لڑکے کا ذکر یہودیوں کی کتاب میں زیادہ ہوا ہے - اسکو حضرت سلیمان کے پاس ان عورتوں کا لیجانا - اور حضرت سلیمان کا اوس کی نسبت کوئی حکم دینا اس کتاب میں بھی پایا نہیں جاتا - پھر ہم اپنی کتاب چھوڑ یہودیوں کی کتاب سے کیوں متمسک ہوتے ہیں - اور صاحب تہذیب الاخلاق نے یہ خیال نہ فرمایا - کہ ہم تو ہمیشہ ان باتوں کو جو مفسرین نے یہودیوں سے لی ہیں رد کیا کرتے ہیں - پھر مولوی صاحب کے اسلامی روائیت چھوڑ کر یہودی روائیت کے رد جسکو ہمارے مدعا سے کوئی تعلق نہیں ہے - چنانچہ وجہ سوم میں معلوم ہوگا نقل کرنے پر ہم اونکا کیوں شکریہ ادا کرتے ہیں اور وہ اس فعل میں شکریہ کے لایق کب ہوسکتے ہیں -

وجہ سوم تعجب یہ ہے - کہ اس روایت کتاب یہود کو صاحب تہذیب اور مولوی چراغ علی صاحب کے مدعا سے کوئی تعلق نہیں ہے - یہ روائیت اس آیت قرآن کی تفسیر اس صورت میں ہوسکتی جبکہ اس روایت میں مردہ لڑکے کو ان عورتونکا حضرت سلیمان کے پاس لیجانا اور اونکی کرسی پر ڈال دینا اس یہودی کتاب میں بیان ہوا ہو - ان امور کا تو اس کتاب یہود میں نام ونشان نہیں - حضرت سلیمان کو حضور میں تو اوسی زندہ لڑکے کو دو نو عورتوں کا لیجانا - اور اوسی کی نسبت حضرت سلیمان کا یکے بعد دیگرے حکم دینا ثابت و مصرح ہے - پھر ہم اس روائیت کتاب یہود سے کس وہم وخیال سے متمسک ہوتے ہیں - اس تمسک میں ہم اور ہمارے پیش رو مولوی چراغ علی صاحب صریح اور فاش غلطی نہیں کرتے تو پھر دنیا میں غلطی کرنا کس چیز کا نام اور کس شخص کا کام

وجہ چہارم یہ کہ قطع نظر اس ڈبل اور فاش غلطی کے حکم اول حضرت سلیمان کی نسبت صاحب تہذیب کا خیال کرنا کہ پہلے اپنے وہ حکم قطعی اور جزمی طور پر دیدیا - پھر جب عورت کو رحمت کے سبب اضطراب کرتے دیکھا تب اوس حکم کو غلط سمجھ کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منسوخ کیا اور بدلا اور اوس سے رجوع کیا - اور اوس پہلے غلط حکم کے نسبت خدا سے معافی چاہی - اور رب اغفرلی کہا - ایک ایسی ڈبل غلطی ہے - کہ ہر ایک آدمی عقلمند جسنے کچہریوں میں ججوں مجسٹریٹوں کو نہ سہی محلوں کوچوں میں چوہدریوں کی پنچایت کو حکم کرتا دیکھا یا سُنا ہوگا - ایسی غلطی کا مرتکب نہیں ہوتا - اسے حضرت وہ حکم حضرت سلیمان کا قطعی اور جزمی اور عملی (عمل میں لانے کے لایق) حکم نہ تھا جسکو غلط سمجھ کر انہوں نے اس سے رجوع کیا - اور اوسکے لئے خدا سے معافی مانگی ہو - وہ تو پہلے ہی سے غیر قطعی وغیر جزمی وغیر عملی صرف آزمائشی حکم تھا - اور اوس حکم کے صادر کرنے سے صرف اس امر کا امتحان منظور تھا - کہ دیکھئے کونسی عورت دونوں میں سے اس بچے کے مقتول ہونے پر گھبراتی ہے - اور کون بے پروا رہتی ہے - جو گھبرائیگی وہی اوسکی ماں ہوگی اس سے زیادہ اس حکم سے عمل ہرگز مقصود نہ تھا - اسصورت میں کب جایز اور عقل کے نزدیک ممکن ہے کہ پہلا حکم غلط وخطا ولایق رجوع و توبہ متصور ہو - اور دوسرا اسکا ناسخ اور بدل بن سکے - حضرت سلیمان تو بادشاہ تھے - پھر بادشاہی کیسے تھی - صاحب وحی والہام وانعام الٰہی - کسی ادنے عقلمند کے پاس کوئی ایسی چیز متنازع فیہ جسکے جسمانی تقسیم سے اور توڑ پھوڑ سے اسکا نقصان ہو (جیسے چکّی کا پاٹ یا مٹی کا پیالہ) لے جاؤ تو وہ ہرگز اوسکی نسبت یہ حکم نہ دیگا کہ اوسکو توڑ پھوڑ آدھوں آدھ بانٹ لو -

پھر کیا حضرت سلیمان کو (عیاذ اً باللہ) اتنی عقل بھی نہ تھی کہ وہ انسان کے زندہ بچے کو مٹی کے پیالہ یا چکّی کے پتھر کے برابر سمجھتے اور اوسکی نسبت ایسا حکم جزمی وقطعی طور پر اور عمل میں لانے کی نیت سے دیدیتے -

صاحب تہذیب مدت تک سمال کاز کورٹ میں جج رہے ہیں - اور آپکے فرزند ارجمند ہائی کورٹ کے جج رہے - ان صاحبوں نے کبھی کسی چیز کی نسبت جو قابل قسمت جسمانی نہو ایسا حکم نہ دیا ہوگا - پھر حضرت سلیمان کی نسبت ایسا حکم عمل میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لانے کے لئے تجویز کرنا اور پھر اس سے اوسکو غلط سمجھ کر انکا رجوع و توبہ تجویز کرنا اونکو کب جائز و مناسب ہے۔

طرفہ یہ کہ خود اس کتاب یہود کی ۲۸۔ آیت میں ان احکام حضرت سلیمان کو حکمت الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ نہ یہ کہ حکم اول کو جہالت وسفاہت اور صرف دوسرے حکم ہو حکمت پھر اس کتاب کے ماننے والوں کو بھی یہ کب پہنچتا ہے کہ حکم اول سلیمان کو جہالت یا ظلم یا خطا قرار دے۔ اور اس سے انکا رجوع و معافی مانگنا تجویز کرے۔ اس وجہ کو صاحب تہذیب غور سے سنینگے تو امید ہے اپنی اس غلطی کو مان لینگے۔ اور آئندہ پرچہ تہذیب میں اس غلطی کا اعتراف چھاپ کر مشتہر کرینگے۔ اور تفسیر سورۃ صٓ میں اس غلطی کی اصلاح کر دیں گے۔ انشاء اللہ تعالے۔

پنجم وجہ تعجب یہ کہ صاحب تہذیب نے حضرت سلیمان کے حکم اول کو غلط قرار دے کر اس سے انکے رجوع کرنے کو قرآن کے لفظ اناب کا ترجمہ و مصداق ٹھیرایا ہے۔ یہ اون کی ادبی اور عربیت کی غلطی ہے حکم اول حضرت سلیمان کا غلط ہونا اور اوس سے رجوع کرنا مقصود خداوندی ہوتا تو اوسکو لفظ اناب سے تعبیر نہ کیا جاتا۔ بلکہ رجع یا تاب سے کیونکہ انابت عام رجوع یا غلطی سے رجوع پر نہیں بولا جاتا۔ بلکہ اسکا اطلاق خاص رجوع الی اللہ (خدا کیطرف رجوع کرنی) پر ہوا ہے۔ جو ایک اخص اطلاق ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے ویھدی الیہ من اناب اے الی اللہ (رعد۔ ع ۳۔) واتبع سبیل من اناب الی (لقمٰن۔ ع ۲۔) وخر راکعا واناب اے الی اللہ (ص۔ ع ۲۔) و الیک انبنا (ممتحنہ ع ۱۔)

حدیث میں ادعیہ ماثورہ میں وارد ہے الیک انبت۔ مجمع البحار میں ہے الانابۃ الرجوع الی اللہ بالتوبۃ من اناب اذا اقبل ورجع۔ قاموس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ہے ناب الی اللہ تاب کا مناب ان شواہد سے اطمینان خاطر نہ ہو تو ہمارے دوست مولوی شبلی صاحب نعمانی سے اس کی تحقیق کرالیں جو کالج کے عربی مدرس ہیں

ششم وجہ تعجب یہ ہے کہ روائت کتاب یہودمیں مردہ لڑکے کو حضرت سلیمان کے پاس لانے کا ذکر تک نہیں ہے تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہوتا ہے کہ وہ لڑکا حضرت سلیمان کے تخت یا کرسی پر ڈالا گیا۔ اور نہ کسی دربار شاہی یا عدالت مجسٹریٹی یا پنچایتی کا دستور و رسم ہے۔ کہ مردہ کو جسکے متعلق کوئی کیس ہو تخت شاہی یا میز ججی یا خاص چوکی یا چارپائی جائے نشست پینچوں پر لا ڈالیں۔ ہاں ہسپتال کی میزوں پر جہاں مردے چیرے جاتے ہیں لاشیں ڈالی جاتی ہیں۔ مگر مردون کی میز کا نہ قرآن میں ذکر ہے نہ اس کتاب یہود میں۔ پھر وہ قصہ کتاب یہود اس آئت کی تفسیر کیونکر ہوسکتا ہے۔ جسمیں یہ بیان ہے کہ ہمنے سلیمان کی کرسی پر دھڑ ڈال کر اوسکو آزمایش کیا۔

جب یہ قصہ ان وجوہات سے اس لائق نہ ٹھیرا کہ وہ قرآن کی آئت مذکورہ کی تفسیر ہوسکے تو اب صاحب تہذیب کو بجز اسکے کیا چارہ ہے۔ کہ وہ اس قصہ کو جو حدیث میں آیا ہے۔ اور اسمیں بنابر بیان امام رازی یہ تصریح بھی موجود ہے کہ وہ مردہ لڑکا حضرت سلیمان کی گود میں انکی کرسی پر لایا گیا تھا۔ اس آیت کی تفسیر و مورد نزول مان لیں۔ کیونکہ وہ حکایات و روایات مفتریات یہود کو ہماری مانند اکاذیب جان چکے ہیں۔ اور امام رازی کے بیان کردہ ان دو وجہوں کو۔ جنکو بمقابلہ روائت حدیث بخاری ناقابل وقعت سمجھ کر ہمنے نقل نہیں کیا۔ وہ ناپسند کرچکے ہیں۔ اور پہلی وجہ بیان کردہ امام صاحب کو کہ وہ آیت اس لڑکے حضرت سلیمان کی نسبت ہے جو بادلوں میں پرورش پاتا تھا۔ وہ بعید از قیاس سمجھ کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبول نہ کرینگے۔ پھر اس آئت کا محمل صحیح ہے تو یہی ہے۔ جو حدیث بخاری میں ہے۔ لہذا امید ہے کہ اب اسکے ماننے میں ان کو کوئی عذر نہ ہوگا۔ اور تفسیر سورہ صٓ میں اس قصہ کو آپ اس آیت کا مورد و محمل قرار دینگے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

ناظرین و محبین تہذیب الاخلاق و اشاعۃ السنہ ہماری اس نکتہ چینی پر انصاف سے رائے زنی کریں اور آئندہ کے لئے بھی امید رکھیں کہ جس نکتہ چینی تہذیب الاخلاق کا ہمنے رسالہ نمبر ۷ جلد ۱۶ میں وعدہ کیا تھا۔ وہ اسی دوستانہ و ملائمانہ طرز سے ہوگی جسکو صاحب تہذیب بھی پسند کرینگے۔ اور اُسپر داد انصاف دینگے انشاء اللہ تعالےٰ

حضرات انبیاء علیہم السلام سے جنہیں ابتلا آلٰہی آیا ایک حضرت ایوب علیہ السلام بھی تھے۔ جنکا سخت تکالیف مالی و جانی و اہلی میں مبتلا ہونا قرآن مجید میں مجملاً اور تفاسیر میں مفصلاً آیا ہے۔ مگر قرآن میں انکا کوئی قصور یا خطا بیان نہیں ہوا۔ اور نہ کسی حدیث صحیح میں اسکا ذکر آیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ابتلا صرف رفعت درجات و مزید حسنات کے لئے تھا۔ نہ کسی خطا یا گناہ کے بدلے۔ ان کے سوائے بہت سے انبیاء ہیں جنکا ذکر قرآن میں ہے جیسے حضرت یعقوب۔ حضرت ہارون۔ حضرت ادریس۔ حضرت شعیب۔ حضرت ہود۔ حضرت صالح۔ حضرت زکریا۔ حضرت یحییٰ۔ حضرت الیسع وغیرہم صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ ان سب حضرات کا بھی کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ یا کوئی خطا و نسیان قرآن اور حدیث صحیح میں نظر سے نہیں گذرا۔

عیسائی جو جملہ انبیاء کو گنہگار جانتے ہیں وہ ان حضرات کا کوئی گناہ بیبل سے نکالیں تو اس سے اہل سلام پر الزام قایم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اہل اسلام بیبل کو محفوظ کلام آلٰہی نہیں جانتے۔ اور اسمیں یہود و نصاریٰ کے مفتریات کے دخل کا یقین رکھتے ہیں۔ لہذا اہل اسلام کو اس الزام کا جواب دینا ضروری نہیں ہے؛

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب رہی عصمت سیّد المرسلین و خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ (جنسے عیسائیوں کو زیادہ تر پرخاش ہے ۔ اور اون ہی کو گنہگار بنانے کے لئے اون کی سر توڑ کوشش ہو رہی ہے) سو اس عصمت کا ثابت کرنا ۔ اور جو اعتراض آپ کی عصمت پر مخالفوں نے اور اسلام کے نادان دوستوں نے کئے ہوئے ہیں ۔ اُنکا جواب دینا ہمارا اوّل فرض تھا ۔ ہمنے اس کے ادا کرنے کو اسلئے مؤخر کیا کہ اوسمیں ہمکو زیادہ تفصیل سے بحث کرنا ۔ اور ریزرو ڈ فورس دکھانا مد نظر تھا جو خدا کی توفیق اور توقیف سے عمل میں آتا ہے ۔

پس واضح ہو کہ جن واقعات اور اقوال خداوندی اور افعال نبوی کی دستآویز سے آنحضرت کی عصمت پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ کئی ہیں ۔

از انجملہ ایک واقعہ قرأت سورۃ نجم ہے جسکا ذکر ط۲۹ وغیرہ میں ہوا ہے اور اوسکا جواب بھی ض۳۰ وغیرہ میں گذرا ہے ۔

وازانجملہ واقعہ فدیہ قیدیان بدر ہے ۔ جسکا ذکر ص۳۳ میں ہوا ۔ اور اُسکا جواب بھی ص۳۴ وغیرہ میں گذرا ۔

وازانجملہ واقعہ نکاح حضرت زینب ہے ۔ جسکا مفصل ذکر و بیان رسالہ نمبر ۶ جلد ۱ ص۱۶۹ میں ہوا ہے ۔ اور اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس نکاح میں آنحضرت نے خدا کا کوئی گناہ نہیں کیا ۔

وازانجملہ یہ قول خداوندی ہے جسمیں آنحضرت کو خطاب ہوا ہے ۔ کہ ہم نے تجھے بھولا ہوا پایا ۔ پس راہ دکھایا ۔

ووجدک ضالاً فھدیٰ (والضحیٰ)
ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک (الم نشرح)

وازانجملہ یہ قول خداوندی ہے کہ ہمنے تیرا بوجھ جس نے تیری پیٹھ کو توڑ دیا تھا تجھسے اوتار دیا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منکرین عصمت آنحضرت خصوصاً عیسائی خیال کرتے ہیں کہ آنحضرت دین میں گمراہ تھے۔ اور آپ کی پشت پر گناہوں کا بوجھ تھا۔

آسکا جواب خود ان ہی آیتوں میں موجود ہے کہ جو تھا نبوت سے پہلے تھا خدا نے آپ کو نبی کیا تو آپ کو راہ دکھایا۔ اور آپ کا بوجھ اوٹھا دیا۔ لہذا اس آیت سے آنحضرت کا حالت نبوت میں گنہگار رہونا نکالنا حماقت وجہالت مستدل کی دلیل ہے۔ نہ دلیل نفی عصمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔

امام رازی اور دیگر مفسرین نے شہادت واقعات عینیہ سے ان دونو آیتون کی ایسی تفسیر کی ہے کہ اس سے نبوت سے پہلے بھی آپ سے گمراہی یا گناہ کرنے کی نفی ثابت ہوتی ہے۔

پہلی آیت کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں۔ جمہور علماء اسلام کا اسپر اتفاق ہے کہ آنحضرت نے کفر کا ارتکاب ایک لمحہ نہیں کیا۔ آپ کے حق میں خدا نے فرمادیا ہی

اما الجمھور من العلماء فقد اتفقوا على انه عليه السلام ما كفر بالله لحظة واحدة قوله تعالى ما ضل صاحبكم وما غوى وذكروا فى تفسير هذه الآية وجوهًا كثيرة احدها وجدك ضالًا عن معالم النبوة واحكام الشريعة غافلًا عنها فهداك اليها وهو المراد بقوله ما كنت تدرى ما الكتاب ولا الايمان وقوله وان كنت من قبله عن الغافلين

کہ تمہارا ساتھی (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) نہ کبھی بہکا نہ گمراہ ہوا۔ اور جس بھول کا اس آیت والضحیٰ میں ذکر ہے اسکی تفسیر میں کئی وجوہات بیان ہوئی ہیں ایک یہ کہ تجھے نبوت کے اعلام اور شریعت کے احکام سے بے خبر پایا۔ تو تجھے اون کی طرف رستہ دکھایا۔ یہی مراد اس قول خداوندی سے ہے کہ تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کس کس چیز کے ماننے کو کہتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وثانیها ضل عن مرضعه حلیمة
حین ارادت ان ترده الی جده
حتی دخلت علی هبل وشکت
ذلک الیه فتساقطت الاصنام
وسمعت صوتا یقول انما هلاکنا
بید هذا الصبی وفیه حکایة طویلة
وثالثها ما روی مرفوعا انه
علیه السلام قال ضللت عن
جدی وانا صبی ضایع کاد الجوع
یقتلنی فهدانی الله ذکره الضحاک
وذکر تعلقه باستار الکعبة وقوله
ع یارب رد ولدی محمدا
اردده ربی واصطنع عندی یدا
فما زال یردد هذا عند البیت
حتی اتاه ابو جهل علی ناقة و
محمد بین یدیه وهو یقول
لاتدری ماذا نری من ابنک
فقال عبد المطلب ولم قال انی
انخت الناقة وارکبته من
خلفی فابت الناقة
ان تقوم فلما ارکبته

اور اس قول خداوندی سے کہ تو اس سے
پہلے غافلوں سے تھا۔ وجہ دوم یہ کہ آپ
اپنی دائی حلیمہ سے جُدا ہو کر رستہ بھول
گئے تھے۔ جب وہ آپ کے دادا (عبدالمطلب)
کے پاس پہنچانے آئی تھی۔ وہ ہبل نامی
بُت کے پاس آپ کے بھول جانے کی
شکایت بطور فریاد کرنے لگی۔ تو سب کے سب
بُت گر پڑے اور اوس نے یہ آواز بُت کی
سنی کہ ہماری ہلاکت اس لڑکے کے ہاتھوں
سے ہوگی۔ یہ حکایت طویل ہے۔ تیسری
وجہ یہ جو خود آنحضرت نے فرمائی ہے۔ کہ
میں چھوٹا لڑکا ضایع ہو جانے والا تھا۔ کہ
میں دادا سے جُدا ہو کر بھول گیا۔ اور بھوک
سے مرنے لگا۔ تو خدا نے مجھے رستہ بتا دیا
یہ ذکر ضحاک نے کیا ہے۔ اور اوس نے
یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آپ کے دادا کعبہ کے
پردہ کو پکڑ کر یہ مضمون شعر میں کہنے لگے۔ کہ
اے رب میرے بیٹے کو میری طرف پھیر لا
اور ہمیں مجھ پر احسان اور مہربانی کرو بار بار
یہ کہتے تھے کہ ابوجہل اونٹنی پر سوار ہو کر آیا
اور اوس کے آگے آنحضرت سوار تھے۔ وہ بولا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اماهي قامت الناقة
كان الناقة تقول يا
احمق هو الامام فكيف يقوم
خلف المقتدى وقال ابن عباس رض
رده الله الى جده بيد عدوه
كما فعل بموسى حين حفظه على
يد عدوه الى ان ذكر تسعة عشر
وجهًا - ثم قال العشرين روى
على عليه السلام عن النبي صلى الله
عليه وسلم انه قال ما هممت
بشئ مما كان اهل الجاهلية
يعملون به غير مرتين كل ذلك
يحول الله بيني وبين ما اريد من
ذلك ثم ما هممت بعدها بسوء
حتى اكرمني برسالته فاني قلت
ليلة لغلام من قريش كان يرعى
باعلى مكة لو حفظت غنمي حتى
ادخل مكة فاسمر بها كما يسمر
الشبان فخرجت اريد ذلك
حتى اتيت اول دار من دور
مكة فسمعت عزفا بالدفوف

ہم نہیں جانتے تیرے اس بیٹے سے ہم
کیا کچھ دیکھیں گے۔ عبد المطلب بولے
کیا ہوا۔ وہ بولا مینے اونٹنی کو بٹھایا اور
اسکو اپنے پیچھے سوار کیا۔ تو اونٹنی نہ اوٹھی
پھر جب مینے اسکو اپنے آگے بٹھایا۔ تو
وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور بولی کہ او احمق
یہ امام ہے۔ یہ پیچھے کیونکر ہوتا۔ ابن
عباس نے کہا ہے خدا تعالےٰ نے آپکو
دشمن کے ہاتھ سے دادا کے پاس پہنچایا۔
جیسے دشمن کے ہاتھ میں موسے کو پرورش کیا۔
پھر امام نے اور وجوہات بیان کیں جسکا
شمار انیس تک پہنچایا۔ پھر فرمایا۔ بیسویں
وجہ یہ جو حضرت علی نے روائت کی ہے
کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مینے کسی بُرے کام
کا جو زمانہ جاہلیت میں لوگ کرتے تھے۔
بجز دو دفعہ کے جنہیں خدا تعالےٰ میری ارادہ
میں حایل اور آڑ ہوگیا۔ قصد نہ کیا تھا۔
یہاں تک کہ خدا تعالےٰ نے مجھے نبوت سے
سرافراز فرمایا۔ پھر مینے کبھی بھی برائی کا قصد
نہیں کیا۔ ایک شب مینے ایک نوجوان
قریش لڑکے کو جو مکے اوپر کی جانب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والمزامير فقالوا فلان بن فلان
تزوج بفلانة فجلست انظر
اليهم فضرب الله على اذنى
فنمت فما ايقظني الا مس
الشمس ثم قلت له ليلة اخرى
مثل ذلك فضرب الله على
اذنى فما ايقظني الامس الشمس
فما هممت بعد هما بسوء
(تفسیر کبیر صفحہ ۶۴۰ جلد ۸-)

بکریاں چراتا تھا۔ کہا کہ تو میری بکریاں بھی
سنبھال رکھے تو میں مکہ جاؤں۔ اور
وہاں نوجوانوں کی طرح گپ شپ
سنوں اور کہوں۔ جب میں نکلا اور مکہ
کے پہلے گھر پہنچا تو وہاں سے گانے
بجانے کی آواز سنی اور یہ کہ فلاں شخص کا
فلاں عورت سے نکاح ہوا۔ میں وہاں
بیٹھکر دیکھنے لگا تو خدا نے مجھے ایسا سولایا
کہ پھر مجھے آفتاب ہی نے جگایا۔ ایسا ہی
ایک اور رات اتفاق ہوا۔ پھر میں نے کبھی ایسی بُرائی کا بھی قصد نہ کیا۔

اور دوسری آیت کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں۔ اس بوجھ سے جس نے

والوزر ما يكرهه من تغيير هم
لسنة الخليل وكان لا يقدر على
منعهم الى ان قواه الله تعالى وقال
له ان اتبع ملة ابراهيم الى ان
ذكر وجوها تسعة (تفسیر کبیر صفحہ ۶۰۹)

آپ کی پیٹھ کو توڑا تھا وہ مراد ہے جو کفار
مکہ نے سنت ابراہیم خلیل اللہ میں تغیر ڈال
رکھا تھا۔ اور آپ کو اس سے منع کرنے
کی طاقت نہ تھی۔ یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے
آپ کو طاقت منع کرنے کی دی۔ اور فرمایا
کہ تو دین ابراہیم کی پیروی کر۔

اور شرح مواقف میں ہے کہ وزر کے معنے بوجھ کے ہیں جیسے اس آیت

قد جاء الوزر بمعنى الثقل كقوله
تعالى حتى تضع الحرب اوزارها
فجاز ان يكون ههنا مستعملا

میں ہے۔ جسکا ترجمہ یہ ہے "کہ لڑائی
اپنا بوجھ رکھ دے"۔ یہاں لفظ وزر کا بمعنے
بوجھ استعمال کرنا جائز ہوا تو اس بوجھ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

للثقل الذی کان علیه من الغم الشدید لاصرار قومه علی الکفر و الشرك بالله ولعدم استطاعته علی تنفیذ امر الدین فلما اعلی الله شانه وشد ازره فقد وضع عنه وزره وثقله ویقوی هذا التاویل قوله ورفعنا لك ذکرك (شرح مواقف ص ۷۹۶)

وہ غم کا بوجھ مراد ہے جو آپ کو قوم کے کفر والکار پر اصرار کرنے سے اور آپ کو رد کفر کی طاقت نہ ہونے سے ہوتا تھا۔ جب اللہ تعالےٰ نے آپ کی شان و رتبہ کو بلند کیا اور آپ کی پشت مضبوط کر دی تو وہ بوجھ دور کر دیا۔ اس تاویل کی تقویت اس قول خداوندی سے ہوتی ہے جسمیں فرمایا کہ ہمنے تیرے ذکر یعنے شان کو بلند کیا۔

بالجملہ یہ آیات کریمہ آنحضرت کی عصمت پر دلیل ہیں، نہ نفی عصمت پر۔

وازانجملہ یہ قول خداوندی ہے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ خدا نے تجھے معاف کیا

عفا الله عنك لم اذنت لهم (سورہ توبہ۔ ع۔ ۷۔)

تو نے لڑائی سے ہٹ رہنے والوں کو پیچھے رہنے کی اجازت کیوں دی۔

منکرین عصمت کہتے ہیں۔ (۱) پیچھے رہنے کی اجازت دینا گناہ تھا۔ تب ہی تو اس سے معافی ہوئی۔ (۲) اور کہتے ہیں کہ اسیواسطے یہ اعتراض ہوا۔ کہ تونے کیوں اجازت دی۔ اسکا جواب یہ کہ آنحضرت کو پہلے کوئی حکم نہ ہوا تھا۔ کہ جو شخص کوئی عذر

والجواب عن الاول لانسلم ان قوله عفا الله عنك یوجب الذنب ولو لا یجوز ان یقال ان ذلك یدل علی مبالغة الله فی تعظیمه وتوقیره کما یقول الرجل لغیره اذا کان معظما عنده

بیان کرے اوسکو قبول نہ کیا جائے۔ اور پیچھے رہنے کی اجازت نہ دیجائے۔ تاکہ اوس حکم کا خلاف کرنے سے گناہ لازم آتا اور یہ فرمانا کہ خدا نے تجھے اجازت دینا معاف کیا۔ خود بتا رہا ہے۔ کہ یہ فعل گناہ لائق مواخذہ نہیں بلکہ صرف خطا قابل عفو و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عفا الله عنك ما صنعت فی امری
ورضی الله عنك ما جوابك عن
کلامی وعافاك الله ما عرفت
حقی فلا یکون غرضه من هذا
الکلام الا مزید التبجیل الی ان
تمسك علیه باشعار علی بن الجهم
الجواب عن الثانی ان نقول لا
یجوز ان یقال المراد بقوله لم اذنت
الانکار فقوله عفا الله عنك یدل
علی حصول العفو وبعد حصول
العفو یستحیل ان یتوجه الانکار ونحمل قوله
لم اذنت لهم علی ترك الاولیٰ
الاکمل لا سیما وهذه الواقعة
کانت من جنس ما یتعلق بالحروب
ومصالح الدنیا (تفسیر کبیر ص ۴۹۰ جلد ۴)

درگذر رہے بلکہ اس سے تو اور آنحضرت کی
تعظیم اور توقیر منجانب اللہ ثابت ہوتی
ہے کہ قول آئندہ سے آپکے دل میں گناہ
کا خیال پیدا ہو کر ملال نہ ہو۔ جیسا کوئی
کسی بزرگ کو کہتا ہے کہ خدا آپ کو
معاف کرے۔ یا خوش رکھے۔ یا راضی
ہو۔ آپ نے میرے فلاں امر میں
کیا کیا ہے۔ یا میرا حق نہیں پہچانا۔
اور یہ فرمانا کہ تو نے کیوں اجازت دی
بطور انکار و اعتراض نہیں ہے۔
کیونکہ معافی کے بعد کے اعتراض و
انکار نامناسب ہے۔ اس سے مقصود
یہی ہے کہ آپ ایسا نہ کرتے تو بہت
اچھا ہوتا۔ مگر جو ہوا لائق معافی ہے
نہ قابل مؤاخذہ اور گناہ۔

واز انجملہ یہ فعل آنحضرت کا ہے۔ کہ آپ نے ابن ام مکتوم نابینا کے

عبس وتولی ان جاءه الاعمی

(سورہ عبس۔ ع)

ولا تطرد الذین یدعون ربهم
بالغداة والعشی یریدون
وجهه (انعام۔ ع۔)

بے موقعہ آکر ایک سوال کرنے پر اس پر
منہہ پھیر لیا۔ اور رؤساء کفار قریش کے
پاس خاطر سے مسکین اصحاب کو انکی
آمد کے وقت اپنے پاس سے ہٹانیکا
ارادہ کیا جس پر ان اقوال خداوندی کا نزول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوا۔ جو حاشیہ میں منقول ہیں۔

منکرین عصمت کہتے ہیں۔ اس فعل پر خدا نے عتاب کیا۔ اور اس ارادہ سے آپ کو روک دیا تو اوس سے معلوم ہوا کہ وہ فعل و ارادہ گناہ تھے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آنحضرت نے اس فعل یا ارادہ میں کسی سابق امر و نہی کا خلاف نہیں کیا تھا۔ کہ اوسکو گناہ سے تعبیر کیا جا سکے۔ جو کیا یا کرنا چاہا تھا وہ آپ نے فہم و اجتہاد سے کیا۔ اور کرنا چاہا۔ اور آپ کی نیت و سمجھ میں وہ فعل و ارادہ اچھا تھا۔ ابن ام مکتوم کا تو سوال ہی بے موقعہ تھا۔ اور اسمیں قطع کلام غیر پایا جاتا تھا جس سے آنحضرت نے اوس سے مُنہ پھیرا۔ اور کفار قریش کی آمد کے وقت میں فقراء صحابہ کو روکنے میں آپ نے خیال فرمایا کہ جو لوگ مسلمان اور میرے اصحاب ہیں وہ ہر وقت میری صحبت سے فیضیاب ہوتے رہتے ہیں۔ کفار قریش جو اپنے کفر اور تکبر دنیا کے سبب ان فقیروں کے پاس بیٹھنے سے عار کرتے ہیں۔ اون کو کوئی وقت خاص دیا جائے جسمیں فقیر نہ ہوں تو وہ بھی فیض صحبت سے فائدہ اوٹھاویں۔ مگر چونکہ اس فعل و ارادہ میں ابن ام مکتوم کی اور اون فقیروں کی دل شکنی ہوتی تھی۔ اور اوس سے یہ بھی آنحضرت پر کسی بدگمان کی بدگمانی ہو سکتی تھی۔ کہ آپ نے اون کی دنیا کا لحاظ کیا۔ اسلئے خدا نے

القائلون بصدور الذنب عن الانبیاء تمسکو بھذه الایة وقالو الما عاتبه الله فی ذلك الفعل كان معصیة و ھذا بعید فانا قد بینا ان ذلك كان ھو الواجب للتعین الا بحسب ھذا الاعتبار الواحد وھو انه یوھم تقدیم الاغنیاء علی الفقراء وذلك غیر لایق بصلابة الرسول علیه السلام واذا كان كذلك كان جاریا مجری ترك الاحتیاط و ترك الافضل فلم یكن ذنبا۔ (تفسیر کبیر ص۱۷۸ جلد ۸)

والجواب انه ترك الاولی مما یلیق بخلقة العظیم و مثله یعاتب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیٰ مثلہ (شرح مواقف ص۶۹۸)

والجواب عن الاوّل انه علیه السّلام ما طردهم لاجل الاستخفاف و الاستنکاف من فقرهم وانما عین لجلوسهم وقتاً معیناً سوی الوقت الذی کان یحضر فیه اکابر قریش فکان غرضه التلطف فی دخالهم فی الاسلام ولعله علیه السّلام کان یقول هولاء الفقراء لا یفوتهم بهذه المعاملة امرهم فی الدنیا وفی الدین و هولاء الکفار یفوتهم بهذا المعاملة الدین والاسلام فکان ترجیح هذا الجانب اولیٰ فاقصی مایقال ان هذا الاجتهاد وقع خطاءً الا ان الخطاء فی الاجتهاد مغفور وانه من باب ترک الاولیٰ و الافضل لامن باب ترک الواجب

(تفسیر کبیر ص۷۲ جلد ۴۔)

بنظر علو شان و عظم خلق آنحضرت کے اس فعل پر عتاب ظاہر فرمایا۔ اور اس ارادہ سے آپ کو روک دیا۔ جس سے صرف یہ ثابت ہوا۔ کہ آپ کا فعل و ارادہ گو نیک نیتی پر مبنی تھا۔ مگر اس میں آپ سے خطا اجتہادی ہوئی۔ آپکے خلق و شان کو یہی شایاں تھا۔ کہ اندھے کے سوال بے موقعہ پر حوصلہ و تحمل کو کام میں لاتے۔ اور کفار قریش کی آمد کے وقت بھی فقراء المسلمین کو روکنے کا ارادہ نہ کرتے۔ اور اون کی دل شکنی کا لحاظ فرماتے۔ آپکا فعل و ارادہ میں آپسے ترک اولےٰ و ترک افضل ہوا۔ اسپر آپ کو خدا تعالےٰ کا متنبہ کرنا عین عصمت ہے۔ نہ خلاف عصمت خلاف عصمت تب ہوتا جبکہ آپ اپنے اس خیال و خطاء اجتہادی پر قائم و مصر رہتے۔

وازانجملہ یہ قول خداوندی ہے کہ اے نبی اپنے گناہ کی خدا سے بخشش مانگ

واستغفر لذنبك۔ (سورہ محمد۔ ع) اور یہ ارشاد تھا کہ خدا تعالےٰ تیرے اگلے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یغفرلك الله ما تقدم من ذنبك و ما تاخر (سورہ فتح ع ۱)

قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم انی قد استغفر الله واتوب الیہ فی الیوم سبعین مرۃ (بخاری) ولمسلم انہ لیغان علی قلبی حتی استغفر الله فی الیوم مائۃ مرۃ

پچھلے گناہ معاف کر دے۔ اور آنحضرت کا دائمی و مدت العمری فعل کہ آپ خدا سے دن میں ستر دفعہ یا سو دفعہ بخشش مانگتے اور توبہ کرتے رہتے۔ یہ بھی آپ سے مروی ہے کہ میرے دل پر پردہ یا حجاب آجاتا ہے۔ یہاں تک کہ میں دن بھر میں سو دفعہ خدا سے بخشش مانگتا ہوں۔

منکرین عصمت کہتے ہیں کہ آپ کے دل پر پردہ یا حجاب کا آجانا۔ پھر آنحضرت کا اس سے توبہ کرنا۔ اور بخشش مانگنا صاف بتاتا ہے کہ آنحضرت گنہگار رہتے۔

مسٹر اکبر مسیح وغیرہ عیسائی اس دلیل پر بڑا زور دیتے ہیں۔ مسٹر اکبر مسیح اس کی تفصیل میں آنحضرت کے بعض ادعیہ کو اپنے خط مورخہ ۷۔ جنوری ۱۸۹۶ء مندرجہ کشف نمبر ۶، ۷، جلد ۲ میں نقل کرتے ہیں جنمیں آنحضرت نے چھوٹے بڑے قصدی

اللھم اغفرلی ذنبی کلہ دقہ وجلہ وعلانیتہ وسرہ اللھم اغفر لی جدی وھزلی وخطائی وعمدی وعلانیتی وسری۔

غیر قصدی کھلے چھپے گناہوں سے بخشش مانگی ہے۔ اور چونکہ مسٹر اکبر مسیح کو یہ معلوم تھا کہ اہل اسلام ان گناہوں سے ترک اولٰے و ترک افضل مراد بیان کرتے ہیں

اور آپ کا بخشش مانگنا ایسے امور سے بلحاظ کمال ورع احتیاط و تقوے ہوا ہے اسلئے انہوں نے اسکے رد جواب میں ایسے الفاظ قرآن کو پیش کیا ہے۔ جنمیں ذنب کا اطلاق کبیرہ گناہوں پر ہوا ہے۔ اور بخشش مانگنے کا حکم ایسے لوگوں کو ہوا ہے جنہوں نے کبیرہ گناہ کئے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱) استغفری لذنبك (یوسف ع ۳)	(۱) جیسے زلیخا کو کہا گیا ہے۔ کہ تو اپنے گناہ (فعل بد کے ارادہ و مطالبہ) سے بخشش مانگ۔
(۲) ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وقنا عذاب النار (آل عمران۔ ع ۲)	(۲) عام مومنوں کی دعا قرآن میں منقول ہے کہ اے رب ہمارے گناہ معاف کر اور ہمکو دوزخ کے عذاب سے بچا۔
(۳) قل فلم یعذبکم بذنوبکم (المائدہ۔ ع ۳)	(۳) یہودیوں کو الزام دیا گیا ہے۔ کہ
(۴) فدمدم علیہم ربہم بذنبہم (والشمس)	

تم خدا کے بیٹے ہوتے تو تم کو خدا تمہارے گناہوں کے بدلے عذاب کیوں کرتا۔

(۴) قوم ثمود کے حق میں کہا گیا ہے۔ کہ اون کو اون کے گناہ کے بدلے خدا نے اُلٹ مارا۔

مسٹر اکبر مسیح اس خط میں لکھتے ہیں کہ ذنب کا لفظ قرآنی محاورہ میں کتنا واضح ہے جبکی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ یعنے پھر آنحضرت صلعم کے ذنب کی ترک افضل سے کیوں تاویل کیجاتی ہے۔

پھر اکبر مسیح یہ بھی اس خط میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے کھُلے الفاظ سے اپنے گناہوں اور ظلم کا اقبال کیا ہے۔ اور برطبق "من آنم کہ من دانم" اپنا گنہگار ہونا خود کھول کر بتا دیا ہے۔ پھر اون کے لوگ کیوں اون کی خوبیاں بیاں کرتے ہیں۔ اور اون کے گناہوں کی یہ تاویلیں کرتے ہیں۔

پھر اکبر مسیح نے آنحضرت کے تاریخی حالات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے مگر اوسکو مجمل رکھا ہے۔ کسی تفصیل یا تمثیل سے تعرض نہیں کیا۔

اس قول خدا وندی اور اقوال وافعال نبوی کا وہی جواب ہے جسکو مسٹر اکبر مسیح نے بغیر سمجھے بوجھے جا تاویل سمجھا ہے۔ واقعہ میں آنحضرت سے نبوت سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہلے اور نبوت کے بعد کوئی ایسا فعل نہیں ہوا جسکو اونکی شریعت یا اون سے پہلے دیگر واقعی نہ بناوٹی) شریعتوں کے رو سے یا عام اخلاق کی نظر سے گناہ کہا جاسکے و معہذا جو آپ نے رات دن خدا سے گناہ کی معافی چاہی ہے ۔ اور بخشش مانگی ہے تو اوسکی وجہ بجز اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ آپ نے بنظر اوس عالی رتبہ قرب الٰہی واتقار کے ایسی باتوں کو جو عام لوگوں کے لئے مباح (جیسے جائز لذات دنیا سے نفع اوٹھانا) بلکہ بعض حسنات (جیسے اولاد ازدواج سے پیار و التفات کرنا ۔) تھیں اپنے حق میں گناہ سمجھا ہے ۔ اور بعض باتیں آپ سے ایسی بھی سرزد ہوئی ہیں ۔ جنھیں بمقتضائے بشریت آپ سے ترک اولے ہوا ۔ (جیسے کسی [illegible] خدا سے غافل ہونا) یا اونمیں خطا و سہو واقع ہوا ۔ وہ باتیں بھی بحکم عام اصول شریعت گناہ نہیں کہلاتیں ۔

مسٹر اکبر مسیح نے جو آنحضرت کے حق میں لفظ گناہ یا ذنب سے وہ عام معنے مراد قرار دیئے ہیں جو عام لوگوں کے حق میں اس لفظ کے معنے مراد لئے جاتے ہیں ۔ اور اوسپر چار آیات قرآن اور ایک دو حدیثوں کے محاورات کو سند بنا کر پیش کیا ہی اسمیں وہ اپنے مذہب و تحقیق و اعتقاد سابق کو بھول گئے ہیں ۔ اون کی غرض پرخاش نے اون کو اپنی قلم سے لکھی ہوئی اور منہ سے کہی بات بھلا دی ہے ۔ کیا سچ کہا گیا ہی

؎ چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد　　صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

مسٹر اکبر مسیح کو اپنی وہ بات و تحقیق یاد نہیں رہی ۔ جو رسالہ تنقیح الوہیت مسیح کے صفحہ ۹۱ میں انہوں نے کہی ہے کہ "ہم اس کتاب کے صفحہ ۶۳ میں لکھ چکے ہیں کہ محض ایک سے الفاظ استعمال کرنے کی وجہ سے دو مختلف اشخاص ہم مرتبہ نہیں ہو جاتے "۔ پھر اسکی تمثیل میں آپ اسکے متصل ہی فرماتے ہیں ۔ جو الفاظ خدا کے لئے غیر محدود وہی انسان کے لئے بالکل محدود و اور دا دوسرے معنے ادا کرتے ہیں ۔ ازلیت و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابدیت خدا کی صفات مسلم ہیں۔ اسلئے ان الفاظ "الفا و امیگا" "اوّل و آخر" سے خدا کی ازلیّت و ابدیّت بغیر کسی تشریح زائد کے ثابت ہوتی ہے۔ اسیطرح باوجودیکہ جملہ سب کچھ جانتا ہے۔ سے فی نفسہ علم غیر محدود یا ہمہ دانی ثابت نہیں ہوتی۔ تاہم چونکہ کلام مقدس ہیں خدا سے صفات ہمہ دانی بہت واضح طور پر منسوب ہوتی ہے۔ اسلئے جہاں کہیں لکھا ہے۔ خدا سب کچھ جانتا ہے۔ (۱-یوحنا ۳/۲۰) بلا تامل اس سے مراد ہمہ دانی لیتے ہیں۔ برخلاف اسکے چونکہ کلام مقدس انسان کو نہائیت وضاحت سے کم عقل و ناقص تبلاتا ہے۔ لہذا جب اوسکے لئے وہی الفاظ تم سب کچھ جانتے ہو۔ (۱-یوحنا ۲/۲۰) مستعمل ہوتے ہیں۔ تو اوس کا مفہوم ہمیشہ محدود دانی جانتے ہیں۔ اور اس کتاب کے صفحہ ۹۲ میں جو آپ نے کہا ہے۔ وہ بھی اسی کو معنے میں ہے۔ اصل عبارت اس صفحہ کے بقیہ مضمون "عیسائیوں کے باہمی جنگ پر اسلامی رائے" کے پہلے ہی صفحہ میں منقول ہوگی۔ مگر افسوس صد افسوس آپ ان باتوں کو آنحضرت کی عصمت سے پرخاش کرنے کے وقت بالکل نسیًا منسیًا کر گئے۔ اور اسبات کو قلم میں لانے کے وقت کہ "لفظ ذنب (یا گناہ) جو آنحضرت کے حق میں بولا گیا ہے۔ بعینہ وہی لفظ ہے جو زلیخا کے حق میں (جبکہ اُسنے بدکاری کا ارادہ کیا تھا) اور مسلمان گنہگاروں کے حق میں جو دوزخ سے پناہ مانگتی ہے اور یہودی اور مفسدین قوم ثمود کے حق میں بولا گیا ہے اور معنے بھی اوس کے آنحضرت کے حق میں وہی مراد ہیں۔ جو زلیخا اور گنہگار مسلمانوں اور یہودیوں اور ثمودیوں کے حق میں اس لفظ سے مراد ہیں۔

ایسا ہی لفظ استغفر (یا بخشش مانگ۔) جس سے آنحضرت کو خطاب ہوا ہے بعینہ وہی لفظ ہے۔ اور اسکے وہی معنے مراد ہیں۔ جو زلیخا کے خطاب ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بولاگیا۔ اور اس سے ارادہ بدکاری سے بخشش مانگنے کے معنے مراد ہیں"۔

مسٹر اکبر مسیح اپنی ان عبارات وتمثیلات کو بالکل بھول گئے۔ ہم اون کی اس کلام کے جواب میں اخلاص سے اور پیار سے کہتے ہیں کہ دل مسٹر اکبر مسیح دو مختلف اشخاص کے حق میں یا خطاب میں ایک سے الفاظ (ذنب یا استغفار) استعمال کرنیسے وہ دونو ہم مرتبہ نہیں ہوجاتے۔ اور ان الفاظ کے معنے ایک ہی طرح کے نہیں لئے جاتے۔ بلکہ جب وہ الفاظ ایک مقدس رسول کے حق میں اور اوس کے خطاب میں استعمال کئے جاویں (جسکی عصمت پر اولہ قطعیہ عقلیہ ونقلیہ قایم ہوں) تو اون سے ایسے محدود ومخصوص غیر ظاہری وتاویلی معنے مراد لئے جائیں گے۔ جنسے اون کی ثابت ومسلم عصمت میں فرق نہ آوے۔ اور جب وہی الفاظ کسی گناہ گار کے حق میں اور اوسکے خطاب میں استعمال کئے جاوینگے (جسنے زنا۔ چوری۔ قتل نفس۔ وغیرہ کبیرے گناہ کئے ہوں۔ یا کرنے کی کوشش کی ہو۔ مگر اوسمیں وہ مجبوراً ناکام رہا ہو۔ تو ان الفاظ سے غیر محدود وسیع اور ظاہری معنے مراد لئے جائینگے جیسا کہ آپ نے صفحہ ۹۱ و ۶۳ تنقیح میں کہا ہے۔ اور اوسکو ایک اصول قرار دیا ہے۔ آپکا آنحضرت کے (جنکے تقدس اور ایفاریمیشن مصلح وہادی ہونیکو اور اون کی کتاب قرآن مجید کے بڑا کارآمد خلاصہ بیبل ہونے کو آپ اپنے خط مورخہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء کشف الحقایق نمبر ۳ جلد ۲ صفحہ ۶۴ میں تسلیم کرچکے ہیں[۱]) خطاب کو زلیخا کی حالت

[۱] آپ کے اس خط کی اصل عبارت یہ ہے۔ جو بقدر متعلق مطلب نقل کیجاتی ہے "اب میں آپ کو یہ بتاؤں کہ میں حضرت محمد صاحب کو کیا مانتا ہوں حضرت محمد صاحب یہودی اور عیسائی دین الونکے درمیان بلحاظ اپنے اثر کے سب سے بڑے مصلح تھے۔ وہ ایمان اور عقاید کے اعتبار سے ابتدائی زمانہ میں پکی ناصری تھی۔ جو اپنے اصل میں یہودی بھی ہوا کرتے تھے۔ فرق

بقیہ حاشیہ بر صفحہ (۱۲۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فسق کے خطاب پر یا یہودی یا ثمودی یا فاسقوں ظالموں کے خطاب پر قیاس کرنا اور دونو کے الفاظ کو یکساں قرار دیکر انکے ایک ہی معنے مراد لینا کمال التعجب و افسوس کا محل ہے۔ اور یہ قیاس مع الفارق نہیں تو اور کیا ہے۔؟

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۲۱)

بقیہ ہے۔ کہ اور کسی مصلح نے دعوائے نبوت کا نہیں کیا۔ گو غیر نبی کے لئے وحی کا دعوٰے غیر معمولی نہ تھا۔ چنانچہ سویڈن بارگ یورپی مصلح کا جس کا فرقہ آجکل رونق پر ہے۔ وحی کا دعوائے تھا۔ حضرت محمد صاحب نے دعوے وحی کے ساتھ ایک دعوائے نبوت کا بھی کیا۔

محمد صاحب دین عیسوی کے ایک صورت کے مناد تھے قرآن دین عیسوی کے ایک صورت کا بیبل کا خلاصہ ہے۔ جو عربی زبان میں عرب لوگونکے لئے اس سے مصلح نے مرتب کیا۔ وہ خلاصہ بڑا کارآمد ہے۔ اور یہ مناد مصلح بھی بڑے کام کا۔ دخط مسٹر اکبر مسیح توحیدی عیسائی مورخہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء)

اس کلام میں جو آنحضرت کی تعریف پائی جاتی ہے۔ وہ مسٹر اکبر مسیح کے اس قیاس کو کہ انہوں نے آنحضرت اور زلیخا وغیرہ کے خطاب میں الفاظ کو یکساں و ہم معنے سمجھا صاف رد کر رہی ہے۔ اور اس کلام میں جو آنحضرت کو دین موسوی و عیسوی کا تابع بنایا ہے۔ اور آپ کی کتاب کو اونکی کتابونکا خلاصہ کہا ہے۔ اسکا جواب ہم عنقریب دینگے۔ اور ثابت کردینگے کہ آنحضرت تابع نہیں متبوع ہیں۔ شاگرد نہیں اُستاد ہیں۔ اور آپ کی کتاب صرف خلاصہ نہیں بلکہ محاکمہ وفیصلہ۔ ان ھذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثرالذی ھم فیہ یختلفون۔ و انزلنا الیک الکتب مصدقا لما بین یدیہ ومھیمنا علیہ۔ یہ آیات ہمارے دعوے کی مصدق ہیں۔ ناظرین انکی تفسیر کا انتظار کریں۔ جو اسمضمون میں بصفحہ (۲۴۳،۲۴۲) ہو گی انشاءاللہ تعالےٰ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم مسٹر اکبر مسیح پر اون کے اس اعتراف کے سبب جو خط منقولہ حاشیہ میں پایا جاتا ہے زیادہ بدگمانی نہیں کرتے۔ صرف یہی تجویز کرتے ہیں کہ مسٹر اکبر مسیح اپنے تحقیق رسالہ تنقیح کو اس کلام کے وقت بھول گئے۔ اور نیز وہ اپنے اس اعتراف کو جو خط ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء میں کرچکے تھے۔ فراموش کرگئے۔ امید ہے اب وہ ہماری یاددہانی پر اپنی اس تحقیق کو یاد وخیال میں لائیں گے۔ اور نیز آنحضرت کی اس تعریف کو جو وہ خط ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء میں کرچکے ہیں۔ یاد میں لاکر صاف اقرار کرینگے۔ کہ ہمنے اس قیاس میں غلطی کی آنحضرت کے خطاب میں الفاظ ذنب اور استغفار ان معنے میں مستعمل نہیں ہوئے جن معنے میں بحالت ارادہ فسق وفجور زلیخا کے یا اور فاسقوں کے خطاب میں مستعمل ہوئے ہیں۔

اور اگر مسٹر اکبر مسیح دل سے آنحضرت کو ایک مقدس مصلح نہیں جانتے اور اعتراف خط ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ اور وہ آنحضرت کو (عیاذاً باللہ) صریح گناہوں کا مرتکب خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ انکا تاریخی حالات آنحضرت کی طرف اشارہ مشعر ہے تو پھر وہ مرد میدان نہیں۔ آنحضرت کا کم سے کم ایک گناہ (جس میں آپ نے قرآن اور اپنی شریعت کا عمداً خلاف کیا ہو۔ یا عام اخلاقی اصول اور اتفاقی سابق محقق شریعتوں کا خلاف کیا ہو۔ اور آنحضرت کیطرف سے مسلمانوں نے اسکا کافی عذر نہ کیا۔ اور شافی جواب نہ دیا ہو) ثابت کریں اور اوسکا اس خاکسار سے ایک ہزار روپیہ انعام لیں۔

اس ثبوت دینے اور انعام پانے کے بعد اون کو یہ کہنا کہ جو لفظ ذنب یا استغفار کا آنحضرت اور زلیخا وغیرہ کے خطاب میں وارد ہے۔ وہ دونو جگہ ایک ہی معنے رکھتا ہے۔ زیبا ہوگا۔ ہنوز زیب نہیں دیتا۔ اور اگر آپ کو اپنا انداز ظاہری تہذیب وطرز ملائمت اس ثبوت سے مانع ہو تو آپ ان عیسائیوں میں سے جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی ہوئے ہیں۔ اور ادن کا مقصود اس تبدیل مذہب سے صرف ٹکڑا کما کھانا ہے کہ اسکو پیش کریں۔ اور وہ بھی یہی انعام لیں۔ مگر جو شخص بطمع مال یا بغیرت یا حمیت مذہب اس امر کی جرأت کرنے لگے تو اوسکو پہلے یہ سوچ لینا مناسب ہے کہ اوس سے پہلے اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کس قدر یہودی و نصرانی مخالف و معاند گذرے ہیں۔؟ کوئی بھی اس ارادہ میں کامیاب ہوا ہے ؟۔ اور کسی نے کوئی بات ایسی آنحضرت کی ثابت کی ہے جس کا مسلمانوں نے دنداں شکن جواب نہ دیا ہو۔ سیل صاحب مترجم قرآن نے باوجود سخت پرخاش کے آنحضرت کے حق میں کوئی ایسی بات نکالی جسکا جواب اہل اسلام کے لائق فاضلوں نے نہ دیا ہو۔ سر ولیم میور۔ جیسے متعصب انگریز نے آنحضرت کے "لائف" (حالات زندگی) میں کوئی ایسی بات لکھی تو صاحب خطبات احمدیہ نے اوسکی خبر لی۔ آنحضرت کی نسبت میں ایک بڑا اون لوگوں کا الزام قتل عام کا ہے۔ اسکا جواب بھی صاحب خطبات احمدیہ نے رسالہ جواب ڈاکٹر ہنٹر میں۔ مولوی چراغ علی صاحب نے اپنی کتاب بسط جہاد میں اور اس خاکسار نے اپنے رسالہ اقتصاد فے مسائل الجہاد میں ایسا دیا ہے کہ عیسائیوں کے پاس اسکا جواب نہیں۔

ایک الزام بابت نکاح حضرت زینب ہے جسکا جواب بھی عیسائیوں کو رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۶ جلد ۱۰ وغیرہ تالیفات اہل اسلام میں خاطر خواہ مل چکا ہے۔ اور آئندہ جو صاحب اس میدان میں اوتریں سمجھ سوچکر اوتریں۔ ایسا نہو کہ لینے کے دینے آویں۔

ہم بصورت لاجوابی و اسکات مدعی الزام کے اوس سے نقد کچھ نہ لیں گے اوس سے یہی درخواست کرینگے کہ اگر وہ آنحضرت کا کوئی گناہ ثابت نہ کر سکے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی بات میں ساکت ولاجواب ہو جائے۔ تو پھر عیسائی مذہب کو سلام کرکے اسلام اختیار کرے۔

اس بیان میں آیات ذنب و استغفار سے تمسک کرنے والے عیسائیوں کا کافی وشافی اداء ہو لیا ہے۔ اب ہم اقوال اہل اسلام سے اپنے جواب کے مؤیدات نقل کرتے ہیں۔ جس سے اہل اسلام کی مزید اطمینان ہو۔ اور یہ جواب نقل سے مؤید ہو جیسا کہ عقل سے مؤید ہو چکا ہے۔

پہلی آیت سورہ محمد کی تفسیر میں **فتح البیان** میں کہا ہے۔ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا سے یوں بخشش مانگ کہ گناہ تجھ سے وقوع میں نہ آوے۔ یا یہ کہ خدا تجھے اس گناہ سے بچا کر رکھے۔ یا یہ کہ جو تجھ سے اولے و افضل امور ترک ہوتے ہیں وہ معاف کرے۔

ای استغفر الله ان یقع منك ذنب او استغفر الله لیعصمك او استغفره مما ربما یصدر منك من ترك الاولی۔

قاضی عیاض نے کہا ایسے امور سے مراد یہ ہے جو آپ سے یاد الٰہی میں جس پر آپ کی عادت اور شان مداومت کرنے کی تھی، سستی یا غفلت واقعہ ہو جاتی تھی۔ جب آپ اس یاد سے سست یا غافل ہوتے تو اسکو گناہ سمجھتے۔ اور اس سے بخشش مانگتے۔

قال القاضی عیاض المراد به الفترات والغفلات من الذکر الذی کان شانه صلی الله علیه وسلم الدوام علیه فاذا فتر وغفل عد ذلك ذنبا۔ (فتح البیان صـ۲۸۳ جلد۔ ۴۔)

ایسا امر آپ کے حق میں گناہ آپکے عالی قدر کی نظر سے سمجھا گیا ہے۔ گو یہ دوسرے

ویکون المراد بالذنب بعد الرسالة ترك ما هو الاولی وسمی ذنبا فی حقه لجلالة قدره وان لم یکن ذنبا فی حق غیره فهو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من باب حسنات الابرار سیئات المقربین (تفسیر روح البیان صفحہ ۲۹۶ جلد ۴)

وثانیهما المراد هو النبی والذنب ترك الافضل وهو بالنسبة الیه ذنب وحاشاه من ذلك

وثالثها وجه حسن مستنبط وهو ان المراد توفیق العمل الحسن و اجتناب العمل السیئ ووجهه ان الاستغفار طلب الغفران والغفران هو الستر علی القبیح ومن عصم فقد ستر علیه قبائح الهوی ومن طلب الغفران طلب ان لا تفضحنا وذلك یكون بالعصمة منه فلا یقع فیه كما كان للنبی صلی الله علیه وسلم وقد یكون بالستر علیه بعد الوجود كما هو فی حق المؤمنین والمؤمنات (تفسیر کبیر صفحہ ۲۲ جلد ۷)

وثانیها المراد ترك الافضل

وثالثها الصغائر فانها جائزة علی الانبیاء بالسهو والعمد

کے حق میں گناہ نہیں ہے۔ یہ وہی بات ہے۔ کہ عام نیکوں کی نیکیاں خاص قرب والوں کی برائیاں ہیں۔"

پہلی آیت کی تفسیر میں امام رازی فرماتے ہیں کہ اسمیں دوسری تاویل یہ ہے۔ کہ اسمیں آنحضرت کو خطاب مراد ہے۔ اور گناہ سے مراد ترک امور افضل ہے۔ جو آپ کی نسبت گناہ ٹھیرایا گیا ہے۔

تیسری تاویل جو ایک عمدہ وجہ مستنبط یہ ہے کہ اس استغفار سے مراد نیک عمل کی توفیق اور عمل بد سے کنارہ کشی طلب کرنا مراد ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ استغفار کے معنے طلب غفران ہے۔ اور غفران بری بات کو ڈھانکنا ہے۔ اور جسکو خدا گناہ سے بچاتا ہے۔ گویا اوسکی خواہش نفس کی برائیوں کو ڈھانک لیتا ہے۔ اور جو شخص بخشش مانگتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے خدایا میری بے پردگی نہ کر۔ یہ امر گناہ سے بچا رکھنے سے بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت کے حق میں ہوا ہے۔ اور گناہ واقعہ ہو جانے کے بعد اسپر پردہ ڈال دینے سے بھی ہوتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وھو یصونھم عن العجب
(تفسیر کبیر ص۵۵۵ جلد ۷)
ویمکن ان یجاب عنه بان الانسان
لا ینفک عن ترک الافضل و
الاولیٰ وحینئذٍ یحتاج الی طلب
المغفرۃ لان حسنات الابرار
سیئات المقربین ولانھم
ابداً فی مقام ھضم النفس واظھار
الذلة والخضوع کما قال صلی اللہ
علیه وسلم وانی لاستغفر اللہ
فی الیوم واللیلة سبعین مرۃ
(تفسیر کبیر ص۲۰۳ جلد ۷)

جیسے عام مومنوں کے لئے ہوتا ہے۔
اور دوسری آیت کی تفسیر میں امام
نے کہا ہے کہ دوسری تاویل اسمیں یہ ہے
کہ اس گناہ سے ترک افضل مراد ہے۔
تیسری تاویل یہ کہ صغیرہ گناہ مراد ہے
اور صغیرہ گناہ کا صدور انبیا سے ہو سکتا ہے
اور وہ اون کو عجب (خود پسندی) و
پندار سے بچاتا ہے۔ اور سورہ ص
کی آیت سابق الذکر کی تفسیر میں امام
نے کہا ہے کہ حضرت داؤد کے استغفار
کرنے کا یہ جواب بھی ممکن ہے کہ انسان
امر افضل واولے کے ترک کرنے سے
کبھی خالی اور جدا نہیں ہوتا۔ اور اسوقت اوسکو بخشش مانگنے کی حاجت پڑتی
ہے۔ کیونکہ عام نیکوں کی نیکیاں خاص قرب والوں کے برائیاں سمجھی جاتی ہیں
اور نیز وہ لوگ ہمیشہ کسر نفسی اور جناب باری میں اظہار ذلت اور عاجزی کے
مقام میں رہتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں رات دن میں سو دفعہ (۱۰۰)
بخشش مانگتا ہوں۔

اور حدیث استغفار اور پردہ یا حجاب کی شرح میں شیخ عبدالحق رح نے

قد تحیر العلماء فی بیان معنی
ھذا الحدیث وحق لھم ان
یتحیروا فی ذلک لانه لا مجال

لمعات شرح مشکوۃ میں کہا ہے۔ کہ علماء
اس حدیث کے معنے بیان کرنے میں
حیرت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور یہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لاحد ان یعرف حقیقة القلب
المصطفوی وما یتطرأ فیه
من الحال وما قیل فیه فهو قول
بالظن والتخمین الا ما وقع فی
بواطن بعض المحققین من العارفین
من نوره المبین وننقل من
کلامهم ما ذکروا فی ذلک فقیل
ان ذلک بسبب ما اطلع علیه
من احوالهم بعده فکان یستغفر لهم
هکذا قالوا۔ وقیل انه بسبب
یشتغل من النظر فی امور امته
ومصالحهم ومحاربة الاعداء
یری انه یشتغل بذلک وان کان
اعظم طاعة واشرف عبادة
من ملازمة عالی مقاماته و
رفیع درجة وتفرده بربه و
خلوص قلبه وصرف همته عن کل
شئ سواه وکان یعد ذلک ذنبا
ویستغفر منه وقیل قد یکون
هذا الغین السکینة التی تغشی
قلبه واستغفاره اظهار العبودیة

جرأت اونکو سزاوار ہے۔ کیونکہ کسی کی مجال
نہیں کہ وہ آنحضرت کے دل کی حقیقت
جانے۔ اور جو حالات اوسپر طاری ہوتے
ہیں اون کو پہچانے۔ اسباب میں جو کچھ کہا گیا
ہے صرف ظن اور تخمین سے کہا گیا ہے
بجز ان باتوں کے جو عارفوں نے آنحضرت
سے صاف روشنی حاصل کر کے کہی ہیں
یہاں ہم اون کے اقوال نقل کرتے ہیں
بعض عارفوں نے کہا ہے کہ اس پردہ
سے وہ حالات مراد ہیں کہ آنحضرت کے
بعد اُمت پر وارد ہوئے۔ اون کو خیال
میں لانے سے آپ کو رنج ہوتا۔ اور آپ
ان حالات کی نظر سے اس اُمت کے لئے
بخشش مانگتے۔ بعض عارفوں نے کہا ہے
کہ یہ پردہ بعض امور متعلق اُمت کی مصلحتوں
اور دشمنوں کی اون سے لڑائیوں کے فکر
میں مشغول ہو جانے کے سبب ہوتا تھا۔
یہ شغل اگرچہ بڑی طاعت اور اشرف
عبادت تھی۔ مگر جو عالی مقام اور بلند
درجہ آپ کو خدا سے خلوت اور اخلاص
اور ماسوی اللہ سے دل پھیر لینے کا حاصل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نمبر (۵) پنجم جلد ہفتدہم (۱۷)

والافتقار ويحتمل ان يكون حالة خشية واعظام يغشى القلب واستغفاره شكر الله تعالى و ملازمة العبودية وقال بعض الصوفية هذا عين الانوار لا غين الاغيار كما قال بعض العارفين من انه كان يكشف على قلبه الشريف فى كل ساعة انوار صفات الحق وكان يترقى فى كل ان فى هذه التجليات وبعد بعد الترقى الى درجة الفوق ما تحتها بمثابة ذنب استغفر منه وهكذا حال قلبه دائما بل ابد الاباد -

(لمعات شرح مشكوة)

تھا۔ اسکے لئے یہ شغل ایک حجاب ہو جاتا تھا۔ اسلئے آپ اوسکو گناہ سمجھتے۔ اور اس سے بخشش مانگتے بعض نے کہا ہے کہ یہ پردہ اس تسکین کا نام ہے جو آپکے دل کو ڈھانک لیتی ہے۔ اور استغفار اظہار عبودیت اور احتیاج کا نام ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ پردہ سے حالت خشیت وتعظیم الہی مراد ہو۔ اور استغفار سے اوسکا شکر اور ملازمت عبودیت بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ یہ انوار کا پردہ ہے۔ نہ اغیار کا۔ چنانچہ بعض عارفین نے کہا ہے۔ کہ آنحضرت کے مبارک دل پر انوار صفات الہی کے تجلے ہوتے۔ اور ہر آن ترقی کرتے جب آپ نیچے کے درجہ سے اوپر کے درجہ پر پہنچتے تو نیچے کے درجہ کو اوپر کے درجہ کی نسبت گناہ سمجھتے اور اوس سے بخشش مانگتے۔ آپ کے دل کا ہمیشہ ابد الاباد یہی حال ہو۔

ملا علی قاری نے اس حدیث کی تشریح میں شرح فقہ اکبر میں کہا ہے۔

واما قوله صلى الله عليه وسلم انه ليغان على قلبى وانى لاستغفر الله فى اليوم مائة مرة فقال الرازى فى التفسير الكبير اعلم ان الغين

کہ پردہ وہ ہے جو دل کو ڈھانک لیتا ہے جیسے باریک بدلی ہوا میں سورج کی آنکھ کے لئے حجاب نہیں ہوتی۔ صرف پوری روشنی کو روک لیتی ہے۔ پھر اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يغشى القلب ويغطيه بعض التغطية
وهو كالغيم الرقيق الذى يعرض
فى الهواء فلا يحجب عن عين الشمس
ولكن يمنع كمال ضوئها ثم ذكر ا
لهذا الحديث تاويلات۔

اولها ان الله اطلع نبيه على ما يكون
فى امته من بعده من الخلاف وما
يصيبهم فكان اذا ذكر ذلك وجد
غينًا فى قلبه فاستغفر لامته قلت
وفيه بعد ظاهر فى الافهام من
جهة دوام تذكر ذلك المقام مع
انه صلى الله عليه وسلم كان فى مرتبة
عالية من المرام۔

وثانيها انه صلى الله عليه وسلم
كان ينتقل من حالة الى اخرى دفع
من الاولى فكان الاستغفار لذلك
يعنى لتوقفه وظنه انه حالة الاعلى
وهذا المعنى هو الاولى لمطابقة قوله
تعالى وللاخرة خير لك من الاولى

وثالثها ان الغين عبارة عن السكر
الذى كان يلحقه فى طريق المحبة

حدیث کی کئی تاویلیں علماء نے کی ہیں
ایک تاویل یہ کہ خدا نے آنحضرت کو
امت کے ان باہمی اختلاف اور مصیبتوں پر
اطلاع دی تو ان کی یاد سے آپ کے دل پر
پردہ ہو جاتا۔ جس کے لئے آپ بخشش مانگتے
ہیں (ملا علی قاری) کہتا ہوں یہ تاویل
بعید ہے اور اس حجاب کا ہمیشہ
آنحضرت کے دل پر وارد ہوتے رہنا۔
آپ کے عالی رتبہ کے مخالف ہے۔

دوسری تاویل یہ کہ آپ ایک ادنے
حالت سے اونچی حالت کیطرف انتقال
کرتے تو نیچے کی حالت کو اعلے سمجھنے۔ اور
اسمیں توقف کرنے کے سبب اوسکو گناہ
سمجھتے۔ یہ تاویل اس قول خداوندی کے
مطابق ہے۔ جو فرمایا ہے۔ البتہ تیری
دوسری حالت پہلی حالت سے بہتر ہے

تیسری تاویل یہ کہ پردہ اس حالت سکر
وبے خودی سے مراد ہے۔ جو سلوک
راہ محبت میں آپ کو لاحق ہوتی تھی۔
یہانتک کہ آپ اپنی ذات کے حالات
سے بالکل فنا وبے خبر ہو جاتے۔ پھر جب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حتی یصیر فانیاً عن نفسه بالکلیة فاذا عاد الی الصحو کان الاستغفار من ذلک الصحو وهو تاویل ارباب الحقیقة قلت ویؤیده حدیث لی مع الله وقت لایسعنی فیه ملک مقرب ای جبرئیل المقدس او نبی مرسل ای نفسه الانفس الا انه قد یقال الاستغفار لیس من الصحو بل من المحو لظاهر قوله علیه السلام وانه لیغان علی قلبی حتی یمنعنی عن شهود ربی فی مقام جمع الجمع الذی لایحجب الکثرة عن الوحدة ولا یمنع الوحدة عن الکثرة لاسیما وهو فی منصب الرسالة وفی مقام تبلیغ الدعوة والدلالة فکل ما یمنعه عن المقام الاکمل فنسبة الاستغفار الیه امثل - وقد یقال ان الغین کنایة عن الغیر من ملاحظة الخلائق - ومرابطة العلائق ومضائقة العوائق کما ان العین

ہوش میں آتے - تو اوس ہوش کیحالت سے استغفار کرتے - یہ تاویل اون لوگون کی ہے - جو حقائق آگاہ کہلاتے ہیں ++ میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں اس تاویل کی مؤید وہ حدیث ہے جو آپ نے فرمائی ہے - کہ مجھے خدا کے ساتھ ایسا وقت خلوت و تجرد بھی ہوتا ہے جسمیں میرے ساتھ کسی مقرب فرشتے (جبریل امین) یا نبی (نفس نفیس خود حضرت رسالت) کی گنجائش نہیں ہوتی - یہ بھی کہا گیا ہے - کہ یہہ استغفار حالت ہوش سے نہیں - بلکہ حالت سکر و بے خودی سے ہے - اسکی تائید آپ کا یہ قول کرتا ہے - کہ میرے دل پر پردہ ہو جاتا ہے - جب مجھے تجلے الٰہی سے (جو جمعیت کے مقام میں ہوتے ہیں) اور آسمیں نہ کثرت وحدت کی حجاب ہوتی ہے نہ وحدت کثرت کی) روک لیتا ہے یہ معنے حجاب کے خاص کر آپ کے منصب رسالت اور مقام تبلیغ دعوت کے لئے مناسب ہیں جو محویت و بے خودی آپکو ایسے کامل مقام تبلیغ رسالت اور دعوت

© rasailojaraid.com

كناية عن مراقبة الذات و
هو عين العلم والايمان و
زين العمل والاحسان كما
يشير اليه حديث الاحسان
ان تعبد الله كانك تراه اى
تكون فى مقام العبودية لله
بحيث لا يخطر ببالك ماسواه
والخواطر لا تنفك عن السرائر
فكلما خطر بباله سوى الله
قال استغفر الله - كما اشار
شيخ مشايخنا ابو الحسن البكرى
فى حزبه الى هذا المقام العلىّ
والحال السرى واوصى اليه
العارف ابن الفارض ايضا
بقوله ؎ ولو خطرت لى سواك
ارادة ÷ على خاطرى سهوًا
حكمت بردتى ÷ ومن هذه
العبارات يفهم مضمون
كلام من قال من اهل الاشارات
حسنات الابرار سيأت
المقربين ؎ الاحرار -

سے رو کے اس سے استغفار بہت بہتر ہے
اگرچہ وہ حالت آپ کے ذاتی حظ کے لحاظ
سے مفید ہے - یہ بھی اوسکی تاویل میں کہا گیا
ہے - کہ پردہ سے مراد غیر اللہ (مخلوقات) کا
خیال میں آنا اور اُنسے تعلقات کا ربط ہونا - اور ایسی
مانعات کی تنگی کا پیش آنا جیساکہ عین سے مراد خدا کی
ذات کا خیال رہنا اور اوسکی صفات کا مشاہدہ ہونا ہے
جو عین علم و ایمان اور زینت عمل و احسان ہے - جیساکہ حدیث
میں آیا ہے - کہ عبادت کا احسان (یعنے اچھا کرنا) یہ ہے کہ تو خدا کی
ایسی عبادت کرے - کہ گویا تو اوسکو دیکھ رہا ہے یعنے تو عبودیت
کے مقام میں ایسا ہو کہ تیرے دلمیں خدا کے سوا کسیکا خیال نہ گذرے اور
چونکہ لوگوں کے خیالات غیر اللہ کے خطرات سے خالی نہیں ہوتے - لہذا جب
آنحضرت کے دل میں کسی غیر کا خطرہ
گذرتا - آپ اوسکو پردہ سمجھتے اور اوس سے بخشش
مانگتے - چنانچہ ہمارے مشایخ کے شیخ ابو الحسن بکری
نے اپنے حزب میں اس عالی مقام اور مخفی حال
کیطرف اشارہ کیا ہے - اور اوسی مقام کی
ابن الفارض عارف نے وصیت کرکے شعر
میں کہا ہے - اے خدا اگر تیرے غیر کا ارادہ
وخطرہ میرے دل میں بھولے سے بھی
پیدا ہو - تو میں اپنے اوپر مرتد ہو جانے کا

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

ورابعها وهو تاويل اهل
الظاهر ان القلب لا ينفك
عن الخطرات وخواطر
الشهوات وانواع الميل و
الارادات وكان يستعين
بالرب في دفع تلك الخواطر
قلت
وخامسها تبعاً لارباب الظاهر
انه كان استغفاره من رؤية العبادات
او من تقصيره في الطاعات او
عجزه عن شكر النعم في الحالات
ولذا كان عليه السلام يستغفر
اذا فرغ عن الصلوة وكذا اذا
خرج من قضاء الحاجات ومن
هذه القبيل قول رابعة العدوية
استغفارنا يحتاج الى استغفار
كثيرة وله معنيان - احدهما
ادق من الآخر فتامل وتدبر
(شرح فقه اکبر ص۱۲۰)

حکم وفتوے لگادوں۔ آن ہی عبارات سے
اہل اشارات کے اس قول کا مضمون سمجھ
میں آتا ہے کہ عام نیکوں کی نیکیاں خاص
مقربین۔ اور قیود نفس سے آزاد لوگوں
کی برائیاں سمجھی جاتی ہیں۔

چوتھی تاویل اہل ظواہر کی ہے۔ کہ دل میں
ہمیشہ خطرات اور نفسانی خواہشات وارادات
وارد ہوتے رہتے ہیں۔ جیسے کوئی دل خالی
نہیں ہوتا۔ ان خطرات کو آنحضرت نے بُرا
کہا ہے۔ اور اس سے بخشش مانگی ہے۔

پانچویں تاویل یہ کہ اپنی عبادت کو عبادت
سمجھنا بھی ایک حجاب ہے۔ اس سے آپ
بخشش مانگتے۔ یا طاعت میں کچھ قصور کرنے سے
اور تمام حالات میں ادائے شکر نعمت سے
عاجز رہنے سے آپ استغفار کرتے۔ اسی واسطے
جب آنحضرت نماز سے فارغ ہوتے تو استغفار
کرتے ایسا ہی جب آپ قضا حاجت ضروریہ سے
فارغ ہو کر نکلتے تو بخشش مانگتے۔ اس تاویل
کی قسم سے مشہور ولیہ رابعہ بصریہ عدویہ کا
قول ہے کہ ہمارا استغفار (بخشش مانگنا) کئی استغفاروں کا محتاج ہے۔ اس قول کے
دو معنے ہیں۔ جن میں ایک دوسرے سے زیادہ باریک ہیں۔ (کلام ملا علی قاری)

© rasailojaraid.com

خاکسار ناقل عبارت و مترجم کہتا ہے۔ کہ ان دو معنے سے اوّل یہ ہیں (واللہ اعلم) جو ظاہری۔ اور سرسری ہیں کہ جب ہم خدا سے بخشش مانگتے ہیں۔ اور استغفار پڑہتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم نہ صرف زبان سے استغفراللہ کہنے پر اکتفا کریں۔ بلکہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں گناہوں کو جو ہمارے دل۔ زبان۔ ہاتھ۔ پاؤں وغیرہ اعضا ظاہری و باطنی سے سرزد ہوتے ہیں پیش نظر رکھیں۔ اور ان سب گناہوں سے بخشش مانگیں۔

معنے دوم جو دقیق ہیں یہ ہیں کہ جو ہم استغفار کرتے ہیں اور استغفراللہ کہتے ہیں۔ یہ فعل اور کلمہ خود اس لائق ہے۔ کہ ہم اس سے استغفار کریں۔ اور خدا سے اوس کے لئے بخشش مانگیں۔ کیونکہ یہ کلمہ جسطرح پر ہم کہتے ہیں۔ اور جس قدر خلوص و حضور قلب اس میں ہم بجالاتے ہیں وہ خدا کی عظمت و تقدس اور شان کے شایاں نہیں ہوتا۔ لہذا ہم کو اس استغفار سے استغفار کرنا چاہیئے۔ پھر اس استغفار سے جو اس استغفار کی ندامت و اعتراف تقصیر میں کریں گے۔ وعلے ہذا القیاس۔

محققین کا یہ خیال٭ ہے۔ کہ نماز کے بعد آنحضرت کا تین دفعہ استغفار اور توبہ کرنا یعنے استغفراللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ پڑہنا اسی اصول و خیال پر مبنی تھا جس کا مطلب و مقصود یہ ہوتا تھا۔ کہ اے آلہ العالمین ہم نے جو یہ نماز پڑہی ہے۔ اسمیں ہم نے تیرا حق عبادت جیسا کہ چاہیئے تھا ادا نہیں کیا۔ اور جو عجز و خشوع و خلوص و حضور و قطع تعلق ماسوے اللہ تیرے شان کے لائق تھا۔ وہ ہم سے پورا ادا نہیں ہوا۔ ہم اس تقصیر کی معافی چاہتے ہیں۔ اور اس سے توبہ کرتے ہیں اس استغفار سے یہ مطلب و مقصود نہ ہوتا تو نماز اور کونسے گناہوں کا محل تھا

ما عبدناک حق عبادتک

٭ صفحہ (۱۴۸) نمبرہ جلد ہذا ملاحظہ ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ سلام پھیرتے ہی اُنسے توبہ کرنے کا وقت آگیا تھا۔

عیسائی ان اسرار و معارف روحانیہ کو سمجھنے سے ایسے کورے وعاری ہیں۔ جیسا اندھا مادرزاد دیکھنے یا عنین (پیدائشی نامرد) لذت مباشرت سے وہ ان معارف کو کیونکر سمجھیں جبکہ اون کے ہادی نے اون کے زعم میں کبھی استغفار نہیں کیا۔ اور نہ اون کو استغفار سکھایا۔ اون کو عبادت و دعا سکھائی تو یہ سکھائی٭ کہ "اے خدا ہم کو روز کی روٹی دے"۔ لہذا اون کی دعا و عبادت یہی ہے۔ کہ خوب کھائیں اور عیش و خوشیاں مناویں۔ گرجامیں جاویں تو وہاں بھی راگ گائیں اور باجے بجائیں۔ اور ماہ جبینوں کے نظارہ کا لطف اوٹھائیں اور اون کے ہاتھوں سے ہاتھ ملاویں۔ اور خدا پر یا مسیح پر بہت مہربانی کریں تو بیچ میں یہ کلمہ بھی کہدیں کہ ہم نے مسیح کا خون پیا۔ یا وہ ہمارا کفارہ ہوگیا اور اتنے پر یقین کرلیں کہ بس ہم نے خدا کی عبادت کا حق ادا کیا۔ اب ہمارا حق خدا کے ذمہ ثابت ہوگیا۔ کہ وہ ہم کو اپنی آسمانی بادشاہت‡ میں داخل کرے۔

وہ حضرات ان اسرار و معارف کو سنینگے تو امید نہیں کہ ان سے نفع اوٹھاویں۔ بلکہ خوف ہے کہ اپنر ہنسی اوڑاویں۔ اور قہقہے لگا کر تالیاں بجائیں۔ یہ اسرار معارف ہم نے اون کی خاطر سے بیان نہیں کئے۔ بلکہ حقائق شناس و نکتہ رس اہل اسلام کے لئے بیان کئے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ سے قوی امید ہے کہ ان اسرار کو سننے اور پڑہنے سے اون کے ایمان تازہ ہونگے۔ اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے استغفار اور اظہار عجز و انکسار سے آپ کے تقدس و حقانیت و للاہیت کا اور یقین بڑہائینگے۔

ذیل میں ہم قرآن و حدیث سے ان باتوں کی تائیدات نقل کرتے ہیں۔ جو علماء کرام نے توجیہات و تاویلات مذکورہ بالا میں کہی ہیں۔ تاکہ اُنسے

٭ دیکھو انجیل متی باب ۶ آیت ۹ سے ۱۱ - ‡ صفحہ ۲۲۸ ملاحظہ ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہل ایمان کے یقین زیادہ ہوں۔ اور عیسائی وغیرہ مخالفین کی اس نکتہ چینی سے دہان بندی ہو کہ یہ تاویلات و توجہات پیروان و ثناخوانان پیغمبر از خود کرتے اور کہتے ہیں۔ اور مثل مشہور "پیراں نمے پرند۔ مریداں مے پرانند" پر عمل کر رہے ہیں۔ اور درحقیقت اون کے پیغمبر نے نہ یہ باتیں کہی ہیں اور نہ توبہ استغفار واعتراف گناہ سے یہ باتیں آپ کو مدنظر تھیں۔ لہذا یہ توجیہات توجیہ القول بمالا یرضی بہ قائلہ کا مصداق ہیں۔ جیسا کہ مسٹر اکبر مسیح نے اپنے خط ۷۔ جنوری ۱۸۹۶ء مندرجہ کشف الحقائق نمبر ۷، جلد ۲ صفحہ ۱۰۵ وغیرہ کہا اور انصاف کا خون کیا۔ اور مسلمانوں کی گردن پر برچھی کا چھرا چلایا ہے۔ "وہ آنحضرت کی حدیث رب انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا یعنے الٰہی میں نے اپنی جان پر بہت سا ظلم کیا۔ نقل کر کے یہ فقرہ لکھتے ہیں "سچ ہے مُن آنم کہ من دانم" چاہے لوگ کسی بزرگ کی خوبیوں کے بارہ میں کسقدر مبالغہ کیوں نہ کریں مگر پوچھا چاہیئے کہ وہ اپنی نظروں میں اپنے تئیں کیسا دیکھتا ہے"!

ان تائیدات کو پڑہ کر اور سنکر سخت سے سخت نزاعی اور بے انصاف سے بے انصاف عیسائی بھی مان لے گا۔ اور کہیگا کہ اہل اسلام نے جو توجیہات آنحضرت کے استغفار و اعتراف ظلم و اظہار و انکسار کے متعلق بیان کی ہیں۔ وہ آنحضرت کے منشاء اور نیّت کے عین مطابق اور اون کے اقوال سے مستنبط ہیں۔ اون کے پیروان کی از خود بے جا خوشامد یا صرف معتقدانہ تعریف نہیں ہے۔ اور نہ توجیہ القول بمالا یرضی بہ قائلہ کا مصداق ہے۔

آیات واحادیث سے اس بات کا ثبوت کہ جسقدر انسان بلند رتبہ ہوتا ہے اسیقدر خدا سے زیادہ ڈرتا ہے

ایک آیت میں ارشاد ہوا ہے۔ جنکو یہ لوگ پکارتے (اور پوجتے) ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اولٰئک الذین یدعون یبتغون الی ربهم الوسیلة ایهم اقرب ویرجون رحمته ویخافون عذابه (بنی اسرائیل - ع - ٦ -)

(یعنے حضرت عیسٰے وعزیر وغیرہ انبیاءؑ) اون میں سے جو خدا کے حضور میں زیادہ قرب رکھتا ہے وہی خدا کی طرف وسیلہ (عبادت وطاعت) تلاش کرتا ہے - اور خدا کی رحمت کی امید رکھتا ہے - اور اوسکے عذاب سے ڈرتا ہے -

ایک اور آیت میں حضرت ابراہیم واسحق ویعقوب واسمعیل ولوط ونوح

انهم کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورهبا وکانوا لنا خاشعین (انبیاء - ع - ٦ -)

داؤد وسلیمان وایوب ویونس وزکریا ویحیٰی (بحسب بیان انجیل پیر ومرشد حضرت عیسٰے) سلام اللہ علیہم اجمعین کا ذکر فرماکر ارشاد فرمایا ہے کہ یہ لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے اور ہمکو رغبت اور خوف سے پکارتے اور ہم سے ڈرنے والے تھے -

ایک آیت میں نیکیوں میں جلدی کرنے والوں کی بطور تفسیر یہ حالت

والذین یؤتون ما اتوا وقلوبهم وجلة انهم الی ربهم راجعون اولٰئک یسارعون فی الخیرات وهم لها سابقون (المومنون - ع ۴)

بیان ہوئی ہے - کہ وہ طاعت کرتے ہیں (نماز روزہ وغیرہ ادا کرتے ہیں) اور پھر ڈرتے ہیں - کہ ہم کو خدا کیطرف جانا ہے - (یعنے دیکھیئے وہاں ہماری نمازیں قبول ومنظور ہوتی ہیں یا نہیں - اور وہ نمازیں ٹھیک ادا ہوئی نکلتی ہیں یا نہیں) یہی لوگ ہیں جو نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں - اور یہی سب سے اگاڑی بڑہنے والے ہیں -

اور آنحضرت نے فرمایا ہے سن رکھو خدا کی قسم ہے - میں تم سب

اما واللہ انی لاخشاکم للہ و

کی نسبت خدا تعالےٰ سے زیادہ ڈرنے والا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اتفاق علیہ (مشکوٰۃ ص۱۹ بروایت بخاری مسلم)

اور اوسکے گناہوں سے زیادہ بچنے والا ہ

اس قول آنحضرت کا علمی ثبوت یہ تھا کہ آپ نماز تہجد میں اسقدر دراز قیام

قام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حتی تورمت قدماہ فقیل له لم تصنع هذا وقد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر قال افلا اکون عبدًا شکورًا متفق علیه (مشکوٰۃ ص۱۰۱)

کیا کرتے تھے کہ آپ کے مبارک قدم سوج جاتے۔ کسی نے عرض کیا۔ کہ آپ توبخشے بخشائے ہوئے ہیں۔ (یعنے پھر اتنی تکلیف کیوں اوٹھاتے ہیں) توآپ فرماتے کہ پھر کیا میں شکرگذار بندہ نہ ہوں۔

سجدہ میں آپ بعض اوقات اسقدر طول کرتے کہ دیکھنے والا یہ گمان کرتا کہ

خرج رسول الله صلى الله علیه وسلم حتی دخل نخلا فسجد فاطال السجود حتی خشیت ان یکون الله تعالی قد توفاہ (مشکوٰۃ ص۷۹)

اس حالت میں آپ کی روح مبارک نکل گئی ہے۔ اکثر اوقات آپ نماز میں گریہ وزاری کرتے رہتے۔

ایسا ہی عمل کمال خشیت آپ کے روزہ رکھنے اور راہ خدا میں تمام مال خرچ کردینے اور کھانے۔ پینے۔ پہننے۔ سونے۔ وغیرہ حاجات میں لذات ولذائذ دنیا ترک کرنے میں آپ سے پایا گیا ہے۔ اور دواوین سنت میں مروی ہے شائقین ملاحظہ تمثیلات اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ۱۰ کا صفحہ (۱۷۱) وغیرہ دیکھیں۔

اس کمال پر آپ کا یہ خیال تھا کہ مینے کچھ نہیں کیا۔ اور مجھ سے خدا کی عبادت واطاعت کا حق ادا نہیں ہوا۔ ماعبدناک حق عبادتک

لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک (ابوداؤد و ترمذی وغیرہ)

اور یہ مقال کہ خدایا تیری صفت و تعریف میں نہیں کرسکا۔ تیری شان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہی ہے۔ جو تونے خود اپنی شان بیان کی ہے۔ اور یہ اعتراف کہ میرا عمل میری نجات کا موجب نہیں ہوسکتا جب تک کہ خدا کی رحمت مجھے ڈھانپ نہ لے۔

لن ینجی احدًا منکم عملہ۔ قال رجل ولا ایاک قال ولا ایای الا ان یتغمدنی اللہ منہ برحمتہ (مسلم صـ۳۷۶ و مشکوٰۃ صـ۱۹۹)

اس بات کا ثبوت کہ بڑوں کا چھوٹا قصور بھی چھوٹوں کے بڑے گناہ کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ اور اُس پر بڑا مواخذہ ہوتا ہے

ایک آیت میں آنحضرت کو خطاب ہوا ہے۔ کہ اگر ہم تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا۔ کہ تو (قوم ثقیف کی ناجائز درخواست کی طرف) کسی قدر جھک جاتا تب ہم تجھے دُگنا عذاب زندگی میں اور دُگنا موت کے بعد۔ یعنے قیامت کو چکھاتے۔ پھر تو کسی کو نہ پاتا۔ جو ہمارے مقابلہ میں تیرا مددگار ہوتا۔

ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیئًا قلیلًا ۝ اذًا لاذقناک ضعف الحیوۃ و ضعف الممات ثم لا تجد لک علینا نصیرًا (بنی اسرائیل ع)

ایک اور آیت میں آنحضرت کے ازواج مطہرات کو خطاب ہوا

اے نبی کی بیویاں جو کوئی تم میں سے۔ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوگی اسکو دوگنا عذاب ہوگا۔ اور یہ کام خدا پر آسان ہے۔

یانساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین وکان ذلک علی اللہ یسیرا (احزاب - ع - ۴)

اسی اصول پر آنحضرت کا اپنے اصحاب اور احباب کے ساتھ عمل درآمد تھا۔ اکابر صحابہ سے چھوٹے امر بھی آپ زیادہ عتاب فرماتے۔ چھوٹوں کی بڑی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باتوں پر درگذر فرماتے۔

ایک صحابی نے جو قوم کا امام و مقتدا تھا۔ قبلہ کی طرف کو تھوکا۔ تو آپ نے اوس کو امامت سے معزول کر دیا۔

ان رجلا ام قوما فبصق فی القبلۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینظر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین فرغ لا یصلی لکم الحدیث (ابوداؤد ص ۶۸)

اور ایک اعرابی (جنگلی گنوار) نے صحن مسجد کے کونہ میں پیشاب کر دیا۔ تو اوس کو لوگوں نے ڈانٹا۔ آپ نے اون کو منع کیا۔ اور اوسکو نہ جھڑکا۔ اور نہ مارا۔ بلکہ نرمی سے سمجھا دیا۔ کہ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئیں۔

قام اعرابی فبال فی المسجد فتناولہ الناس فقال لہم دعوہ وہریقوا علی بولہ سجلا من ماء الحدیث (بخاری ص ۳۵)

عام مسلمانوں کے مباحات خواص کیلئے ممنوعات ہونے و خواص کے بعض حسنات اخص خواص کے حق میں سیئات ہونیکا ثبوت

ایک آیت میں آنحضرت کے ازواج مطہرات کے خطاب میں زینت کا لباس اور عمدہ پردے طلب کرنے پر (جو عام مستورات کے لئے حلال تھا۔ چنانچہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور عمل زمانہ آنحضرت اسپر دلیل ہے) آنحضرت کو یہ کہدینے کا حکم ہوا۔ کہ تمہیں دنیا کی زینت بکار رہے۔ تو آؤ میں تم کو طلاق دوں۔ اور اچھی طرح چھوڑ دوں اور اگر تم خدا و رسول اور پچھلے گھر (آخرت) کو چاہتے ہو۔ تو تمہارے لئے خدا نے

یا یہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجرا عظیما۔

(احزاب ۔ ع ۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہت کچھ تیار کر رکھا ہے۔

اجازت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں کو سونا چاندی جمع کرنیکی دے رکھی تھی۔ اور فرمادیا تھا کہ جس مال کی زکوۃ ادا ہو جائے۔ اوسکا جمع کرنا خزانہ جمع کرنا نہیں کھلاتا۔ (یعنے جس کی مذمت قرآن کی آیت منقولہ حاشیہ میں آچکی ہے) مگر اپنی ذات کے لئے اس اجازت پر عمل کرنا پسند نہ تھا اور آپ نے صاف فرمایا۔ کہ مجھے پسند نہیں آتا کہ میرے پاس پہاڑ احد کے برابر سونا ایک رات رہے۔ بجز اوس دینار جس کو میں ادائے قرض کے۔ لئے رکھوں۔ یہی حال وعمل آپ کے بعض اخص خواص ابو ذر غفاری جیسے عشاق نبوی۔ اور اصحاب صفہ کے صوفی صافیون کا تھا۔ ابوذر کا اس مسئلہ میں امیر شام سے جھگڑا کرنا۔ اور اس جھگڑے کے سبب حضرت عثمان کا ابو ذر کو شام سے مدینہ میں بلا لینا۔ بخاری وغیرہ میں منقول ہے۔ اصحاب صفہ میں ایک شخص فوت ہوا۔ تو اوسکا ترکہ ایک دینار نکلا جسپر آنحضرت ایک داغ کا ڈر سنا یا دوسرے کے

ما ادی زکوتہ فلیس بکنز (بخاری صفحہ ۱۸۸ - ابوداؤد صفحہ ۲۱۷)

والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم (توبہ - ع ۵)

ما یسرنی ان لی احد ذهبا یبیت عندی منه دینار الا دینارا ارصده لدین (شفاء عیاض واصله فی البخاری صفحہ ۱۸۵ ومشکوۃ صفحہ ۱۵۶)

عن ابی ذر کنت بالشام فاختلفت انا ومعویة فی الذین یکنزون الذهب والفضة الحدیث (بخاری صفحہ ۱۸۹)

عن ابی امامة قال ان رجلا من اهل الصفة توفی وترك دینارا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیة - ثم توفی اخر فترك

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دینارین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیتان (رواہ احمد مشکوٰۃ صفحہ ۴۳)

ترکہ میں دو دینار نکلے۔ تو آنحضرت نے اوس کو آگ کے دو داغوں کی وعید سنائی۔

آنحضرت نے اولاد سے محبت کرنے اور اون کو گود میں لینے اور چومنے کو طاعات اور حسنات میں شمار کیا تھا۔ اور اسپر آپ کا عمل بھی تھا۔

قبل رسول اللہ الحسن بن علی و عندہ الاقرع بن حابس التمیمی جالس فقال الاقرع بن حابس ان لی عشرۃ من الولد ما قبلت منھم احدا فنظر الیہ رسول اللہ فقال من لا یرحم لا یرحم (بخاری صفحہ ۸۸۶)

ایک شخص نے اپنی اولاد کو چومنے سے آپ کے سامنے انکار ظاہر کیا۔ تو آپنے اوسکو بے رحم قرار دیا۔ اور فرمایا۔ کہ جو رحم نہیں کرتا۔ اُسپر رحم نہیں ہوتا۔

خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل الحسن والحسین وعلیھما قمیصان احمران یعثران ویقومان فنزل فاخذھما۔ فصعد بھما ثم قال صدق اللہ انما اموالکم واولادکم فتنۃ (ابو داؤد صفحہ ۱۵۷)

و معہذا ایک دفعہ امام حسن و امام حسینؓ کو حالت خطبہ میں آنے کے وقت اٹھا لیا اور اپنے پاس بیٹھایا۔ تو اس فعل کو فتنہ قرار دیا۔ جسکے یہی معنے ہیں کہ یہ فعل گو ایک قسم کی طاعت و نیکی ہے مگر بمقابلہ ذکر و یاد الٰہی نیکی نہیں۔ بلکہ فتنہ ہے۔ اور حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن کا مصداق ہے۔

خدا کی دائمی یاد میں خصوصاً حالت عبادت میں خشوع و خضوع اور محویت اور دنیاوی خیالات و تعلقات سے قطع تعلق کے ضروری ہونے اور اس میں کمی کے داخل تقصیر ہونیکا ثبوت

ایک آیت میں آنحضرت کو خطاب ہوا ہے۔ کہ خدا کو یاد کر اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واذكر اسم ربك وتبتل اليه تبتيلا (مزمل ۔ ع ۔ ۱ ۔) قد افلح المؤمنون الذين هم في صلوتهم خاشعون ٭ (مومنون ع ۔ ۱)	سب سے ٹوٹکر اوس کیطرف آجا ۔ ایک اور آیت میں عام مسلمانوں کو ارشاد ہوا ہے ۔ کہ فلاح و رستگاری پاگئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں دل سے عاجزی کرتے ہیں ۔

ایک حدیث آنحضرت نے فرمایا کہ پانچ نمازیں ہیں جنکو خدا نے فرض

خمس صلوة افترضهن الله تعالیٰ فمن احسن وضوءهن وصلاهن لوقتهن واتم ركوعهن وخشوعهن كان له على الله عهد ان يغفر له ومن لم يفعل فليس له على الله عهد ان شاء غفر له وان شاء عذبه رواه احمد (مشکوٰۃ صفحہ ۵۸) ان الله لا يستجيب دعاء من قلب غافل رواه الترمذي (مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۷)	کیا ہے ۔ پس جو شخص اون میں پورا خشوع کریگا ۔ اُس کے لئے خدا کا وعدہ بخشش ہے ۔ جو ایسا نہ کرے گا اوس کے لئے کوئی وعدہ نہیں ۔ خدا چاہے تو بخشے چاہے عذاب کرے ۔ **ایک حدیث** میں آنحضرت نے ارشاد کیا ہے ۔ کہ غافل دل یعنے بے خیال و بے حضور دل دعا مانگنے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی ۔

اور **ایک حدیث** ارشاد ہوا ہے ۔ کہ نمازی خدا سے مناجاتیں کرتا ہی

المصلي يناجي ربه فلينظر ما يناجيه به (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷)	یعنے دعا مانگتا ہے ۔ پس چاہیئے کہ تم اپنی مناجات کی طرف نظر کرو ۔ یعنے خیال

کرو بے حضور و خیال نہ بولتے جاؤ ۔

اور **ایک حدیث** میں ارشاد ہوا ۔ عبادت کا احسان (یعنے

قال وما الاحسان ۔ قال ان	اچھا کرنا) یہ ہے کہ تو خدا کی ایسی عبادت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (بخاری ص ۱۲)	کرے کہ گویا اوسکو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تو اوسکو نہیں دیکھتا تو وہ تو تجھے دیکھتا ہی

یعنے اگر اول تو تو اس عبادت میں ایسا محو و ماسوی اللہ سے متجرد ہو جا کہ گویا خدا تجھے نظر آ رہا ہے۔ اور اگر یہ مقام تجھے میسر نہ ہو تو اتنا ضرور خیال ہو کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ اب میں دوسری طرف التفات و خیال نہ کروں۔ اوسی کے حضور میں عرضیں کرتا رہوں۔

ایک حدیث میں آنحضرت نے فرمایا ہے۔ جو شخص میرے اس

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضاء نحو وضوئی ہذا ثم صلی رکعتین لایحدث فیہما نفسہ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ (صحیح بخاری ص ۲۸)	وضو کی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں ایسی پڑھے کہ اون میں بجز یاد خدا کوئی دوسری بات اوس کے دل میں نہ آوے اوسکے پچھلے تمام گناہ بخشے جائیں گے۔

آنحضرت کے اس قول سے اور جسمیں آپنے اپنے فعل سے تشبیہ دی ہے۔ صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کو یہ درجہ حضور و محویت و تجرد عما سوی اللہ و تبتل الی اللہ نماز میں حاصل تھا آپ کا تو بڑا رتبہ عالی تھا۔ یہ درجہ محویت تو آپ کے غلاموں اور غلامان غلاموں اور اونکے پیروان کو بھی حاصل تھا۔

ایک موقعہ جنگ ذات الرقاع پر آنحضرت نے دو صحابی (ایک

فنزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم منزلا فقال من رجل یکلؤنا فانتدب رجل من المہاجرین و رجل من الانصار فقال کونا بفم الشعب قال فلما خرجا الرجلان اضطجع المہاجری	مہاجر ایک انصاری) کو ایک جگہہ پہرہ پر کھڑا کیا۔ ایک (مہاجر) لیٹ گیا۔ دوسرا (انصاری) نماز (نوافل) پڑھنے لگ گیا ایک شخص دشمن آیا اور اوس نے خیال کیا کہ یہ پہرہ دار ہے تو اسنے اوسپر تیر چلایا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقام الانصاری یصلی و اتی الرجل فلمّا رای شخصہ قال انہ رابیتہ للقوم فرماہ بسہم فوضعہ فیہ فنزفہ الدم حتی رماہ بثلثہ اسہم ثم رکع وسجد ثم انتبہ المہاجر فلما عرف انہم قد نذروا بہ ہرب فلمّا رأی المہاجری ما بالانصار من الدماء قال سبحان اللہ الا انبہتنی اول مارمی قال کنت فی سورۃ اقرءہا فلم احب ان اقطعہا (ابو داؤد صـ۲۳ وصلہ فی البخاری ۲۹)

جس سے اوسکا خون جاری ہوگیا۔ پھر دو تیر اور مارے مگر اس انصاری نے کچھ پروا نہ کی۔ اور نماز پوری کی پھر مہاجر بیدار ہوا۔ اور دشمن نے سمجھا کہ یہ خبردار ہوگئے ہیں تو وہ بھاگ گیا۔ مہاجر نے جب انصاری کا خون دیکھا تو بولا سبحان تمنے مجھے پہلے تیر کے وقت کیوں نہ جگا دیا۔ اوس نے کہا میں سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ میرے دل نے نہ چاہا۔ کہ اوسکو ناتمام قطع کروں۔

حضرات ناظرین! خصوصاً ہمارے مخاطبین! تین تیر کاری لگیں اور خون بہا دین اور وہاں خبر بھی نہ ہو کہ کس کو لگے ہیں۔ یہ محویت و از خود رفتگی نہیں تو اور کیا ہے۔

ایک نظیر اس کی کمال شرمندگی اور ندامت کے سبب سرافگندگی سے چشم پرآب اور دل بے تاب ہونے کی حالت میں نہ کسی فخر یا بڑائی یا اظہار بزرگی کے خیال سے (فخریا بزرگی کیا خاک ہوگی۔ جبکہ وہ نظیر چھپن سالہ عمر میں ایک دفعہ سے زیادہ پائی نہیں گئی۔ لہذا اوسکا ذکر لایق شرم ہے۔ نہ محل فخر) یہ نالایق اپنی حالت سے پیش کرتا ہے۔ تاکہ میرے حسن العقیدہ دوست اوس کے شائق ہوں اور اوس کی طلب وتحصیل میں سعے وکوشش کریں۔ اس حالت کے منکر اور اس سے تمام عمر کورے نہ رہیں وہ یہ کہ یہ ناکارہ و نالایق ایک دفعہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظہر یا عصر کے نوافل پڑہ رہا تھا۔ کہ میرے داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی پر زنبور (تتیا یا بھڑ) نے کاٹا جس سے مجھے ویسی ہی سخت سوزش ہوئی۔ جو ہوا کرتی ہے۔ میں نے اس حالت نماز میں ارادہ کیا کہ میں نماز ہی میں اسجگہ کو جہاں بھڑ نے کاٹا تھا ہاتھ سے دبا کر اوسکا زہریلا خون نکال دوں۔ تب مجھے اس انصاری کا واقعہ تیر لگنے کا یاد آگیا۔ اور یہ خیال پیدا ہوا کہ اوسکو تین تیر لگے تو بھی اوس نے کوئی پروا نہ کی۔ اور تو ایک بھڑ کے کاٹنے سے یہ ارادہ کر بیٹھا ہے۔ اس خیال سے جو مجھکو ندامت اور پھر رقت اور خشیت الٰہی پیدا ہوئی تو اوس سے مجھے وہ درد و سوزش بالکل نسیاً منسیا ہو گئی۔ اور میری وہ نماز عجیب حلاوت سے ختم ہوئی۔ اس ایک آن کی رقت و خشیت کی برکت یہ بھی ظاہر ہوئی کہ نماز پڑہنے کے بعد بھی نہ سوزش رہی نہ درد اور نہ ورم۔ گویا بھڑ نے کاٹا ہی نہیں تھا۔ مگر افسوس صد افسوس ہزار افسوس کہ پھر وہ حالت کبھی نہ آئی۔ اللھم ارزقنی ما فاتنی واجبرنی وارفعنی۔

بزرگان دین کے ایسے حالات اگر لکھے جاویں۔ تو یہ مضمون ایک بڑا دفتر ہو جائے۔ تاہم ایک دو نظیریں اور اسمقام میں لکھی جاتی ہیں۔ تاکہ طالبان حق ان بزرگوں کی پیروی کریں۔

حضرت امام زین العابدین سے منقول ہے۔ کہ آپ جب وضو کرنے لگتے تو آپکے چہرہ کا رنگ زرد ہو جاتا۔ کسی نے پوچھا یا ابن رسول اللہ وضو کے وقت آپ کی ایسی حالت کیوں ہو جاتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ وضو کے بعد میں کس کے حضور کھڑا ہونگا؟۔

اور ایک دفعہ آپ نماز میں کھڑے ہوئے تو آپ کے پاس والے مکان میں اتفاقاً آگ لگ کر مشتعل ہوئی۔ لوگوں نے ہر چند کہا کہ النار النار یا ابن رسول اللہ۔ مگر آپ نے کچھ پروا نہ کی۔ اور نماز طمانیت کے ساتھ پوری

© rasailojaraid.com

کی اسکے بعد آپ کو کہا گیا کہ آپ نے ہماری پکار کو کیوں نہ سُنا تو آپ نے فرمایا مجھے اس آگ کے خیال سے ایک اور آگ نے روک رکھا تھا (یعنے

الهتنی عنها النار الاخری

دوزخ کی آگ یا عشق الٰہی کی آگ)

ایک واقعہ اس سے بڑھ کر اور سُنو بصرہ کا قاضی بنی قشیر کا امام زرارہ

کان زرارة بن اوفی قاضی البصرة فکان یؤم بنی قشیر فقرء یوما فی صلوة الصبح فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر خر میتا فکنت فیمن احتمله الی داره (ترمذی ص۶۱)

بن اوفی نام اون کو صبح کی نماز پڑھا رہا تھا۔ کہ اس آیت پر پہنچا جسکا ترجمہ یہ ہے کہ جب کرنا میں پھونک ماری جائے گی یعنے حشر کے لئے تو وہ دن کافروں پر بڑا سخت ہوگا تو وہ جان بحق تسلیم کر کے گر گیا راوی حدیث کہتا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو اوس کو اوٹھا کر گھر لے گئے تھے۔

ایسے واقعات اور بھی بہت ہوئے ہیں۔ جنکا ذکر امام منذری نے کتاب ترغیب و ترہیب میں کیا ہے۔

جو شخص ان بزرگوں کی حالت محویت پر تعجب کرے اون کو تسلیم نہ کرے۔ وہ یہ خیال کر کے اون کی تصدیق کر سکتا ہے۔ کہ دنیا میں فاسق و بدکار لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کسی خیال بد (جیسے کبوتر بازی یا پتنگ بازی یا کسی عورت یا مرد کے عشق) میں مصروف اور محو ہو جاتے ہیں۔ تو وہ اس خیال محویت میں نہ کسی کی سنتے ہیں۔ نہ کوئی چیز در دیوار دیکھتے ہیں۔ اور جس چیز کے شایق و عاشق ہوتے ہیں وہ اُسیکو دیکھتے اور اوسی کی سنتے ہیں۔ پھر کیا طالبان مولے و عاشقان خدا اون سے بھی گئے گذرے ہوئے کہ اون کی محویت و استغراق محل تعجب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وانکار ہو۔

اسی محویت میں جب کسی قدر فتور یا قصور واقعہ ہو جاتا ہے۔ تو اہل اللہ عبادت وطاعت کر کے یہ کہہ اٹھتے ہیں۔ ما عبدناک حق عبادتک اور اپنی اس عبادت وطاعت کے بعد کلمہ استغفار پڑھتے ہیں۔ اور توبہ کرتے ہیں۔

اسی وجہ سے حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ نے فقہ اکبر میں فرمایا ہی کہ ایسا کوئی ایک بھی نہیں جو خدا کی عبادت ایسی کرے۔ جیسا کہ اوس کا حق ہے۔ اور جس لائق خدا تعالے ہے۔ ولیکن بندہ خدا کے حکم سے اسکی عبادت کرتا ہے۔ ملا علی قاری نے شرح میں لکھا ہے اور چونکہ خدا کی عبادت جیسے کہ چاہیئے ادا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بعض عارفوں نے کہا ہے کہ اگر خدا کا یہ حکم نہ ہوتا کہ تم نماز میں ایاک نعبد وایاک نستعین پڑھ لیا کرو تو میں نماز میں یہ کلمہ نہ پڑھتا۔ کیونکہ میں عبودیت کو خالص خدا کے لئے کرنی اور مدد چاہنے کو عبادت میں ہو یا اور کاموں میں خدا تعالے کیلئے مخصوص کرنے کے اصلی مقام میں کھڑا نہیں ہوتا۔ شاید اسی مقام میں آنحضرت نے فرمایا ہے۔ لا اُحصی ثناء علیک۔ اور اسی وجہ سے آپ نے بعد نماز استغفر اللہ کہا ہے۔ اس اشارہ سے کہ میں خدا کی حق اطاعت سے جیسا کہ چاہیئے تقصیر وار ہوں۔

ولیس یقدر احد الی یعبد اللہ تعالیٰ حق عبادتہ کما ھو اھل لہ۔ لکنہ یعبدہ بامرہ۔ ولھذا قال بعض العارفین لولا امرہ سبحانہ بقرءۃ ایاک نعبد وایاک نستعین لما قرءتہ لعدم مقامی فی مقام حقیقۃ الاخلاص فی العبودیۃ وتخصیص الاستعانۃ فی العبادۃ وغیرھا من الحضرۃ الربوبیۃ ولعلہ علیہ السلام فی نحو ھذا المقام قال لا اُحصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک وکان یستغفر بعد فراغ العبادۃ ایماءً الی انہ مقصر فی اداء حق الطاعۃ (شرح فقہ اکبر ص)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ وھو لا یشعر قال ابراھیم التیمی ما عرضت قولی علی عملی الا خشیت ان اکون مکذبا الخ (بخاری ص۱۲)

صحیح بخاری کے صفحہ (۱۲) میں اسمضمون کا ایک باب منعقد کیا ہے - کہ مومن اپنے اعمال کے بیکار ہوجانے سے ڈرتا رہتا ہے پھر ابراہیم تابعی سے نقل کیا کہ میں نے اپنے قول کا اپنے عمل سے مقابلہ و موازنہ کرکے دیکھا تو مجھے ڈر لگا کہ میں اس قول میں جھوٹا ہو رہا ہوں - یعنے اسلئے کہ جو کہتا ہوں سو کرتا نہیں ہوں - پھر اس مضمون کے بہت سے اقوال امام بخاری نے نقل کئے ہیں ان مؤیدات کے خاتمہ پر ہم حضرت فخرالدین عراقی کی غزل کے دو بیت نقل کرتے ہیں - جسکو وہ کعبہ معظمہ کی گلیوں میں رو رو کر پڑھتے پھرتے - اور اپنی نماز اور طواف کعبہ کو اس محویت کی کمی سبب بیکار قرار دیتے - آپ فرماتے - ؎

بزمیں چوں سجدہ کردم ز زمیں ندا بر آمد ؛ کہ مرا خراب کردی تو بسجدہ ریائی ؛
بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند - ؛ کہ بروں درچہ کردی کہ درون خانہ آئی ؛

ان مؤیدات کو انصاف کی نگاہ سے دیکھنے اور غور وفکر کے ساتھ پڑھنے سے عیسائیوں کو معلوم ہوسکتا ہے کہ علماء کرام نے جو توجیہات و تاویلات آنحضرت کے استغفار پڑھنے اور توبہ کرنے اور اپنے گناہوں کا اقرار کرنے اور اون کی معافی چاہنے اور اوس میں خدا کی طرف سے مامور ہونے کے متعلق بیان کی ہیں وہ عین تعلیم الٰہی و حال وقال آنحضرت کے مطابق اور اسی سے مستنبط ہیں - علماء نے از خود وہ باتیں نہیں بنائیں - اور وہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ اور "پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند" کا مصداق نہیں ہیں - اور درحقیقت و نفس الواقعہ آنحضرت سے کوئی گناہ ایسا نہیں کیا جسمیں امر ونہی کا خلاف پایا گیا ہو یا کسی عام اصول اخلاق کا خلاف ہو بلکہ آپ نے بعض امور اولے وافضل کی ترک ہوجانے یا بعض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیئات کے جو عام مسلمانوں کے حق میں حسنات متصور ہوں عمل میں لانے سے یا کسی وقت اسباب دنیا کیطرف خیال و توجہ ہو جانے یا خدا کی یاد یا محویت میں کمی ہو جانے کو (وعلے ہذا القیاس) گناہ قرار دیا ہے اور اس سے استغفار کیا۔ ان ہی باتوں کو اپنے چھپے اور کھلے اور چھوٹے اور بڑے۔ اور اگلے پچھلے گناہ سے تعبیر کیا ہے۔ اور اس تعبیر و اعتراف تقصیر میں اپنا کمال درجہ اتقا و خشیت اللہ کا ثبوت دیا ہے۔

افسوس مسٹر اکبر مسیح نے ان احادیث کو ایک اردو میں مترجم کتاب حدیث میں دیکھکر اون سے آنحضرت کے گناہگار ہونے پر تمسک کیا۔ اور اس اعتراف کو "من آنم کہ من دانم" کا مصداق قرار دیا۔ اور علماء کی توجیہات و تاویلات کو معتقدانہ تعریفات و بے جا خوشامد خیال کیا۔ اور ان موجبات و تاویلات کے شواہد مویدات کو نہ دیکھا۔ وہ بیچارے دیکھتے تو کہاں اور کیا دیکھتے۔ مثل مشہور ہے۔ صاحب البیت ادری بما فیہ اپنے گھر کی بات گھر والا ہی جانتا ہے۔ غیر جو دروازہ یا کھڑکی کے آگے سے گذر گیا کیا جانے اور کیا دیکھے۔ و لیکن مسٹر اکبر مسیح کے دعوے بے تعصبی اور حق جوئی کی نظر سے اگر وہ دعوے سچا اور دل سے ہے۔ ہمکو امید ہے کہ ہمارے اس مضمون کو پڑھکر وہ اپنے اس خیال کو واپس لینگے۔ اور یقیناً جان جائینگے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اون کے اعتراف گناہ سے اونکا بے گناہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

صفحہ (۲۵) سے اسمقام تک حضرات انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر نکتہ چینی کی مخالفین کا جواب ادا ہوا ہے جس سے بخوبی ثابت ہوا کہ جن آیات یا احادیث یا واقعات سے اسلام کے نادان دوست (منکرین عصمت) یا مخالفین اسلام جملہ انبیاء یا خاصکر خاتم المرسلین کی عصمت کا خلاف ثابت کرتے ہیں اون سے عصمت کا خلاف ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض متمسکات سے ان حضرات کی عصمت کا ثبوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لتا ہے۔

ومعہذا ہم اس عصمت کے ثبوت اور ضرورت پر اس مقام میں چند عقلی و نقلی دلائل بھی بیان کرتے ہیں۔ جنکے بیان کا وعدہ صفحہ (۲۵) میں کر چکے ہیں۔

معتزلہ اس عصمت کی عقلی دلیل یہ بیان کرتے ہیں (چنانچہ تفسیر کبیر و شرح مواقف میں بیان ہوا ہے) کہ اگر انبیاء سے عمداً کبیرے گناہوں کا صادر ہونا جائز ہو تو اس سے انبیاء کی ہیبت لوگوں کے دلوں سے اٹھ جائے اور اون کا رتبہ لوگوں کی نگاہوں میں گر جائے۔ اور کوئی اون کی پیروی نہ کرے اور اس سے خلقت کو بگاڑنا اور اون کی اصلاح نہ کرنا لازم آوے۔ اور یہ امر خدا تعالے کی حکمت اور عقل کے مخالف ہے۔

لان صدور الکبائر عنھم عمداً یوجب سقوط ھیبتھم عن القلوب وانحطاط رتبتھم فی اعین الناس فیودی الی النفرۃ عنھم وعدم الانقیاد لھم ویلزم منہ افساد الخلائق وترک استصلاحھم وھو خلاف العقل والحکمۃ ۔

(شرح مواقف صفحہ ۶۸۹)

اسلئے انبیاء سے صدور کبائر محال ہے۔

ہم اہل سنت اس دلیل کو اس پیرایہ میں ادا کرتے ہیں کہ حق تعالے نے قرآن میں فاسقوں کے قول کو جو اوس کی برخلاف عمل کرتے ہوں بے اعتبار ٹھیرایا ہے۔ اور اوسپر آیات منقولہ حاشیہ میں رد و انکار ظاہر کیا۔ اور فرمایا ہے کہ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو۔ اور اپنی جانوں کو بھول رہے ہو۔ اور فرمایا اسے مدعیان ایمان وہ بات کیوں کہتے ہو جو

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتب افلا تعقلون (بقرہ ع ۵)

یا ایھا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون

(صف ع ۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خود نہیں کرتے۔ پس اگر انبیاء ان فواحش اور گناہوں کے عمداً خود مرتکب ہوں جنسے وہ وہ لوگوں کو منع کرتے ہوں تو اونکا قول بے اعتبار ہو جائے۔ اور اون کی دعوت وتبلیغ بے اثر ٹھیرے۔ وہ لوگ ان ہی آیتوں سے اون کو مخاطب کریں۔ جنسے خدا نے اون فاسقوں کو مخاطب کیا ہے۔ لہذا انبیاء کی شان کو شایان نہیں ہی کہ وہ عمداً گناہ کریں۔ جو شخص خود گمراہ وفاسق ہوگا وہ دوسروں کو کیا خاک ہدائیت کرے گا۔ ؎ او خویشتن گم است کرا رہبری کند؟

یہ عقلی دلیل ہے جو نقل اور سمع سے بھی مستند ہے۔ **نقلی دلائل** امام رازی نے تفسیر کبیر میں سولہ بیان کئے ہیں۔ ہم اسمقام انہیں سے بعض کا خلاصہ نقل کرتے ہیں

پہلی دلیل یہ کہ اگر انبیاء گناہ کریں۔ تو وہ امت کے گنہگاروں سے زیادہ سزاء پانے کے سبب کم درجہ ہو جائیں۔ کیونکہ بڑوں کو گناہ کی سزاء زیادہ ملتی ہے دیکھو آنحضرت کی بیویوں کو کہا گیا کہ بیحیائی کروگے تو تمکو دگنا عذاب ہوگا۔ اور اگر صاحب زوج زنا کرے تو اوسکو سنگسار کیا جاتا ہے۔ رنڈوا کرے تو صرف اوس کو کوڑے لگتے ہیں۔

دوسری دلیل یہ کہ فسق کرنے کی حالت میں وہ لایق شہادت نہیں رہتے چنانچہ قرآن میں حکم ہے کہ فاسق کی گواہی کی تحقیق کرو۔ اور نبی بھی تبلیغ احکام میں گواہ ہوتا ہے۔ کہ خدا نے یہ حکم دیا ہے

احدھما لو صدر الذنب عنھم لکانوا اسوء درجۃ من عصاۃ الامۃ وذلک غیر جایز بیان الملازمۃ ان درجۃ الانبیاء کانت فی غایۃ الجلال والشرف وکل من کان کذلک کان صدور الذنب عنہ افحش الا تری الی قولہ یا نساء النبی من یأت منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین والمحصن یرجم وغیرہ یجلد +

وثانیھا ان بتقدیر اقدامہم علی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الفسق وجب ان لا یکون مقبول
الشہادۃ بقولہ تعالیٰ ان جاءکم فاسق
بنبأ فتبینوا ولا معنے للنبوۃ
والرسالۃ الا انہ یشہد علی اللہ
تعالیٰ بانہ شرع ہذا الحکم۔

سادسہا انہ لو صدرت المعصیۃ
من الانبیاء لکانوا مستحقین
للعذاب واللعنۃ بقولہ ومن یعص اللہ
الخ ولا لعنۃ اللہ الخ واجمعت
الامۃ علی ان احدا من الانبیاء
لم یکن مستحقا للعن ولا لعذاب۔

تاسعہا قولہ تعالیٰ وانہم عندنا
لمن المصطفین الاخیار وہذا
یتناول جمیع الافعال والتروک
وذلک ینافی صدور الذنب
عنہم۔

عاشرہا انہ تعالیٰ حکی عن ابلیس
قولہ فبعزتک لاغوینہم اجمعین
الا عبادک منہم المخلصین۔

الثالث عشر ان الرسول افضل
من الملک لقولہ تعالیٰ ان اللہ

پھر وہ فاسق ہوا تو اوس کی نبوت اور شہادت
احکام کہاں باقی رہے۔

چھٹی دلیل یہ کہ نبی گنہگار ہوتے تو مستحق
عذاب ولعنت ہوتے۔ کیونکہ قرآن میں
نافرمانوں کو عذاب کی خبر دی گئی ہے۔
اور ظالموں کو لعنت کہی گئی ہے۔ حالانکہ
کسی نبی کو نہ عذاب ہے نہ لعنت۔

نویں دلیل یہ کہ خدا نے انبیاء کو چیدہ
اشخاص قرار دیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے
کہ وہ ہر ایک فعل و ترک فعل میں چیدہ ہیں۔
اور یہ امر گنہگار ہونے کے مخالف ہے۔

دسویں دلیل یہ ہے کہ شیطان سے
خدا تعالے نے نقل کیا ہے۔ کہ اوس نے
کہا میں تیرے مخلص بندوں کو نہ بہکاؤنگا
اور نبیوں سے مخلص کون ہے۔

تیرہویں دلیل یہ ہے کہ۔ رسول
فرشتوں سے افضل ہے۔ چنانچہ
دلیل اس کی بیان ہو چکی ہے۔ اور
جب فرشتے خدا کا گناہ نہیں کرتے
تو رسول کیونکر گنہگار ہو سکتے ہیں۔

سولھویں دلیل یہ کہ خدا تعالے نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصطفٰی آدم ونوحا وآل ابراھیم وآل عمران علی العلمین۔ وتقدم وجہ الاستدلال والملائکۃ لا یعصون اللّٰہ

السادس عشر قولہ تعالٰی لا ینال عھدی الظلمین والمراد بھذا العھد عھد النبوۃ او عھد الامامۃ

(تفسیر کبیر جلد اول ص۴۵۸ وغیرہ)

نے فرمایا ہے میرا عہدہ نبوت یا امامت ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ پس اگر نبی ظالم ہوتے تو اس عہدہ پر کیوں کر مامور رہتے۔

یہ دلیلیں اور جو دلائل اس عصمت انبیاء پر اور قائم کی گئی ہیں۔ وہ انبیاء کے نسیان و خطاء (جسپر انبیاء قائم نہ رہیں فوراً متنبہ و آگاہ کیے جاویں) کی تجویز پر (جو اہل سنت کے نزدیک مسلم ہے) عاید و قایم نہیں ہوتے۔ کیونکہ خطا و سہو و نسیان پر مخلوق کی جنکا کمال غیر ذاتی و علم محدود ہو بناوٹ اور فطرت میں داخل ہے۔ جسکا کبھی نہ کبھی صدور ناگزیر ہے۔ اور اس سے بچنا مشکل و متعذر ہے۔ لہذا وہ نہ موجب بے اعتباری و کمی درجہ ہے۔ نہ مثبت فسق و ظلم و عصیان نہ مستلزم عذاب و لعنت بلکہ وہ داخل عفو و بخشش ہے۔ چنانچہ خدا تعالٰی اپنے بندوں کو القا و ارشاد فرمایا ہے۔ کہ وہ اوسکی جناب میں درخواست کریں کہ اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں۔ یا خطا کریں تو تو ہم پر مؤاخذہ نہ کریو۔ اور پھر اسکا جواب بھی سنا دیا۔ کہ میں نے قبول کیا۔ اور ایسا ہی کرونگا۔

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا (بقرۃ۔ ع۔)

فانزل اللّٰہ تعالٰی ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا قال فعلت (صحیح مسلم ص۷۸)

ومثلہ فی البیضاوی ص۱۲۸ وفتح البیان ص۳۲۹ ومعالم ص۱۴۲

اور اس خطا کے صدور سے حضرات انبیاء کا فرشتوں سے درجہ اور رتبہ کم بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ فرشتے بھی اس خطا سے نہیں بچے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واذ قلنا للملائکۃ انی جاعل فی الارض
خلیفہ قالوا اتجعل فیھا من یفسد
فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح
بحمدک ونقدس لک قال انی اعلم
مالا تعلمون وعلم ادم الاسماء
کلھا ثم عرضھم علی الملئکۃ فقال
انبئونی باسماء ھؤلاء ان کنتم
صادقین ۔ قالوا سبحانک لا علم
لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم
الحکیم ۔ قال یادم انبئھم باسمائھم
فلما انبأھم باسمائھم قال الم
اقل لکم انی اعلم غیب السموات و
الارض واعلم ما تبدون وما کنتم
تکتمون ۔ (بقرہ ۔ ع ۴ ۔)

یسفک الدماء تعجب من ان یستخلف
لعمارۃ الارض واصلاحھا من یفسد
فیھا او یستخلف مکان اھل الطاعات
اھل المعصیۃ واستکشاف عما
خفی علیھم من الحکمۃ التی بھرت تلک
المفاسد والغتھا واستخبار عما یرشدھم
ویزیح شبھتھم کسوال المتعلم لمعلمہ

جب خدا تعالے نے اون سے کہا کہ
میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں
تو وہ اسوجہ سے کہ اون کے علم کا
غیر ذاتی اور محدود تھا ۔ ذاتی اور
وسیع نہ تھا ۔ (نہ اسوجہ سے کہ وہ تکبر یا
حسد میں مبتلا ہوگئے ۔ یا قول خداوندی
کے برخلاف مرتکب عصیان ہوئے)
یہ بول اٹھے کہ کیا ایسے شخص کو خلیفہ
بناتا ہے جو اپنے قوائے شہوانیہ
وغضبیہ کے تقاضے سے زمین میں فساد
کرے گا ۔ ہمکو کیوں خلیفہ نہیں بناتا
جو تیری تقدس و تنزیہہ کے سوا کچھ
نہیں کرتے ۔ اور فساد وعصیان کے
اسباب قوائے شہوانیۃ وغضبیہ اور
اوسکا مادہ ہی نہیں رکھتے ۔ اور
دل میں یہ خیال کر بیٹھے ۔ کہ اگر خدا نے
آدم کو خلیفہ کیا تو وہ ہمارے جیسا
مطیع کب ہوگا ۔ اور اوس کو ہم
متقدمین تلامذہ حق کے برابر علم جلد
کیونکر حاصل ہوگا ۔
پھر جب خدا تعالے نے فرشتوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وعما يختلج في صدره وليس باعتراض
على الله ولا طعن في بني آدم على وجه
الغيبة فانهم اعلى من ان يظن بهم
ذلك لقوله تعالى بل عباد مكرمون
لا يسبقونه بالقول وهم بامره
يعملون ۔

وَنُقَدِّسُ لَكَ والمعنى استخلف عصاة
ونحن معصومون احقاء بذلك والمقصود
منه الاستفسار عما رجحهم مع ما هو
متوقع منهم على الملائكة المعصومين
في الاستخلاف لا العجب والتفاخر و
كانهم علموا ان المجعول خليفة ذو
ثلث قوى عليها مدار امره شهوية
وغضبية تؤديان به الى الفساد وسفك
الدماء وعقلية تدعوه الى المعرفة
والطاعة ونظروا اليها مفردة و قالوا
ما الحكمة في استخلافه وهو باعتبار
تينك القوتين لا تقتضي الحكمة ايجاده
فضلا عن استخلافه واما باعتبار القوة
العقلية فنحن نقيم ما يتوقع منها
سليما عن معارضة تلك المفاسد وغفلوا

خیال کا خطا ہونا ثابت کر دیا ۔ اور
آدم علیہ السلام کا بعض اشیاء کے
علم میں فرشتوں سے فائق ہونا
ظاہر فرمایا ۔ اور یہ بھی اون کو جتا دیا
کہ یہ آدم باوجود مزاحمت قوائے
شہوانیہ وغضبیہ کے اپنی قوت عقلیہ کو ایسا
غالب کرے گا کہ اوسمیں وہ فرشتوں
سے جو قوائے شہوانیہ وغضبیہ نہیں
رکھتے اور وہ مجبوراً و بلا اختیار عصیان
سے پاک ہیں سبقت لیجائے گا ۔
تو اوسوقت انہوں نے اپنے خطا و
عجز کا خود اعتراف کیا ۔ کہ حضور الٰہ
العالمین تو اس غلط خیال سے جو
ہمنے تیرے فعل تیری مخلوق کی
نسبت کیا تھا پاک ہے ۔ ہمارا
علم محدود اور اسیقدر رہا جسقدر
تو نے ہم کو عطا کیا تھا ۔ ہم نے
اس علم سے نتیجہ نکالنے میں دہوکا
کھایا ۔ اور اب معلوم کیا کہ آدم
کو خلیفہ بنانے میں تو نے بڑی
حکمت ظاہر کرنے والا ہے ۔ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عن فضیلة کل واحدة من القوتین اذا صارت مھذبة مطواعة للعقل متمرنة علی الخیر کالعفة والشجاعة ومجاھدة الھوی والانصاف ولم یعلموا ان الترکیب یفید ما یقصر عنہ الاحاد کالاحاطة بالجزئیات واستنباط الصناعات واستخراج منافع الکائنات من القوة الی الفعل الذی ھو المقصود من الاستخلاف والیہ اشار تعالی اجمالا بقولہ قال انی اعلم ما لا تعلمون۔

اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا باعتراف بالعجز والقصور واشعار بان سوالھم کان استفسارا ولم یکن اعتراضا وانہ قد بان لھم ما خفی علیھم من فضل الانسان والحکمة فی خلقہ واظھار لشکر نعمتہ بما عرفھم وکشف لھم ما اعتقل علیھم ومراعات للادب بتفویض العلم کلہ الیہ۔

مَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ وفیہ تعریض بمعاتبتھم علی ترک الاولی وھو ان یتوقفوا مترصدین لان یبین لھم وقیل ما تبدون قولھم اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء وما یکتمون استبطانھم انھم احقاء بالخلافة وانہ تعالی لا یخلق خلقا افضل منھم (بیضاوی صفحہ ۴۴-۴۵-۴۶-۴۷)

بے شک تو خوب جاننے والا ہے۔

اس کے جواب میں خدائے تعالے کا یہ ارشاد کہ میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے تھے بطور تعریض ایک عتاب ہے۔ کہ کیوں اونھوں نے بیان حکمت استخلاف آدم تک صبر نہ کیا اور کیوں اپنے دل میں یہ غلط خیال کرلیا کہ اگر خدا نے آدم کو خلیفہ بنایا تو وہ ہمارے برابر عالم و افضل نہ ہوگا۔

خدائے تعالے اور ملائکہ کے اقوال مذکورہ کی تفسیر بیضاوی و تفسیر جلالین وغیرہ میں یہی مطلب و مقصود بیان کیا ہے۔ جو معروض ہوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان الذین اعتقدوا ان الملائکة اتوا بالمعصیة فی قولھم اتجعل فیھا قالوا انھم لما عرفوا خطائھم فی ذلک السوال رجعوا تابوا واعتذروا عن خطائھم لقولھم سبحانک لاعلم لنا الخ (تفسیر کبیر ص ۲۲۳ جلد ۱)

تفسیر کبیر میں منکرین عصمت ملائکہ سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ اعتراف وعذر ملائکہ سے انکا گنہگار ہونا نکالتے ہیں پھر اس اعتراف وعذر کے ایسے معانی بیان کئے ہیں جنسے اونکا صرف خطاکار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نہ گنہگار ہونا۔

بالجملہ ملائکہ کے اس قول سے اُن کی خطا ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ خطاء عصمت کی منافی ومخالف نہیں ہے۔ لہذا حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں نسیان وسہو وخطا کی تجویز سے اونکا رتبہ ملائکہ سے کم نہیں ہوتا۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ جو اشکالات ومحذورات عقلیہ والزامات نقلیہ انبیاء کو گنہگار فرض وتسلیم کرنے پر عاید ہوتے ہیں وہ اون کے سہو وخطا کی تجویز پر وارد نہیں ہوتے اور خطا ونسیان سہو کسی نقص کا موجب واعتراض محل نہیں ہے۔ ہاں اگر خطا ونسیان پر انبیاء متنبہ نہ کئے جاتے۔ اور لوگ اوسی خطا میں اون کی پیروی کرتے تو یہ امر ہدایت اور منصب نبوت کے مخالف تھا۔ مگر ایسا ہرگز وقوع میں نہیں آیا۔ جہاں کسی نبی سے سہو وخطا واقع ہوئی اوسپر اون کو فوراً آگاہی ہوئی۔ خواہ خدائے تعالےٰ کی طرف سے یا اون کے دل سے یا غیر کے بتانیسے۔ عدد رکعات یا افعال نماز میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سہو واقع ہوا تو

مالک انہ بلغہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی لانسی او انسّٰی لاُسنّ (موطا مالک ص ۳۵)

آنحضرت کو لوگوں نے بھی آگاہ کر دیا۔ اور ادہر خدا تعالےٰ کے اعلام سے اون کو یقین سہو ہوگیا۔ تو آپ نے سجدہ سہو کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ایک حدیث میں یہی فرمایا کہ میں اسلئے بھولتا ہوں (یعنی مجھسے سہو بلا قصد و توجہ میں آتا ہے) یا یوں فرمایا کہ بھلایا جاتا ہوں (یعنی خدا کیطرف سے یہ غیر قصدی فعل وقوع میں آتا ہے) کہ یہ طریق بھی جاری کروں یعنے اور بھولنے والوں کے لئے راہ نکالوں کہ وہ نمازیں بھولیں تو کیا کریں۔

نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار میں کہا ہے۔ کہ مجوزین سہوا آنحضرت کا اسپر اتفاق ہے۔ کہ آنحضرت اس سہو پر قائم نہیں رہے۔ بلکہ آگاہ کئے گئے ہیں اور اس سہو کا یہی فائدہ ہے کہ ایسے واقعات کا حکم شرعی ہبیان ہوا۔ اسصورت میں یہ خطا بھی ایک ہدایت ٹھری۔ جس سے ایک شریعت معلوم ہوئی۔ اور یہ خطا مقرون بہ اطلاع بھی گویا ایک نوع کی عصمت ہوئی نہ خلاف عصمت۔

اتفق من جوز ذلك على انه لا يقر عليه بل يقع له بيان ذلك اما متصلا بالفعل او بعده كما وقع فى هذا الحديث وفائدة جواز السهو فى مثل ذلك بيان الحكم الشرعى اذا وقع مثله لغيره (نيل الاوطار ص ۳۵۸ جلد ۲)

شائد سہو و خطا و نسیان کے لائق بخشش و محل عفو قرار دینے پر کوئی یہہ اعتراض کرے کہ اسصورت میں حضرت آدم کے نسیان حکم ممانعت قرب شجرہ پر عتاب کیوں ہوا۔ اور حضرت موسے کے خطا قتل قبطی پر اس فعل کو ظلم کیوں کہا گیا۔ اسکا جواب بارہا دیا گیا ہے۔ کہ ان حضرات کی علو شان اور بلند مکان کی نظر سے جس میں بحکم حسنات الابرار سیئات المقربین بعض نیکیاں بدیاں متصور ہو جاتی ہیں۔ چہ جائے خطا و نسیان کہ یہ تو ایک قسم کے تقصیرات ہیں گو لائق عفو ہیں۔

عصمت انبیاء کا ثبوت کمال اور اختتام کو پہنچا۔ اور شبہات و استدلات منکرین عصمت کا جواب بھی کافی و شافی ادا ہوا۔ اب ہم جیسا یوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے مخاطب ہوتے ہیں۔ اور اس امر میں نظر کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح کی عصمت بھی اِسی معنے کر اور اسیقدر ثابت و مسلم ہے جسقدر اور جس معنے کر اور انبیائ کی (جیسا کہ اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔) یا اس عصمت میں حضرت مسیح کو اور انبیاء پر فوقیت و مزیت ہے جیسا کہ عیسائی خیال کرتے ہیں۔

پس واضح ہو کہ مسٹر اکبر مسیح توحیدی عیسائی نے اپنے خط ۲۸۔ نومبر ۱۸۹۵ء (مندرجہ کشف نمبر ۵ جلد ۲ صفحہ ۴۷۔) یہ کہا ہے کہ میرا پہلا دعوے یہہ ہے۔ کہ خداوند مسیح معصوم محض تھے نہ اون سے کوئی خطا ہوئی نہ نسیان نہ وہ کسی ذنب کے مرتکب ہوئے۔ نہ ترک اولے کی۔ ہر ایک لغزش سے وہ پاک تھے۔"

اور خط ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء (مندرجہ کشف نمبر ۲ جلد ۲ صفحہ ۴۷) میں یہ دعوے کیا ہے۔ کہ قرآن نے اور محمد صاحب نے مسیح کی فضیلت کو یہ کہکے کہ حضرت مسیح معصوم مطلق تھے تسلیم کیا ہے۔

اور خط ۷ جنوری ۱۸۹۶ء مندرجہ نمبر ۶ و ۷ جلد ۲ کشف میں ان دعاوی پر چار دلائل پیش کئے ہیں جنکو ہم اون ہی الفاظ سے بلا حذف و اختصار نقل کرتے ہیں۔ کیونکہ اون پر ہم کو بتفصیل کلام کرنا منظور ہے۔ آپ لکھتے ہیں "میں اس امر کی تسلیم کرتا ہوں کہ عدم عصمت انسان کو ایسی عارض ہو گئی کہ ہم کو کوئی شخص معصوم نہیں ملتا۔ باستثنا مسیح کے جس نے اپنی عصمت کو خدا کے فضل سے حقیقت میں پورے طور سے نگاہ رکھا۔ دلیل اسکی موافق دین محمدی کی یہہ ہے (۱) باوجودیکہ انبیاء اولوالعزم جنکی تاریخ یا حالات قرآن میں قلمبند ہیں مثلاً آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسے۔ یا اور انبیا مثل داؤد و سلیمان۔ ایوب یوسف۔ یونس وغیرہ کے سب نے ضرور سمجھا۔ کہ اپنے خطا و ذنب سے اپنے پروردگار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے روبرو توبہ کریں یا اپنے گناہوں کا اقرار کریں۔ صرف مسیح ایک نبی ہے جسکے حالات قرآن میں ہمکو مشرح ملتے ہیں۔ مگر تاہم کسی ایک مقام پر بھی کوئی حرف نہیں جس سے ثابت ہو کہ وہ اپنے تئیں خاطی یا عاصی جانتے ہیں۔ یا خدا سے اُنہوں نے خطا کی معافی چاہی یا خدا نے کوئی وعدہ مغفرت یا عفو کا اون سے کیا۔ استغفار کی ہدایت کی اور اس حالت کے لحاظ سے وہ بالکل فرشتوں کی مانند ہیں۔ جنکو نہ کوئی ضرورت ہے کہ وہ خواستگار عفو کے ہوں کیونکہ کسی خطا کا سرزد ہونا اون سے ثابت نہیں نہ خدا کا کوئی وعدہ اون کی بابت مغفرت کا ہے۔ پس اس دلیل منفی سے عصمت مسیح اوسی طرح ثابت ہوتی ہے جسطرح عصمت ملائکہ۔ اسی وجہ سے شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں ”کان عیسی علیہ السلام کانہ ملک یمشی علی وجہ الارض“۔ ”عیسے علیہ السلام گویا فرشتے تھے جو زمین پر چلتے تھے۔ (تاویل الاحادیث)

(۲) نص قرآن ہے کہ مادر مقدسہ مریم نے خدا سے دعا کی ”انی سمیتہا مریم وانی اعیذھا بک وذریتہا من الشیطٰن الرجیم ۔ فتقبلہا ربہا بقبول حسن“۔ ”یعنے اوسکا نام رکھا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اوسکو اور اوسکی اولاد کو شیطان مردود سے۔ پھر قبول کیا اوسکو اوسکے رب نے اچھی طرح کا قبول (آل عمران۔ ع ۴) مقدسہ مریم اور اوس کی اولاد شیطان سے اللہ کی پناہ میں سونپی گئی۔ اور اللہ نے قبول کر لیا۔ اسکے معنے صاف ہیں کہ مریم اور حضرت مسیح شیطان یعنے گناہ سے مطلقاً محفوظ ہوئے اونکی حفاظت کا کفیل خود خدا ہے۔ اور عصمت اور معصومیت کے یہی معنے ہیں تمام مفسرین قرآن آیت کے اس معنے پر متفق ہیں اور یہ روشن ہے کہ اسطرح محفوظ شیطان سے ہونا کسی اور کا قرآن سے ناپید اہے۔ پس ہم مسیح کی عصمت پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوسکو نص قطعی گردانتے ہیں۔

(۳) قرآن کے معارضہ میں حدیث کو کوئی وقعت نہیں پر تاہم قرآن کی تائید میں حدیث کو بھی ہم پیش کرتے ہیں خصوصًا اس حال میں کہ وہ ہمارے مخاطبین کی مسلمہ ہیں اور ایسی مشہور و معروف حدیث مسلم و بخاری کی کہ ہر مفسرین قرآن نے آیت متذکرہ کی تفسیر میں اون کو پیش کیا ہے "مامن مولود یولد الا یمسہ الشیطان حین یولد فیستہل من مسہ الا مریم و ابنہا" "کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ مگر کہ اوسکو شیطان وقت تولد کے چھوتا ہی پس وہ چلاتا ہے۔ اوسکے چھونے سے مگر مریم اور اوسکا بیٹا۔ اور بیضاوی آیت قرآن اور حدیث دونو کے معنے یہ بیان کرتا ہے کہ "ومعناہ ان الشیطان یطمع فی غواء کل مولود بحیث یتاثر منہ الا مریم و ابنہا فان اللہ عصمہما ببرکۃ ہذہ الاستعاذۃ" "اور معنے اسکے یہ ہیں کہ تحقیق شیطان طمع کرتا ہے بیچ اغوا ہر بچہ کے بایں طور کہ مؤثر ہو۔ اوس سے مگر مریم اور اوسکا بیٹا۔ اللہ نے محفوظ کیا دونوں کو ببرکت استعاذہ یعنے دعا کے اور اس معنے پر دیکھو تحفۃ الاخیار حدیث نمبری ۹۲۷۔

(۴) ایک اور حدیث ہے بخاری اور مسلم کی میں اسجگہ اوسکو تحفۃ الاخیار سے نقل کرتا ہوں۔ (پھر وہ حدیث شفاعت نقل کی جس میں پیغمبروں کا اپنی گناہوں کو یاد کر کے لایق شفاعت ہونے سے انکار کرنا بیان ہوا ہے۔) اس کے بعد کہا ہے کہ اب جائے غور ہے کہ ان پیغمبروں نے جنکو اہل قرآن اولو العزم مانتے ہیں ہر ایک قیامت کے روز اپنے اپنے خطاؤں کو یاد کرتا ہوا اپنے رب سے اونکے باعث شرماویگا۔ اس گروہ میں صرف ایک عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ ہے جس کی کوئی خطا نہیں کہ وہ یاد کرے۔ اور اوس کے باعث اپنے رب سے شرما دی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اون کا کوئی گناہ اپنا نہیں کہ اوسکا ذکر کریں۔ وہ حضرت محمد صاحب کے اگلے اور پچھلے گناہوں کا مذکور کرتے ہیں۔ اور یہ کچھ قیامت کے منطق کی خامی ہے کہ جنسے گناہ کئے ہوں وہ درجہ شفاعت پاوے اسوجہ سے کہ گناہ اوس کے معاف ہوئے۔ (حالانکہ گناہ تمام اہل بہشت کے معاف ہونگے) اور وہی محروم رہے جس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ گویا عصمت بھی خطا ٹھری"۔

اس دعوے اور اوس کے دلایل اربعہ کے جواب میں ہم خدا کی توفیق وتائید سے کہتے ہیں کہ اس دعوے کی بحسب تصریح مسٹر اکبر مسیح (بصفحہ ۴۲ و ۱۰۱ و ۱۰۲ کشف الحقایق) دو جزء ہیں اول یہ کہ حضرت مسیح ایسے معصوم مطلق ہیں کہ اُنسے خطا بھی سرزد نہیں ہوئی۔ اور یہ فضیلت مسیح کی قرآن نے اور آنحضرت نے تصریح کے ساتھ تسلیم کی ہے۔

دوسرا جزء یہ کہ اور کوئی نبی معصوم نہیں۔ سب کے سب خطاکار وگنہگار ہیں۔

اور جو دلایل اربعہ مسٹر اکبر مسیح نے پیش کئے ہیں وہ اون کے اس دعوے کی پہلی جزء کے دلایل ہیں۔ اور دوسری جزء کے دلائل انہوں نے وہ پیش کئے ہیں جنکے جوابات ہم بتفصیل دیچکے ہیں یعنے آنحضرت کا استغفار کرنا اور اس استغفار سے منجانب اللہ مامور ہونا اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا وعلے ہذالقیاس۔

اس مقام میں ہمکو صرف ان کے اون ہی دلائل اربعہ میں نظر کرنا باقی ہے جو اپنے جزء اول دعوے مذکور کے دلایل انہوں نے پیش کئے ہیں۔

اون کی پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ قرآن میں اور سب نبیون کے خطاؤں اور گناہوں کے اقرار اور توبہ کے اظہار و استغفار کا ذکر ہے۔ صرف ایک مسیح کے خطا یا استغفار کا ذکر نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ فرشتوں کے مانند ہیں نہ اون سے خطا ہوئی نہ اون کو استغفار و توبہ کی ضرورت پڑی۔ اسوجہ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ ولی اللہ صاحب نے تاویل الاحادیث میں اون کے حق میں کہا ہے۔ کہ گویا وہ فرشتے تھے جو زمین پر چلتے تھے۔ اور یہ دلیل دلیل منفی کہلاتی ہے"۔

اس دلیل کے جواب میں بڑی محبت و دلی اخلاص کے ساتھ مسٹر اکبر مسیح کو کہا جاتا ہے کہ دعوے تو آپ کا یہ تھا کہ قرآن نے اور آنحضرت نے تصریح کے ساتھ یہ کہکے کہ حضرت مسیح معصوم مطلق تھے مسیح کی فضیلت تسلیم کی ہے۔ اور یہ دلیل آپ ایسی لائے ہیں جسمیں مسیح کی عصمت پر قرآن اور رسول کی کوئی تصریح نہیں ہے تو اون کے خطا و استغفار کے ذکر و اظہار سے سکوت ہے جسکو آپ دلیل منفی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور سکوت محض کو یا بقول آپ کے دلیل منفی کو کوئی دانشمند یا منطقی جسکو منطق یا مناظرہ میں ادنے مداخلت ہو تصریح نہیں کہہ سکتا۔ لہذا آپ کی دلیل آپکے دعوے کی مثبت نہیں۔ اور آپ کی تقریب تمام نہیں ہوئی۔

اسکے جواب میں اگر آپ یہ کہیں کہ ہم صرف انگریزی خواں ہیں عربی منطق نہیں جانتے اسوجہ سے ہم سکوتی دلیل (یا بقول خود منفی دلیل) کو تصریح کہہ بیٹھے ہیں اور اس کی نسبت غلطی سے خط ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء میں یہ دعوے کر بیٹھے ہیں کہ قرآن نے اور محمد صاحب نے یہ کہکے کہ حضرت مسیح معصوم مطلق تھے۔ فضیلت مسیح کو تسلیم کیا ہے"۔ اور در اصل ہم کو یہ کہنا چاہیئے تھا۔ کہ قرآن مجید اور آنحضرت مسیح کے گنہگار ہونے اور استغفار کرنے کے ذکر و اظہار سے ساکت ہیں۔ اون کا یہ سکوت اس فضیلت و معصومیت کی دلیل ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس سکوت قرآن و آنحضرت کو حضرت مسیح کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے بہت سے انبیاء اور ہیں جنکا قرآن میں مشرحاً ذکر ہے۔ اور معہذا اونکے خطا و استغفار کا ذکر نہیں ہے چنانچہ صفحہ ۱ میں ہم اس امر پر تصریح کر چکے ہیں۔ لہذا یہ سکوت (یا بقول آپکے دلیل منفی) آپ کے دعوے خصوصیت و فوقیت مسیح کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ اسیوجہ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خاکسار نے اپنے خط مورخہ ۱۶ جنوری سنہ ۱۸۹۶ء مندرجہ کشف نمبر ۷ جلد ۲ میں عرض کیا تھا کہ آپ کی دلیل آپ کے دعوے کی مثبت نہیں جسکو آپ نے نہ مانا۔ اور اوس کی وجہ بیان کرنے پر مجبور کیا۔ اب تو آپ نے وجہ سُن لی۔ اب بھی اس دلیل کو واپس لیں گے یا کچھ کسر رہی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا قول نقل کرنے کی تکلیف آپ نے ناحق و بلا فائدہ اٹھائی۔ حضرت شاہ صاحب نے مسیح کو فرشتہ کہا تو اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت مسیح سے خطا سرزد نہ ہوتی تھی۔ خطا سے تو فرشتے بھی خالی اور پاک نہ تھے۔ چنانچہ ابھی آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ پھر جس شخص کو شاہ صاحب نے فرشتے کے مشابہ کیا ہو وہ اس خطا سے کیونکر پاک ہو گیا۔

حضرت شاہ صاحب نے اور خواص انسانوں کو بھی جو نیک اعمال کرکے فرشتوں کے خصائل حاصل کرتے ہیں۔ فرشتوں کی جماعت میں شامل و داخل کیا ہے

وقسم هو نفوس انسانية قريبة المأخذ من الملاء الاعلى ما زالت تعمل عملا منجية تفيد اللحوق بهم حتى طرحت جلابيب ابدانها فانسلكت في سلكهم وعدت منهم (حجة الله البالغه صفحه ۱۵)

وكان في دين عيسى سهولة وسعة فاحل لهم بعض ما حرم عليهم لان النواميس الشاقة انما تنعقد في مصادمة الملكيه بالبهيميه وكان عيسى عليه السلام كانه ملك يمشي على وجه الارض

چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ تصانیف میں آپ کی موجود ہیں۔ پھر کیا آپ ان لوگوں کو بھی خطاء سے پاک مان لینگے ایسا ہو گا تو آپ کا دعوئے خصوصیت مسیح کا فور ہو جائیگا۔

جس مقام تاویل الاحادیث سے شاہ صاحب کا قول مذکور آپ نے نقل کیا ہے۔ وہاں حضرت مسیح کے خطا سے پاک ہونے کا کوئی صریح بیان یا اشارہ نہیں ہے بلکہ وہاں ملکیت سی بہیمیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(تاویل الاحادیث صفحہ ۵۷) | کے مقابلہ کا ذکر ہے جسکا نتیجہ گناہ ہوتا ہے

شاہ صاحب اس قول میں یہ فرماتے ہیں کہ مسیح میں بہیمیت کا جو گناہ کراتی ہے غلبہ نہ تھا۔ اسلئے خدا تعالے نے اون کو سخت احکام والی شریعت جو بہیمیت کو روکے ندی تھی۔ وہ تو فرشتے تھے۔ یعنے گناہ نہ کرتے تھے۔ لہذا وہ سخت احکام والے کی شریعت کے محتاج نہ تھے۔ شاہ صاحب کا قول نقل کرنیکے وقت یہ بھی آپ نے سوچا ہوتا کہ جس دعوے کی تائید و تصدیق میں ہم اس قول کو نقل کرتے ہیں اس دعوے کو ہمنے قرآن یا آنحضرت کے صریح قول سے ہنوز مدلل و ثابت نہیں کیا۔ تاکہ اسکی تائید میں اس قول کی نقل کرنے کی گنجائش نکل آوے۔ اور اوس کے بھی وہی معنے کئے جاویں جو قرآن اور قول نبوی کے صریح بیان سے ثابت ہوں۔ خدا و رسول کی کلام میں مسیح کے خطا سے پاک ہونے کا نام و نشان نہیں اور نہ ہم نے نقل کیا ہے۔ تو حضرت شاہ ولی اللہ یا کسی اور مسلمان عالم کو کب پہنچتا ہے کہ حضرت مسیح کی نسبت ایسا دعوے کرے۔ اور اسکے قول سے ایسا دعوے استنباط کیا جا سکے۔

آپ کی دوسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مریم کی ماور مقدسہ نے مریم کو اور اس کی اولاد (مسیح) کو شیطان سے خدا کی پناہ میں سپرد کرنے کی دعا کی۔ اور خدا نے مریم کو قبول کر لیا۔ اور اوس کے معنے صاف یہی ہیں کہ حضرت مسیح شیطان یعنے گناہوں سے محفوظ ہوئے۔ چنانچہ تمام مفسرین نے اس معنے آیت پر اتفاق کیا ہے۔ اور یہی عصمت کے معنے ہیں۔ اور یہ امر (شیطان سے محفوظ ہونا) کسی اور نبی کیلئے قرآن میں نہیں آیا۔ لہذا یہ آیت عصمت مسیح پر نص ہے۔

اسکے جواب میں ہم کسی قدر مسٹر اکبر مسیح کی ناواقفی اور کم توجہی پر افسوس ظاہر کرنے کے بعد کہتے ہیں۔ کہ مسٹر اکبر مسیح اتنا نہیں جانتے کہ لفظ عربی میں اور مسلمانوں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محاورہ ہیں (جسکا یہ لفظ ہے) کسکو کہتے ہیں - اور یہ بھی وہ بھول گئے - کہ دعوے تو ہمارا یہ تھا کہ مسیح خطا بھی نہیں کرتے - اور اس امر کو قرآن اور آنحضرت صاف تصریح سے تسلیم کر چکے ہیں - (اور اسی معنے عصمت میں بحث و نزاع تھی گناہوں سے انبیاء کے معصوم ہونے میں کس کو نزاع تھی) اور اس دلیل سے صرف گناہوں سے مسیح کا محفوظ ہونا ہم نے (سو بھی مفسرین کا قول اسمیں شامل کر کے نہ قرآن کی صریح آیت یا آنحضرت کا صاف قول دکھا کر) ثابت کیا ہے - نہ خطا سے محفوظ ہونا - لہذا یہ دلیل ہمارے دعوے کی دلیل کیونکر ہو سکتی -

ہم مسٹر اکبر مسیح کو بتاتے ہیں - کہ نص مسلمان اس کلام کو کہتے ہیں جو ظاہر سے بڑھ کر وضاحت سے مراد بتاوے - ظاہر میں تاویل خلاف ظاہر کا احتمال ہوتا ہے نص اپنی وضاحت سے اس تاویل کے احتمال کو مٹا دیتی ہے - اس کی مثال یہ کلام ہے "وضو کا پانی لاؤ" اگر صرف پانی لاؤ کہا جاتا تو احتمال تھا کہ اس سے کوئی عرق یا شراب مراد ہو - کیونکہ اون کو بھی مجازاً و تاویلاً پانی کہا جاتا ہے - مگر جب وضو کا لفظ بولا گیا - تو اس سے وہ احتمال اوٹھ گیا - اور معلوم ہوا کہ وہی پانی مراد ہے جو متعارف ہے - یہ معنے نص کے مسٹر اکبر مسیح کے خیال آئیں گے تو وہ سمجھ جائینگے کہ اون کی دوسری دلیل مسیح کے گناہوں سے معصوم ہونے میں نص تب ہوتی - جب اسمیں اون الفاظ سے تصریح ہوتی کہ خدا نے مسیح کو گناہوں سے بچا لیا - اسمیں تو صرف مریم کو قبول کرنے کا ذکر ہے - اوسکو کوئی نص کے معنے واقف مسیح کے گناہوں سے محفوظ ہونے میں نص نہیں کہہ سکتا -

اس دلیل کے نص نہونے کے علاوہ یہ بھی مسٹر اکبر مسیح کو بتایا جاتا ہے - کہ اس دلیل کو اون کے دعوے سے کچھ بھی تعلق نہیں - دعوے یہ تھا کہ مسیح خطا سے بھی محفوظ ہیں - اور یہ کہ قرآن نے اور آنحضرت نے اس محفوظیت کو بتصریح مان لیا ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اس دلیل سے اگر بحسب زعم وبقول مسٹر اکبر مسیح ثابت ہوتا ہے تو صرف بقدر ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کو خدا نے گناہوں سے بچا لیا ہے جو اس دعوے کی دلیل نہیں ہوسکتے اور تقریب تمام نہیں ہوتی۔

ہمارا یہ کہنا کہ یہ بات بھی بحسب زعم وبقول مسٹر مسیح اس آیت سے ثابت ہوتی ہے یعنے نفس الامر میں نہیں۔ یہ وجہ رکھتا ہے کہ آیت میں صرف خدا تعالی کا حضرت مریم کو قبول کرنا۔ اور اچھی طرح بڑھانا مذکور ہے۔ اس سے حضرت مسیح کے گناہوں سے عصمت نکالنا بجز مسٹر اکبر مسیح کسی دوسرے کے خیال میں نہیں آیا۔

مسٹر اکبر مسیح کا یہ کہنا کہ تمام مفسرین مسٹر اکبر مسیح کی مانند اس آیت۔ فتقبلها ربها بقبول حسن یعنے خدا نے مریم کو اچھی طرح قبول کیا۔ کے یہی معنے کرتے ہیں کہ خدا نے مریم اور اسکی اولاد کو شیطان یعنے گناہوں سے بچا لیا محض غلط اور مغالطہ ہے جو بات مفسرین۔ بیضاوی ابوالسعود وغیرہ نے کہی ہے کہ شیطان تمام بچوں کو پیدائش کے وقت چھونے سے بہکانے کی طمع کرلیتا ہے بجز مریم اور اسکے فرزند کے کہ وہ والدہ مریم کی دعا سے بچگئے۔ وہ اس دعا کی نسبت صرف اپنی حسن ظنی سے کہی گئی ہے۔ نہ آیت مذکورہ بالا کے لفظ تقبلها یا قبولیت مریم کے معنے وتفسیر میں۔

انی اعیذها بك وذریتها من الشیطان الرجیم معناه ان الشیطان یطمع فی کل مولود بحیث یتأثر منه الا مریم وابنها فان الله عصمها ببرکة هذه الاستعاذة (بیضاوی صـ ۱۳۶) (ابوالسعود صـ ۶۵۹ جلد ۲)

طرفہ یہ کہ مسٹر اکبر مسیح نے بھی اپنی دوسری دلیل کے ضمن میں یہ قول بیضاوی کا تفسیر انی اعیذها بك میں ذکر کیا۔ اور اسی کے معنے کا بیان ٹھہرایا ہے نہ تقبلها یا قبولیت مریم کی تفسیر میں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان دو تفسیروں کے علاوہ کئی تفسیریں معالم التنزیل - وفتح البیان وغیرہ ہمارے سامنے اسوقت ایسی موجود ہیں جنمیں یہ بات سرے سے بیان ہی نہیں ہوئی - پھر مسٹر اکبر مسیح کا وہ دعوے اتفاق مفسیرین غلط نہیں تو اور کیا ہے۔

ہمکو اس بات کے تسلیم کرنے میں عذر نہیں اور حضرت مسیح کی بہرکت دعا والدہ مکرمہ مریم علیہا السلام گناہوں سے محفوظ و معصوم ہونے میں بھی کلام نہیں - بلکہ یہ اعتقاد ہی کہ والدہ مریم کی دعا سے حضرت مسیح اغوا شیطان سے بچائے گئے تھے - گو اس اعتقاد پر ہمارے ہاتھ میں بجز حسن ظنی کوئی دلیل نہین ہے - کیونکہ اس آیت میں قبولیت اس دعا کا ذکر نہیں - بلکہ حضرت مریم کو بجائے لڑکے کے قبول کر لینے کا ذکر ہے۔

ایساہی قسطلانی نے شرح بخاری میں کہا ہے - اسکے بعد جو قسطلانی نے کہا ہے - کہ ہاں حدیث میں (یعنے حدیث آئندہ ابو ہریرہ میں) اجابت اس دعاء کا اشارہ ہے - مگر وہ حدیث آنحضرت کی حدیث نہیں - بلکہ ابو ہریرہ کا قول ہے جو اون کی غلط فہمی پر مبنی ہے - چنانچہ ہم اوس کی تفصیل عنقریب کریں گے - شائد اسکی طرف قسطلانی نے لفظ فتامل سے اشارہ کیا ہے۔

> ولیس فی الآیۃ دلیل علی انہ تعالی استجاب دعاءھا - بل لضمیر فی قولہ تعالیٰ فتقبلھا ربھا المریم ای فرضی بھا ربھا فی النذر مکان الذکر - نعم الحدیث یدل علی الا جابۃ فتامل (قسطلانی جلد ۷ ص ۹۵)

ہمکو کلام صرف اس میں ہے کہ یہ بات خدا تعالے نے کہی ہے - یا خدا تعالے کے کسی قول کا یہ اتفاقی مفہوم ہے - جبکا مسٹر اکبر مسیح کو دعوے ہے۔

پھر مسٹر اکبر مسیح کا یہ کہنا کہ اسطرح (یعنے جیسا کہ مسیح کے لئے آیا ہے) شیطان سے محفوظ ہونا کسی اور کا قرآن میں نہیں آیا - بھی غلط در غلط ہے - خاص کر مسیح کا محفوظ ہونا - تو جیسا قرآن میں مذکور ہے ناظرین کو ابھی معلوم ہو چکا ہے - اور عموماً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فبعزتک لاغوینہم اجمعین الا عبادک منہم المخلصین۔ (قال ھذا صراط علی مستقیم ان عبادی لیس لک علیہم سلطان (الحجر ۳۶)	اللہ کے مخلص اور چنے ہوئے بندوں کا شیطان سے محفوظ ہونا قرآن کی آیات منقولہ حاشیہ وغیرہ میں کثرت کے ساتھ موجود ہے۔ مسٹر اکبر مسیح کو نظر نہ آوے تو

کس کا قصور اور خاص کر آنحضرت کے لئے تو یہ محفوظیت بہت بسط و تفصیل کے ساتھ قرآن میں وارد اور صفائی سے ثابت ہے۔ چنانچہ مسیح پر آنحضرت کی ترجیح و فوقیت کے ثبوت میں ان آیات کا ذکر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالے۔

بالجملہ آپ کی دوسری دلیل بھی ناتمام ہے۔ اور وہ مسیح کے گناہوں سے عصمت ثابت نہیں کرتی۔ چہ جائے خطاؤں سے۔

آپ کی تیسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ بشہادت حدیث بخاری و مسلم صرف ایک مسیح ہیں جو منجملہ تمام انبیاء مس شیطان سے محفوظ ہیں جسکے معنے یہ ہیں کہ شیطان اون کو اغوا نہیں کرسکا۔

اسکے جواب میں بھی افسوس سے کہا جاتا ہے کہ مسٹر اکبر مسیح کو استدلال کے وقت نہ اپنا دعوے یاد رہتا ہے نہ دلیل کے مضمون کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

اس حدیث میں کہاں آنحضرت نے فرمایا ہے کہ خدا تعالے نے مسیح کو اوس کی تمام زندگی میں شیطان اور اوسکے گناہوں سے محفوظ رکھا تھا۔ حدیث میں تو صرف اتنا ذکر اور یہی لفظ ہے۔ کہ وقت تولد شیطان نے نہیں چھوا۔ وبس۔ اب اس سے یہ نکالنا کہ تمام زندگی میں اون کو شیطان گمراہ نہ کرے گا۔ یہ علماء کا اجتہاد ہے نہ رسول کا ارشاد۔ اور کسی عالم کا اجتہاد دوسرے شخص عالم کے لئے شرعی دلیل نہیں ہے جو چاہے اوہ موافق دلیل پاوے۔ تو اسکو مانے۔ جو اوسکو مخالف دلیل سمجھے رد کرے۔ آپ نے اپنے مخاطب کے سامنے جسکو آپ غیر مقلد اہل علم جانتے ہیں۔ اور اپنے خط

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء مندرجہ کشف نمبر۴ جلد۶ صفحہ۴۵- مان چکے ہیں بیضاوی وغیرہ کے قول کی دست آویز اس حدیث کو عصمت مسیح کی دلیل سمجھ لیا- اور یہ خیال نہ کیا کہ حدیث میں تو گناہوں سے عصمت کا نام ونشان ہی نہیں- بیضاوی کا قول میرے دعوے کی تصدیق کیونکر کرے گا- اور اگر فرض بھی کرلیں اور بطور فرض محال مان لیں کہ آنحضرت نے یہ الفاظ فرمادئے ہیں جو بیضاوی نے کہے ہیں- تب بھی ان الفاظ سے ہمارا دعوے کہ مسیح خطا بھی نہیں کرتے تھے- کہاں ثابت ہوتا ہے شیطان کا اغواء اور چیز ہے جس سے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے- اور خطا کرنا اور چیز اور ایک بشری صفت ہے- جسکی وراثت بحکم حدیث خطا آدم فخطاءت ذریتہ- اولاد آدم سے ہر ایک کو (جنمیں آپ کے اور ہمارے اعتقاد میں حضرت مسیح بن مریم بھی ہیں) پہنچتی ہے- یہی بات سوچکر اس حدیث کی نقل کرنے سے قلم کو روکتے اور اپنے دعوے کے اثبات سے اسکو قاصر سمجھکر اوسکی دست آویز سے تامل کرتے- گذشتہ را صلوٰۃ اب بھی مہربانی کریں اور اس حدیث کو واپس لیں- اسکو آپ کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں ہے-

اسمقام میں غالباً ناواقف اہل اسلام سوال کرینگے- اور یہ کہیں گے کہ مسٹر اکبر مسیح کے دعوے کو جانے دو- بیضاوی وغیرہ کے مفسرین کی تقلید کو بھی چھوڑدو- اس حدیث کی بعض روایات میں حضرت ابوہریرہ راوی حدیث کا یہ

عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال مامن مولود یولد الا والشیطان یمسه حین یولد فیستهل صارخا من مس الشیطان ایاه الا مریم وابنها

قول بعد روایت حدیث نبوی مروی ہے کہ چاہو تو اس عدم مس مریم وابن مریم کی تصدیق میں یہ قول خداوندی پڑھ لو کہ اے خدا میں اس مریم کو اور اوس کی اولاد (مسیح) کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں سپرد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثم یقول ابو ھریرۃ واقرؤا ان شئتم وانی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطان الرجیم (بخاری ص ۲۵۳)	کرتی ہوں جس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ شیطان کا حضرت مسیح کو مس نہ کرنا اسی دعا والدہ مریم کے اثر و برکت سے ہے۔

جسکا نتیجہ گناہوں سے بچے رہنا تم نے بھی مان لیا ہے۔ اور اس تسلیم کا یہ نتیجہ تم کو ماننا پڑے گا۔ کہ منجملہ انبیاء اغواء شیطان سے صرف حضرت مسیح محفوظ ہیں۔ نہ دوسرا کوئی نبی۔ اس سے مسٹر اکبر مسیح کے دعوے کے مطابق محفوظیت از خطا نہ سہی عصمت از گناہ تو حضرت مسیح کے لئے خصوصیت کے ساتھ ثابت ہوئی۔

اسکا جواب یہ ہے کہ بیشک اس حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر ناواقف اور حقیقت ناشناس اشخاص کو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور شبہ بھی ایسا کہ بادی الرائی میں برجستہ اور قوی اور مالا ینحل معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کرنے کے بعد یہ شبہ ہباءً منثوراً ور کافور ہو جاتا ہے۔ اس خاکسار نے خداداد غور و فکر سے کام لیا تو محض خدا کے فضل و توفیق و تفہیم سے اسکا حل خیال میں آگیا۔ ہر چند وہ حل مستقل و مرتب جیسا کہ عرض کیا جاتا ہے۔ کتب متقدمین و متأخرین میں نہیں دیکھا گیا۔ مگر اس حل کا اصل اصول علماء سابقین کی اشارات و تصریحات میں پایا تو اس حل کے پیش کرنے کا حوصلہ ہو گیا۔ اور وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں کلام بلاغت نظام حضرت رسالت تو اسی حد تک ہے۔ جہاں ذکر ہے۔ کہ مسیح اور اوسکا بیٹا۔ اس مس شیطان سے محفوظ ہیں۔ اسکے بعد جو اس کی تصدیق کے لئے آیت پڑھنے کو کہا گیا ہے۔ وہ حضرت ابو ہریرہ کا اپنا قول ہے۔ جسکو اونہوں نے آنحضرت کی طرف منسوب نہیں فرمایا۔ اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول حضرت ابو ہریرہ نے اپنے فکر و اجتہاد سے کہا ہے۔ اور اس میں وہو کا کھایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قول نہیں سنا۔ اور نہ یہ قول بحکم عقل سلیم و فہم مستقیم آنحضرت کا قول ہو سکتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ یہ قول ابو ہریرہ کا آنحضرت کے قول سے جو آنحضرت سے ابو ہریرہ نے نقل کیا صریح مخالف ہے۔ بلکہ صریح بیان قرآن کے بھی مخالف ہے۔ اس قول آنحضرت میں صاف تصریح ہے۔ کہ جب بچہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ تو اس خاص پیدائش کیوقت شیطان اس بچہ کو مس کرتا ہے بجز مریم وابن مریم کہ وہ اس مس سے محفوظ ہیں۔ اور اس قول ابو ہریرہ میں جس دعاء والدہ مریم کا ذکر ہے۔ اور اسی دعا کی برکت اور اثر سے حضرت مریم اور اون کے بیٹے کی محفوظیت کا اشارہ ہے۔ وہ دعا حضرت مریم کے پیدا ہو جانے اور اسکا نام مریم مقرر کر دینے کے بعد وقوع میں آئی ہے۔ چنانچہ

رب انی وضعتہا انثی ولیس الذکر کالانثی وانی سمیتہا مریم وانی اعیذ ھا بک۔ الخ

نص قرآن میں بہ تصریح آچکی ہے۔ پھر عقل سلیم کے نزدیک کیونکر ممکن ہے۔ کہ مریم کا مس شیطان سے محفوظ رہنا اس دعا کے اثر و برکت سے ہو۔ اور جبکہ مریم علیہا السلام کا مس شیطان سے محفوظ رہنا اس دعا کا اثر نہ ہوسکا۔ تو اُنکے بیٹے حضرت عیسےٰ کا محفوظ ہونا بھی اس دعا کا اثر نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ایک ہی وقت کی ایک دعا ہے جسکا ایک ہی اثر ہونا چاہیئے یہ تو نہیں ہوا۔ کہ والدہ مریم نے دو وقتوں میں دو دفعہ دعا کی تھی۔ مریم کے لئے اون کے پیدا ہونے سے پہلے۔ اور مسیح کے لئے مریم کے پیدا ہو جانے کے بعد تاکہ اون کی محفوظیت کو اس دوسری دعا کا اثر قرار دیا جاوے۔ اس بیان سے قول مذکور ابو ہریرہ کا مخالف قول نبوی و نص قرآنی ہونا ثابت ہوا۔ تو اس سے یقین پیدا ہوتا ہے کہ یہ قول ابو ہریرہ نے آنحضرت سے سُنکر نہیں فرمایا۔ بلکہ اپنے فہم و اجتہاد سے کہا ہے جسمیں اُنہوں نے دھوکہ کھایا۔ اور غلطی کا ارتکاب کیا۔ لہذا وہ قول کسی کے استدلال کے لائق نہیں۔ اور اس سے جو نتیجہ پیدا ہو وہ لائق قبول نہیں۔

جن مفسرین بیضاوی وغیرہ نے حضرت مریم وابن مریم کی مس شیطان سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معنوطیت کو اون کی والدہ کی دعا کا اثر و برکت قرار دیا ہے۔ اور اوسپر قول ابوہریرہ سے استشہاد کیا ہے اونہوں نے اس قول ابوہریرہ کو غور سے نہیں دیکھا۔ اور جن مفسرین (علامہ زمخشری صاحب کشاف شیخ سلیمان جمل۔ صاحب فتح البیان وغیرہ) نے اوسکو غور سے پڑھا اور سمجھا ہے۔ اونہوں نے اس کو محل اشکال و اشتباہ قرار دیا۔ پھر از انجملہ بعض نے جو فن حدیث کے امام نہیں۔ اور بہ نسبت حدیث معقولات سے زیادہ تعلق و توغل رکھتے ہیں (جیسے صاحب کشاف) اونہوں نے اس تمام حدیث کو صحیح تسلیم کرنے میں تامل کیا۔ اور بفرض تسلیم اس میں ایسی تاویل کی جو اوس کے ظاہری مفہوم کی مخالف ہے۔ اور وہ انکار صحت حدیث سے بڑھکر ہے۔

تفسیر کشاف میں کہا ہے کہ جو حدیث مروی ہے (جس میں ہر مولود کو بجز مریم اور اوس کی اولاد کے شیطان کے مس کرنے کا ذکر ہے۔ اس کی صحت خدا ہی کو معلوم ہے۔ یعنے وہ صحیح نہیں ہے۔ اور اگر وہ صحیح ہو تو اسکے معنے یہ ہیں کہ شیطان

وما یروی من الحدیث ما من مولود یولد الا والشیطان یمسہ حین یولد فیستھل صارخا من مس الشیطان ایاہ الا مریم وابنھا فاللہ اعلم بصحتہ فان صح فمعناہ ان کل مولود یطمع الشیطان فی اغوائہ الا مریم وابنھا فانھما کانا معصومین وکذلک کل من کان فی صفتھما۔ لقولہ تعالی لاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین۔ واستھلالہ	ہر ایک مولود کے بہکانے کی طمع رکھتا ہے۔ بجز مریم اور اوس کی اولاد کے کہ وہ معصوم ہیں ایسے ہی اَور لوگ جو اون کی صفت رکھتے ہیں اسپر دلیل یہ قول خداوندی ہے کہ شیطان نے کہا میں تیرے بعض بندوں کو نہ بہکاؤں گا۔ اور بچہ کا چلّانا ایک خیالی تشبیہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صار خامن مسه تخییل و تصو یر لطمعه فیه کانه یمسه و یضرب بیدہ علیه و یقول هذا ممن اغویه - و نحوه من التخییل قول ابن الرومی شعر

لما تؤذن الدنیا به من صروفها ؛ یکون بکاء الطفل ساعة یولد ؛

اما حقیقة للس و النخس کما یتوهم اهل الحشو فکلا و لو سلط ابلیس علی الناس نیخسهم لامتلئت الدنیا صراخا و عیاطا مما یلونا من نخسه (کشاف ص۲۰۸)

اور اوس کے طمع کی تصویر گویا کہ وہ اوسکو چھوتا اور ہاتھ مارتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ یہ بچہ اون لوگون میں سے ہے جنکو میں گمراہ کرونگا ایسے خیالی تشبیہ ابن الرومی کے ایک شعر میں پائی جاتی ہے اور حقیقۃً شیطان کا چھونا اور چوکنا جیسا کہ اہل حشو خیال کرتے ہیں ہرگز نہیں ہے۔

اور بعض نے جنکو کہ حدیث سے زیادہ تعلق و دلچسپی ہے - اور اون کے دل میں حدیث کی خصوصاً صحیحین کی عظمت ہے اونہوں نے حدیث کو غیر صحیح کہنے کی جرأت نہیں کی - صرف اس اشکال کو ظاہر کردیا ہے - مگر اوسکو حل نہیں کیا -

جمل و تفسیر فتح البیان میں کہا ہے - اسمقام میں ایک قوی شبہہ پیدا ہوتا ہی

فی المقام اشکال قوی لم ار من نبه علیه من المفسرین و حاصله ان قولها و انی اعیذ ها بک معطوف علی ما قبله الواقع فی حیز لما وضعتها فیقتضی ان طلب هذه الاعادة انما وقع بعد الوضع فلا یترتب علیه حفظ مریم من طعن الشیطان

ہمنے نہیں دیکھا کہ کسی مفسر نے وہ شبہہ بیان کیا ہو - وہ یہ کہ قول والدہ مریم کا کہ اے خدا میں اس مریم کو شیطان سے تیری پناہ میں سپرد کرتی ہوں - ماقبل پر معطوف ہے جو لما وضعتها کے نیچے داخل ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اونکی یہ دعا بعد تولد مریم ہوئی تھی - پھر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انکی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقت نزولها وخروجها من بطن امها فلا یتلاقی الحدیث مع الآیۃ بل یقتضی ظاهر الآیۃ ان اعاذتها من الشیطان انما کان بعد وضعها وھذا لاینافی تسلط الشیطان علیها بطعنها ونخسها وقت ولادتها الذی ھو عادتہ فان عادتہ طعن المولود وقت خروجہ من بطن امہ تامل - قالہ سلیمان الجمل (فتح البیان ص ۳۸۴ جلد ۱-)

دعاء کی برکت واثر سے مریم مس شیطان سے (جو عین تولد اور بچہ کے پیٹ سے نکلنے کے وقت ہوتی ہے) محفوظ ہوئیں - اس صورت سے یہ حدیث قرآن سے متفق نہ ہوئی - قرآن کے ظاہر الفاظ سے تو یہ پایا جاتا ہے - کہ جب والدہ مریم اوسکو جن چکی تب اونہوں نے دعاء کی - اور یہ دعا اس مس شیطان کی نفی نہیں کرتی - جو پیدائش بچہ کے وقت ہوتی ہے - کیونکہ شیطان کی عادت ہے کہ وہ بچہ کو ماں کی پیٹ سے نکلنے کے وقت مس کرتا ہے اسباب کو سوچو یہ سلیمان جمل کا قول ہے -

محدثین میں سے قسطلانی شارح بخاری کے دل میں بھی یہ شبہ پیدا ہوا - اور اونہوں نے شرح صحیح بخاری میں اس شبہ کو بیان کر کے اسکا جواب بھی دیا - جو ضعیف جواب ہے -

اس مقام میں آپ کی عبارت نقل کیجاتی ہے - پھر اون کے جواب کا ضعف ثابت کیا جائیگا انشاء اللہ تعالے -

آپ فرماتے ہیں ابوہریرہ کے اس قول میں کہ چاہو تو آیت پڑھ لو اعتراض

ثم یقول ابوھریرۃ واقرء وا ان شئتم وانی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطان الرجیم - وھذا

وارد ہوتا ہے - کیونکہ آیت کا مضمون بتاتا ہے کہ حنۃ والدہ مریم کی دعاء جسکی تفسیر اس حدیث (یعنے قول ابوہریرہ) میں یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فیہ شئ من حیث ان سیاق الآیۃ یدل علی ان دعاء حنۃ ام مریم باعاذتھا وذریتھا من الشیطان المفسر فی الحدیث بان یعصمھما من مس الشیطان عند ولادتھما متاخر عن وضعھا مریم ولم ار من نبہ علی ھذا والذی یظھر لی ان تکون حنۃ علمت انوثۃ مریم قبل تمام وضعھا عند بروزھا الی مایعلم منہ ذلک فقالت حینئذٍ انی وضعتھا انثی وانی اعیذھا فاستجیب دعائھا ثم تکامل وضعھا فاراد الشیطان التمکن من مریم فمنعہ اللہ ببرکۃ دعاء امھا والتعبیر عن البعض بالکل سائغ شائع ولیس فی الآیۃ دلیل علی انہ استجاب دعائھا الی اخر ما نقلناہ (قسطلانی صـ۵۹ جلد ۲)

ہوئی ہے۔ کہ وہ دونوں مس شیطان سے بچائے گئے۔ حنہ کے مریم کو جننے سے پیچھے ہوئی تھی۔ یعنے پھر مس شیطان سے اسکا محفوظ رہنا اس دعاء متاخر کا اثر کیونکر ہوسکتا ہے۔ قسطلانی فرماتے ہیں کہ مینے اور کسی کو نہیں دیکھا جسنے اس اعتراض پر تصریح کی ہو۔ پھر کہا اسکا جواب جو مجھے ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے۔ کہ حنہ کے مریم کو پورے جننے سے پہلے صرف اسقدر حصّہ جسم (جسپر سے معلوم ہوسکے کہ وہ لڑکی ہے لڑکا نہیں) اسکے پیٹ سے نکلنے سے معلوم ہوگیا ہوگا۔ کہ وہ لڑکی ہے اسوقت اُنہوں نے دعار کی جو قبول ہوگئی۔ اور جب وہ پوری جنی گئی تو شیطان نے اوسکو مس کرنا چاہا۔ مگر حنہ کی اس دعار کی برکت سے خدا نے اوسکو روک دیا۔ اور اس سوال کے جواب میں کہ خدا نے تو مریم کے پوری پیدا ہو جانے کے بعد دعار کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ کہا جاسے گا کہ جزر پر کل کا اطلاق مجازاً ہوتا ہے اور یہ امر جایز اور مروج ہے یعنے دعار کے وقت پیٹ نکلا تو بعض حصّہ جسم تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس سے عورت کی شناخت ہوسکے۔ مگر خدانے مجازاً کل کا باہر آجانا ظاہر فرمایا۔ مگر آیت میں یہ نہیں پایا جاتا کہ اون کی والدہ کی وہ دعا، مقبول ہوگئی تھی۔ آخر قول آخر تک جو پہلے بصفحہ (۱۶۹) منقول ہوچکا ہے۔

راقم خاکسار کہتا ہے۔ علامہ قسطلانی کا یہہ جواب نہایت ضعیف ہے۔ یہ جواب یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ علامہ قسطلانی نے قرآن مجید کے اس بیان کا خیال ولحاظ نہیں فرمایا۔ کہ حضرت مریم کی والدہ نے اسکا نام بھی مریم رکھدیا تھا۔ اور اوس کے بعد وہ دعا، مانگی تھی جس میں نام رکھنے کا پہلے ذکر کیا ہے۔ اور نہ یہ خیال فرمایا یہ امر دین یہود یا کسی اور مذہب میں معمول ومروج نہیں تھا۔ اور نہ اسبا ہے۔ کہ بچہ آدھا پیٹ کے اندر ہو اور آدھا باہر اور اسیوقت اُسکا نام رکھدیا جائے۔ قرآن کے یہ الفاظ وانی سمیتہا مریم وانی اعیذھا یعنے مینے اسکا نام رکھدیا اور مینے اوسکو تیری پناہ میں سپرد کیا۔ صاف یقین دلاتے ہیں کہ وہ دعا والدہ مریم کی وضع نام اور مریم کے تولد تمام کے عرصہ بعد ہوئی تھی۔ جبکہ مریم کا نام رکھنے کی سنت بھی رسم یہود کے موافق ادا ہوگئی تھی۔ اس بیان سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ یہ شبہ تو قول ابوہریرہ پر بہت لوگوں کے دل پر گذرا۔ مگر اسکا جواب شافی کسی نے نہیں دیا۔ اور اسکا حل کسی سے نہیں ہوا۔ اور اسکا جواب شافی وحل کافی وہی ہے۔ جو خدا نے اس خاکسار کو سمجھایا۔ اور اس کی قلم سے نکلوایا ہے۔ کہ وہ قول ابوہریرہ نے اپنی رائے واجتہاد سے کہا ہے۔ اور اس میں دہوکہ کھایا آنحضرت سے سُنکر نہیں فرمایا۔ اور نہ وہ آنحضرت کا وہ قول ہوسکتا ہے۔ لہذا وہ لائق اعتماد وقبول نہیں ہے۔

اس جواب پر اگر کوئی ناواقف یہ اعتراض کرے۔ کہ یہہ کہنا کہ یہہ قول ابوہریرہ غلط ہے۔ اور اون کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ صحیح بخاری کے اس عالی رتبہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور والاشان کے مخالف ہے۔ جو تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے۔ کہ جو روائیت بسند متصل اس کتاب میں وارد ہے وہ اتفاقی صحیح ہے۔ اور لایق اعتماد وقبول ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری یا صحیح مسلم کے مرویات کے صحیح و لایق اعتماد وقبول ہونے کے یہ معنے ہیں کہ جس شخص کا قول ان کتابوں میں بسند متصل نقل کیا گیا ہو اس شخص سے وہ قول صحیح وثابت ہے۔ اور اس قول پر اعتماد کرنا یہ معنے رکھتا ہے کہ وہ قول ضرور اوس شخص کا قول ہے۔ اور اس سے بسند صحیح مروی ہے۔ اسکے یہ معنے نہیں کہ جو قول کسی شخص سے ان کتابوں میں منقول ہے۔ وہ معنے ومطلب کے لحاظ سے بھی صحیح اور واجب القبول ہے۔ امام بخاری یا امام مسلم یا اور محدثین کی نقل و تصحیح لفظوں کے متعلق ہے۔ اور ان الفاظ کے اپنے قایل سے ثابت ہونے کا طمانیت بخش وسیلہ ہے۔ انکی نقل وتصحیح کسی حدیث یا قول کے معنے ومطلب کے ثبوت کی دلیل و وسیلہ نہیں ہے۔ لہذا جب ہمنے مان لیا کہ حضرت ابو ہریرہ نے بیشک وہ قول فرمایا ہے۔ جو امام بخاری نے اون سے نقل کیا ہے۔ تو ہم نے صحیح بخاری کی عظمت کو مان لیا۔ اسکے ساتھ اس قول کے معنے ومطلب کو بھی صحیح مان لینا اس عظمت ماننے کی جزء یا شرط نہیں ہے۔ کسی کے قول کو معنے اور مطلب کی نظر سے صحیح مان لینا اس قول کی ذاتی صحت اور اوسکی عظمت قایل کی وقعت وعظمت پر موقوف ہے۔ اگر وہ قول ایسے شخص کا ہے۔ جسکے قول کو خدا نے تمام مسلمانوں کے لئے لائق سند وحجت قرار دیا ہے۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو اوسکا مان لینا سب پر فرض و وجب ہے۔ اور اگر وہ قول ایسے شخص کا ہے جسکا فہم واجتہاد ورائے حجت شرعی اور تمام لوگوں کے لئے واجب العمل والتسلیم نہیں تو اوس کا ماننا دوسرے لوگوں پر واجب نہیں خصوصًا جبکہ وہ مخالف دلیل ہو اب شاید کوئی یہ سوال کرے اور کہے کہ اس بیان سے یہ تو ثابت ہوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ والدہ مریم کی دعا سے حضرت مسیح کا مس شیطان سے محفوظ ہونا حدیث نبوی سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آیت قرآن سے ثابت نہیں۔ مگر حدیث نبوی سے اس قدر تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ مس شیطان سے محفوظ ہونے کو صرف حضرت مسیح سے خصوصیت ہے۔ اور یہ محفوظیت ان ہی کا خاصہ ہے۔ خواہ اسکا سبب و موجب کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے بھی حضرت مسیح کی اور انبیاء پر فضیلت و فوقیت ثابت ہوتی ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ شیطان کا ہر مولود کو تولد کے وقت مس کرنا اگر صرف بغرض ایذاء جسمانی ہے اور اوس کا اثر ایمان و اخلاق مولود پر کچھ نہیں ہوتا۔ تو اس مس سے حضرت مسیح کا بچ جانا کوئی فضیلت کی بات نہیں ہے۔ بلکہ برعکس فضیلت اُن صالح و مقبول مولودوں کو ہے جو اس تکلیف و ایذا شیطان کے محل ابتلاء ہوتے ہیں۔ کیونکہ اہل بلا اہل عافیت سے زیادہ اجر کے مستحق ہوتے ہیں۔ چنانچہ حدیث اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل اسکے مصدق و مؤید ہے۔

اور اگر شیطان کا مس کرنا۔ بغرض تکلیف روحانی ہے۔ اور اون کے ایمان و اخلاق پر اسکا بد اثر ہونا اسکا خلاصہ لازمی ہے۔ تو اس مس سے جملہ انبیاء و صفیاء کا بچ جانا بحکم ان نصوص مذکورہ حاشیہ کے جن میں بیان ہے کہ شیطان خدا کے مخلص بندوں کو نہیں بہکا سکتا۔ اور اون پر اسکا زور و غلبہ نہیں ہوتا ضروری و لازمی امر ہے۔ اور ان ہی نصوص کی شہادت سے جملہ انبیاء بلکہ اور مخلصین و اصفیاء بھی اس وصف میں حضرت مسیح کے شریک ہیں۔ احدیث میں آنحضرت

لاغوینهم اجمعین الا عبادک منهم المخلصین۔ قال هذا صراط علی مستقیم۔ ان عبادی لیس لک علیهم سلطٰن الا من اتبعک من الغاوین۔

(الحجر۔ ع ۳۔)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا صرف حضرت مسیح کو اس مس سے مخصوص و مستثنےٰ کرنا بطور تمثیل ہوا ہے اور عدم مس کا اون میں حصر حصر اضافی ہے۔ یعنے ان عام لوگون کی نسبت جو خدا کے مخلص بندے نہیں ہیں۔ اور مقصود اس حصر و تخصیص سے یہ ہے کہ مسیح اور مسیح کے سبھی ہم جنس و ہم صفت و ہم معنے مس شیطان سے محفوظ ہیں۔ ایسا ہی علماء متقدمین و متاخرین نے کہا ہے۔ اور اس تعمیم پر ان ہی آیات کو دلیل ٹھرایا ہے۔ اور علاوہ بر آں چند احادیث سے بھی استدلال کیا ہے۔

قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں کہا ہے۔ کہ عینی نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے۔ کہ تمام انبیاء اس صفت میں حضرت مسیح کے شریک ہیں قرطبی نے کہا ہے یہی مجاہد (تابعی) کا قول ہے۔ زمخشری (صاحب کشاف) نے اس حدیث میں معنے کی نظر سے طعن کیا ہے اور کہا ہے۔ کہ اگر ہم اوسکو صحیح مان لیں تو اوسکے معنے یہ ہیں کہ سب بچوں کو گمراہ کرنے کی طمع شیطان رکھتا ہے۔ (یعنے جو مس کرنے سے اُسکا مقصود ہے) بجز مریم اور اون کے فرزند کے کہ وہ دونو بچے ہوئے تھے۔ ایسے ہی وہ لوگ جو اون کی سی صفت رکھتے اسپر دلیل ہے یہ قول خداوندی ہے۔ کہ خدا کے مخلص بندوں کو شیطان نہیں بہکاسکے گا۔

نقل العینی ان القاضی عیاض اشار الی ان جمیع الانبیاء یشارکون عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی ذلک قال القرطبی وھو قول مجاھد وقد طعن الزمخشری فی معنی ھذا الحدیث وتوقف فی صحتہ فقال ان صح فمعناہ ان کل مولود یطمع الشیطان فی اغوائہ الا مریم و ابنہا فانہما کانا معصومین و کذلک کل من کان فی صفتہما لقولہ تعالی الا عبادک منہم المخلصین

(قسطلانی صـ۵۰ـ جلد ۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں آنحضرت سے

قلت قد صح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمة حین زوجها اللّٰهم انی اعیذها بك وذریتها من الشیطان الرجیم وکذلك قال لعلی ودعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولی بالقبول فعلی هذا حصر عدم المس فی مریم وابنها یکون حصرًا اضافیًا بالنسبة الی الاعم الاغلب (تفسیر مظہری)

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے جب فاطمہ کا نکاح کر دیا تو اون کے لئے دعا کی جو والدہ مریم نے کی تھی۔ ایسے ہی دعا آپنے حضرت علیؓ کے لئے کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم والدہ مریم کی نسبت زیادہ مستحق قبولیت دعا ہیں۔ بناءً علیہ یہ حصر عدم مس جو حضرت مسیح میں ہوا ہے اضافی ہے۔ یعنے اون عام لوگون کی نسبت جو حضرت مسیح جیسے نہ تھے۔ صاحب تفسیر مظہری نے تو اس وصف کو ایسا وسیع کیا ہے کہ انبیاء کے علاوہ اہل بیت نبی کو بھی اسمیں شامل کر دیا ہے۔*

بالجملہ اس حدیث کو دعوائے مسٹر اکبر مسیح سے تو کوئی بھی تعلق نہیں۔ اور اسکے سوا وہ حضرت مسیح میں کوئی بھی ایسی خصوصیت وفضیلت ثابت نہیں کرتی۔ جو اور انبیاء بلکہ اولیاء و اصفیا میں نہ ہو۔

آپ کی چوتھی دلیل حدیث شفاعت ہے۔ جسکے متفرق حصے صفحہ (۵۰ و ۵۳) میں منقول ہوئے ہیں۔ اور اسوجہ سے وہ یہان پورے نقل نہیں ہوئے۔ اس حدیث سے جو مسٹر اکبر مسیح نے حضرت مسیح کی خصوصیت وفضیلت نکالی ہے۔ اُسکا خلاصہ یہ ہے۔ کہ منجملہ اُن انبیاء کے جو قیامت کے دن شفیع بننے سے انکار کرینگے۔ حضرت مسیح ہے جسکی کوئی خطا نہیں کہ وہ یاد کرے۔ اور اسکے باعث اپنے رب سے شرماوے۔ انکا کوئی گناہ نہیں کہ وہ ذکر کریں۔ وہ محمد صاحب کے اگلے

* صحیح بخاری میں (صفحہ ۲۶) حدیث ہے کہ جو شخص بوقت جماع یہ پڑھ لے بسم اللہ اللّٰهم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا۔ اسکے بچہ کو شیطان ضرر نہ پہنچا سکیگا۔ یعنے اس حدیث نے اور ہی تعمیم و توسیع کر دی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پچھلے گناہوں کا دیعنے اون کے بخشے جانے کا، مذکور کرتے ہیں۔ اور اپنے تئیں لائق شفاعت نہیں جانتے۔ اور یہ کچھ قیامت کے منطق کی خامی ہے کہ جنسے گناہ کئے ہوں وہ اسوجہ سے کہ اسکے گناہ معاف ہوئے۔ شفاعت پاوے۔ اور جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو وہ محروم رہے۔ گویا عصمت (گناہ نہ کرنا) بھی ایک جُرم ٹھرا جسکی نسبت مسیح شفاعت سے محروم رہا۔" اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس حدیث کے کسی طریق یا روائت میں یہ نہیں آیا کہ حضرت مسیح نے کوئی گناہ یا خطا نہیں کی۔ حدیث کا لفظ صرف یہ ہے۔ ولم یذکر ذنبًا یعنے جیسے اور انبیاء آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ وموسیٰ کا ایک ایک گناہ یا خطا (شجرہ ممنوعہ سے کچھ کھالینا یا قوم کے حق میں بددعا کرنا۔ یا تین دفعہ بحسب ظاہر وصورت جھوٹ بولنا۔ یا قبطی کو مارڈالنا) مذکور ہوا ہے حضرت عیسےٰ کا کوئی گناہ راوی حدیث نے یا آنحضرت نے ذکر نہیں فرمایا۔ یا یوں کہو کہ قیامت کے دن خود حضرت عیسےٰ اپنا کوئی گناہ یاد نہیں کرینگے۔ یوں ہی اجمالاً اپنا لائق شفاعت نہ ہونا بیان کرکے بلاتفصیل سبب و گناہ شفاعت سے انکار کرینگے اور کہیں گے کہ یہ مقامِ درجہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے لئے مخصوص ہے۔ میں اس درجہ کی لائق نہیں ہوں۔

مسٹر اکبر مسیح نے جو اس لفظ لم یذکر ذنبًا کا مطلب یہ سمجھا ہے۔ کہ اون سے کوئی خطا یا گناہ سرزد ہی نہیں ہوا۔ ہوتا تو وہ بھی اوس کا ذکر کرتے جیساکہ اور انبیاء ذکر کرینگے۔ تو اسمیں اُنہوں نے دہوکہ کھایا ہے۔ یا دیدہ دانستہ دہوکہ دینا چاہا ہے۔

اسّے صاحب! گناہ ذکر نہ کرنے کی وجہ وہ نہیں ہے۔ جو آپنے غلطی سے سمجھے۔ یا مغالطہ دینے کو سمجھانی چاہی۔ بلکہ اُسکی وجہ اَور ہے۔ جو ہم آپ کو بتاتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اوس کو بدلایل عقلی و نقلی ثابت و مدلل کر دکھاتے ہیں - ادہر آئیے اور وہ وجہ بھی سنئے -

راوی حدیث یا آنحضرت نے اون کے کسی گناہ (یا خطا) کا ذکر اسلئے نہیں کیا اور حضرت عیسےٰ بھی قیامت کو بوقت انکار از شفاعت اسلئے اسکا ذکر نہ کرینگے - کہ وہ گناہ یا خطا ایک یا دو ہوتے تو اوسکا ذکر بھی ہوتا - جیسے اور انبیاء کے ایک ایک خطا کا ذکر ہوا - حضرت عیسےٰ تو گناہوں (یا خطاؤں) سے لدے ہوئے اور اُسکے بوجھ سے دبے ہوئے تھے - (جیسا کہ نصاریٰ کے اس اصول سے ثابت ہے - کہ وہ تمام عمر استغفار سے خالی رہے) - یا کسر نفسی یا فروتنی سے وہ خود اپنے آپ کو بہت گنہگار سمجھ کر کسی ایک گناہ کا ذکر نہ کرینگے - (جیسا کہ مسلمانوں کا اُن پر حُسن ظن و اعتقاد ہے -) پھر راوی حدیث یا آنحضرت یا خود حضرت مسیح گناہ کو یاد کرتے تو کس کسکو کرتے اسلئے اُنہوں نے اس اجمالی طور سے اعتراف گناہوں پر اکتفاء کیا - اور انصاف کو کام میں لاکر یہ کہدیا کہ یہ درجہ و مقام شفاعت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ہی شان کو لائق اور اون ہی سے مخصوص ہے - جو رات دن اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے چلتے پھرتے توبہ و استغفار میں لگے رہتے تھے - اور اپنے خطاؤں کو معاف کرا کے ایسے ہوگئے تھے - جیسے ماں سے زادہ بے گناہ ہوتے ہیں - میرا یہ منصب نہیں کہ میں اس مقام میں قدم رکھوں -

لفظ لم یذکر کے معنے اور مسیح کے گناہ کا ذکر نہ ہونے اور مسیح کے اجمالی اعتراف گناہ سے شفاعت سے انکار کرنے کی وجہ آپ سُن چکے تو اسی سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ قیامت کی منطق خام نہیں ہے - بلکہ بڑی سنجیدہ منطق ہے - اور مسیح کا درجہ شفاعت سے محروم رہنا - اور آنحضرت کا اس درجہ کو پالینا اسوجہ سے نہیں کہ حضرت مسیح بے گناہ تھے - اور آنحضرت بخشے ہوئے گناہگار بلکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوس کی وجہ یہ ہے۔ کہ مسیح کے گناہ (یا خطا) بخشش و معافی نہ مانگنے کے سبب (چنانچہ عیسائی کہتے ہیں) یا مسیح کی کسر نفسی فروتنی والے خیال ہیں (چنانچہ مسلمان سمجھتے ہیں) بخشے نہ گئے تھے۔ اور سب کے سب جمع ہو کر اون کو دبا رہے اور شرمارہے تھے۔ اور آنحضرت بخشے بخشائے ہوئے تھے۔

معلوم ہوتا ہے آپ نے منطق انگریزی میں پڑہی ہے۔ (جس میں عقلی منطق بہت کمی و خامی کے درجہ پر ہے۔ عربی میں منطق نہیں پڑہی جو بڑے زور کی منطق ہے۔ پڑہتے تو قیامت کے منطق کا پختہ ہونا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے خود بخود جان لیتے۔

بیان وجہ عدم ذکر گناہ مسیح و عدم وقوع شفاعت مسیح کے متعلق جو کچھ ہم نے کہا ہے۔ اسمیں سے دو امر ثبوت اور **دلیل طلب ہیں** — اوّل یہ کہ مسیح سے خطا۔ یا گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضرت مسیح گناہوں یا خطاؤں سے عیسائیوں کے اصول واعتقاد کے روسے یا اپنے کسر نفسی و فروتنی والے خیال ہیں لدی ہوئے اور انکے بوجھ سے دبے ہوئے تھے۔

امر اوّل اگر ہمنے ثابت کر دیا تو امر دوم کا بار ثبوت اس سے زیادہ ہمارے ذمہ نہ رہے گا۔ کہ ہم عیسائیون کا یہ اصول واعتقاد اون کی کتابوں سے نقل کر دیں۔ کہ حضرت عیسے نے تمام عمر استغفار نہیں کیا۔ اور توبہ کر کے اپنے گناہوں (یا خطاؤں) کو خدا تعالے سے معاف نہیں کرایا۔ کیونکہ یہ امر ظاہر و مسلم کل ہے۔ و محتاج ثبوت نہیں ہے کہ گناہون یا خطاؤں کو دور کرنے کا مصالحہ و کفارہ صرف توبہ و استغفار ہے۔ اور جو شخص گناہ کر کے توبہ و استغفار سے رجوع نہیں کرتا وہ گناہوں کے بوجھ سے دبا رہتا ہے۔ لہذا امر دوم کے ثبوت میں عیسائی کے خطاب میں ہم کو ان کا یہی قول پیش کر دینا کافی و وافی ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثبوت امر اوّل پر ہمارے پاس عقلی و نقلی دلائل موجود ہیں۔

ایک عقلی دلیل ایک یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام انسان اور بنی آدم میں سے ایک آدمی ہے۔ اور جو آدمی ہے وہ خطا کرتا ہے۔ اس دلیل سے جو شکل اوّل بدیہی الانتاج کی صورت میں ہے یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح خطا کرتے تھے حضرات انبیا علیہم السّلام سے ہم صرف صدور خطا و نسیان ہی کے قایل ہیں۔ اور ان ہی خطاؤں کو اُن کے رتبہ و درجہ کی نظر سے گناہ کہا گیا ہے۔ اس سے زیادہ کبیرہ گناہوں کے نہ کسی اور نبی سے صدور کے ہم قایل ہیں نہ حضرت مسیح میں انکا اثبات کر سکتے ہیں۔

اس دلیل کا پہلا مقدمہ (صغریٰ) مسلم کل ہے یونی ٹیرین (توحیدی عیسائی) تو حضرت مسیح کو صرف انسان اور آدمی مانتے ہی ہیں۔ اَور فرقے پروٹسٹنٹ رومن کتھلک وغیرہ جو اونکو خدا کہتے ہیں وہ بھی خدا ہونے کے ساتھ اون کی انسانیت کے بھی قایل ہیں۔ اور انکو ابن آدم بھی کہتے ہیں۔

دوسرے مقدمہ (کُبریٰ) کے ثبوت پر یہ دلیل قایم ہے۔ کہ حضرت آدمؑ سے خطا و نسیان ہونا جو ان کی انسانیت کے لوازم طبعی سے تھا۔ جیسے سونا اور کھانا پینا مسلم کل ہے۔ اور طبعی و عقلی دلائل سے ثابت و محقق ہو چکا ہے کہ باپ کے طبعی و نیچرل صفات اولاد کی طرف منتقل و متعدی ہوتی ہیں۔ اور ہم رات دن کے مشاہدہ سے تجربہ کر رہے ہیں۔ کہ ہر ایک انسان سے ضرور کبھی نہ کبھی خطا ہوتی ہے۔ اسی نظر سے سید العقلا و خاتم الانبیاء نے فرمایا ہے خطاء اٰدم فخطأت ذریتہ (دیکھو صفحہ ۹۴) ایسا ہی انجیل سے ثابت ہے کہ تمام انسان خطا کار ہیں چنانچہ صفحہ (۲۳۱) میں بیان ہو گا

دوسری عقلی دوسری دلیل یہ کہ حضرت مسیح ایک انسان ہونے کی وجہ سے علم محدود و عقل ناقص رکھتے ہیں۔ اور جو شخص علم محدود اور عقل ناقص رکھے اس سے کبھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ کبھی وقوع خطا ایک لازمی امر ہے۔ اس دلیل سے بھی پہلی دلیل کی طرح یقینی نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ حضرت مسیح خطا کا وقوع ایک لازمی امر تھا۔

اس دلیل کا بھی پہلا مقدمہ تو ہمارے مخاطب مسٹر اکبر مسیح وغیرہ توحیدی عیسائیوں کے نزدیک مسلم ہے۔

مسٹر اکبر مسیح نے رسالہ تنقیح الوہیت کے صفحہ ۹۱ میں لکھا ہے "کلام مقدس انسان کو نہایت وضاحت سے کم عقل و ناقص العلم تبلاتا ہے" اور اسی اصول سے ان الفاظ" الفا و امیگا و اوّل و آخر" کے جو مسیح کے حق میں بولے گئے ہیں محدود معنے میں مراد ہونا ثابت کیا ہے۔ دوسرے عیسائی بھی اگر انصاف کرینگے۔ اور مسیح کے ان حالات واعترافات کو جنسے اون کی لاعلمی ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے قیامت کی گھڑی سے بے خبر ہونا (مرقس $\frac{13}{32}$) یا حواریوں کے انتخاب کے وقت یہودا کے مرتد ہو جانے سے بے خبر ہونا۔ (لوقا $\frac{6}{12-23}$) وغیرہ وغیرہ جس کی تفصیل اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۱۶ صفحہ ۵-۴-۳ میں ہو چکی ہے چشم بینا سے پڑھیں گے تو اون کو بھی یہ مقدمہ تسلیم کرنا پڑے گا۔

دوسرا مقدمہ عقلاء جہان کے تجربہ و مشاہدہ میں آچکا ہے۔ اور کل کا اسپر اتفاق ہے۔ کہ جو شخص علم محدود اور عقل ناقص رکھتا ہو اوس سے ضرور کبھی نہ کبھی خطا سرزد ہوتی ہے۔ دانشمندان اہل اسلام تو یہانتک قائل ہیں کہ اس سے فرشتے بھی نہیں بچ سکے جس بات کا اون کو علم نہ دیا گیا تھا اسمیں اونہوں نے قیاس سے کام لیا تو دہوکہ کھایا۔ جسکا بیان صفحہ (۱۵۵) میں ہو چکا ہے۔ ابن آدم یا انسان فرشتوں سے بڑھ کر کیونکر ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے علم محدود اور عقل ناقص سے نتائج نکالنے میں دہوکہ نہ کھاوے۔ اسی وجہ سے کہ انسانی علم محدود اور عقل ناقص ہے۔ جہان کے عقلاء نے اس عقل ناقص کے فیصلہ کو جانچنے و پرکھنے کو میزان و پیمانہ عقلی قواعد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(منطق)، وغیرہ مقرر کئے ہیں۔ اور پھر بھی اون میں باہمی اختلاف اور لڑائی چلی جاتی ہے۔ کیونکہ ان قواعد اور میزان کے استعمال کرنیمیں پھر اون سے غلطی ہو جاتی ہے۔ ان اختلافات کی تمثیلات پرانے حکیموں کے خیالات و مقالات سے دیکھنی چاہو تو۔ اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۲، ملاحظہ کرو۔ اور خاص کر دانشمندان اہل مذاہب نے مذہب و الہام وحی الہی کی ضرورت تسلیم کی ہے۔ اور یہ بات ٹھہرا رکھی ہے۔ کہ انسان اپنے عقلی نتایج میں غلطی کرتا ہے تو اون کی اصلاح کے لئے وحی الہی و الہام کی ضرورت ہے جسمیں غلطی کا دخل و امکان نہیں "وما کان ربك نسیا"۔ انسانی عقل و علم غلطی سے محفوظ ہوتی تو مذہب اور الہام کی ضرورت کو تسلیم کیا جاتا۔

نقلی دلیل ایک یہہ کہ خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ کہ جن لوگوں کو مشرکین پکارتے (پوجتے) ہیں اون میں بہت قرب والے

اولئك الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلة ایھم اقرب ویرجون رحمته ویخافون عذابه ان عذاب ربك کان محذورا (بنی اسرائیل - ع ۶ -)	خدا کی طرف (طاعت کا) وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔ اور خدا کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اوسکے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کے لائق ہے۔

اس آیت کے عموم میں حضرت مسیح بھی داخل ہیں۔ کیونکہ اون کو ہزاروں رومن کیتھلک وغیرہ پوجتے اور پکارتے ہیں۔ اور یہ امر محل اختلاف و نزاع نہیں ہے کہ اوسکے ثبوت کے لئے ہم قرآن کی آیات نقل کریں۔ اور اس میں بھی شک و اختلاف نہیں کہ حضرت مسیح خدا کے مقربین میں داخل و شامل ہیں۔ لہذا آپ کا خدا کے عذاب سے ڈرنا اس آیت کی شہادت سے ایک لازمی امر ہے۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ عذاب سے ڈرنا اپنے گناہوں کے یا خطاؤں کے خیال سے ہوتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"آں راکہ حساب پاک است از محاسبہ (مواخذہ) چہ باک"۔ بناءً علیہ یہ آئت صریح وصاف دلیل ہے کہ حضرت عیسےٰ سے بھی خطا صادر ہوئی اور وہ ان خطاؤں کی نظر سے خدا کے عذاب سے ڈرتے تھے۔

دوسری نقلی دلیل یہ قول خداوندی ہے کہ آدمی بنایا گیا ہے گھبرانے والا برائی پہنچے تو بے صبرا۔ بھلائی ہاتھ لگے تو کنجوس۔ بجز ان نمازیوں کے جو اپنی نماز پر

ان الانسان خلق ھلوعًا اذا مسّہ الشر جزوعًا۔ واذا مسہ الخیر منوعا۔ الا المصلین الذین ھم علی صلوتھم دائمون۔ والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم۔ والذین یصدقون بیوم الدین والذین ھم من عذاب ربھم مشفقون۔ ان عذاب ربھم غیر مامون (معارج ع ۱)

ہمیشہ قائم ہیں اور بجز اون لوگوں کے جنکے مالوں میں سوالی اور نہ مانگنے والے کا حصہ مقرر ہے۔ اور بجز اون لوگوں کے جو قیامت کو مانتے ہیں۔ اور بجز اُن لوگوں کے جو خدا کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ اون کے رب کا عذاب اس لائق ہے کہ اس سے بے فکر نہ رہیں۔

اس آیت کے لفظ الانسان کے عموم میں حضرت مسیح بھی داخل ہیں۔ پھر وہ یقیناً ان مستثنیٰ لوگوں (دائمی نمازیوں خیرات کرنے والوں قیامت کو ماننے والوں خدا کے عذاب سے ڈرنے والوں) میں داخل ہیں۔ کوئی اہل ایمان نہیں کہہ سکتا کہ وہ ان چاروں صفات سے ممتاز ہو کر گھبرانے والے انسانوں سے مستثنےٰ نہیں ہیں۔ اور خدا کے عذاب سے ڈرنا اسی صورت سے ہو سکتا ہے۔ کہ انسان سے کچھ خطا ہو اور وہ اپنے خطا کا معترف ہو آنراکہ حساب پاک است از محاسبہ (مواخذہ) چہ باک۔

تیسری نقلی دلیل خدا تعالےٰ کا یہ قول ہے۔ کہ اگر خدا تعالےٰ لوگوں پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اون کے ظلم کے سبب مواخذہ کرنا چاہے تو زمین پر کسی ایک چلنے والے کو نہ چھوڑے ولیکن اون کو ایک وقت مقرر تک	ولو یواخذ اللہ الناس بظلمھم ماترک علیھا من دابۃ ولکن یوخرھم الی اجل مسمی (النحل - ع - ۸)

ڈھیل دیتا ہے۔

اس عموم لفظ الناس میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام بھی داخل وشامل ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ خدا تعالے کی عبادت واطاعت کا پورا پورا حق جیسا کہ چاہیئے کسی بشر سے ادا نہیں ہوا۔ اور نہ طاقت بشری سے وہ ادا ہو سکتا ہے۔ اس نظر سے تمام لوگوں کی اس تقصیر کو خدا تعالے کا ظلم کہنا ظلم نہیں عین الصواب ہے۔ اس دلیل کی مزید تشریح دلیل ششم میں ہوگی انشاءاللہ۔

چوتھی نقلی دلیل یہ ہے۔ کہ جو آنحضرت کا ارشاد ہے۔ کہ آدم کی بیٹوں

میں سے جو ہے وہ خطا کار ہے۔ اور بہتر خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنیوالے ہیں۔	کل بنی آدم خطاء۔ وخیر الخطائین التوابون (مشکوۃ ص۱۹۶)

اس عموم میں بھی حضرت مسیح داخل ہیں۔ لہذا اس حدیث کی صریح شہادت ہے۔ کہ وہ خطاء کرتے تھے۔ اور چونکہ ہمارے یقین وایمان کے رو سے وہ نیکوکار اور بہترین لوگوں میں سے تھے۔ لہذا وہ توبہ واستغفار بھی ضرور کرتے ہوں گے۔ اور اون کی خطائیں معاف ہوتی رہتی ہیں۔ (گو عیسائی اون کی معافی میں خوش نہیں اور گناہوں کے بوجھ میں اون کے دبے رہنے میں راضی ہیں)

پانچویں نقلی دلیل آنحضرت کا یہ قول ہے۔ کہ اے خدا تو اگر بخشش کرنا

چاہتا ہے تو بڑے گناہ بخشدے۔ تیرا ایسا بندہ کونسا ہے جس نے چھوٹے گناہ نہ کئے ہوں۔ اور تو اون کو نہ بخشتا ہو۔	عن ابن عباس الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان تغفر اللھم تغفر جمًّا وأی عبد لک لا المّا (جامع ترمذی صفحہ ۱۶۹ جلد ۲ -)

(یعنے چھوٹے گناہون کی بخشش سے تو کوئی بندہ بھی محروم نہیں - ہم پر نظر خاص عنایت ہے تو ہمارے بڑے گناہ بھی بخش دے -)

یہ قول آنحضرت کا ایک شعر اُمیۃ بن الصلت پرانے موحد شاعر کا مضمون ہے آنحضرت نے اوسکو پسند کیا اور اپنی دعا میں اسی کو پڑہ دیا - آنحضرت کا بڑے گناہون کی بخشش چاہنا اسی اصول پر مبنی ہے جو بارہا بیان ہوا - کہ بڑے لوگ اپنے چھوٹے گناہون کو بھی بڑا سمجھتے ہیں - حسنات الابرار سیاٰت المقربین اس عموم قول نبوی میں بھی حضرت مسیح داخل ہیں - کیونکہ وہ بھی ایک بندہ خدا تھو اور بندوں میں داخل و شامل - شائد حضرات عیسائی کہیں - کہ ان دلائل خمسہ میں عمومات سے استدلال کیا گیا - اور اس عموم سے حضرت مسیح کا خطا کار ہونا ثابت کیا ہے - حضرت مسیح کے خاص نام کے متضمن کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی - اون کے اس عذر کو اٹھانے اور اون کی خاطرداری اور خوش کرنے کیلئے ہم چھٹی دلیل ایسی لاتے ہیں جس میں گناہگاروں یا خطا کاروں کی فہرست میں حضرت مسیح کا صریح نام بھی داخل و درج ہے - دیکھئے اسپر عیسائی ہم کو کیا انعام بخشتے ہیں

چھٹی نقلی دلیل

آنحضرت کا یہ قول ہے - کہ اگر خدا تعالےٰ مجھ کو اور مسیح کو ہمارے گناہوں کے سبب پکڑنا چاہے - تو ہم کو عذاب کرے اور اسمیں وہ ظالم نہ ہو -

لو ان اللہ یؤاخذنی وعیسیٰ بن مریم بذنوبنا لعذبنا ولا یظلمنا شیئا - واشار بالسبابۃ والتی تلیھا - وفی روایۃ

دیکھئے یہ صاف نام مسیح پر تصریح ہے - کہ اگر خدا گناہوں کے سبب مسیح کو پکڑنے لگے تو اسمیں بھی وہ ظالم نہ ہو -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لو یواخذنی اللہ وابن مریم بما جنت ھاتان - یعنے الابھام والتی تلیھا لعذبنا ولو یظلم شیئاً رواہ ابن حبان فی صحیحہ

(ترغیب و ترہیب منذری)

یہ حضرت مسیح کے مرتکب خطا ہونے پر قرآن و حدیث کے دلائل ہیں۔ انجیلی دلائل جنسے مسیح کی خطائیں ثابت ہوتی ہیں۔ اس کثرت سے ہیں کہ ہم اس مضمون میں اون کو پورا نہیں کر سکتے۔

از انجملہ بعض خطاؤں کی تمثیلات کو قرآنی بحث کو ختم کرکے انجیلی بحث پیش کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔

ان دلائل ستہ قرانیہ وحدیثیہ سے امر اوّل جسکا ذکر صفحہ ۱۸۵ میں ہوا تھا۔ کہ حضرت مسیح سے خطا یا گناہ سرزد ہوئے ثابت ہوا۔ اور امر دوم کہ حضرت مسیح نے اپنے خطاؤں سے توبہ و استغفار نہیں کیا خود عیسائیوں کا مسلمہ ہے۔ چنانچہ بصفحہ ۱۶۱ لہ منقول ہوا۔ ان دونو امروں کے ثابت ہونے سے ہمارا یہ دعوے ثابت ہو گیا کہ انکار از شفاعت کے وقت حضرت مسیح سے کسی گناہ کا مذکور نہ ہونا۔ اور مسیح کا صرف اجمالی طور پر اس لفظ سے کہ میں شفاعت کے لائق نہیں ہوں۔ گناہوں کا اقرار و اعتراف کرنا اسیوجہ سے ہوا تھا کہ اون کے گناہ یا خطا بہت تھے جو استغفار نہ کرنے کے سبب جمع ہو گئے تھے۔ (جیسا کہ عیسائیوں کے اصول مذکور کا لازمہ ہے۔) یا حضرت مسیح فروتنی سے ان کو بہت سمجھتے تھے (جیسا کہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے) اس عدم ذکر گناہ کیوجہ وہ نہیں ہے جو مسٹر اکبر مسیح نے بیان کی ہے۔ کہ اون سے کوئی خطا یا گناہ سرزد ہی نہیں ہوا۔ لہذا یہ دلیل چہارم مسٹر اکبر مسیح میں ویسی ہی ناتمام اور راون کے دعوے کے اثبات سے قاصر ہے۔ جیسے کہ تین دلائل اوّل ناکام ہیں۔ اس بیان با برہان سے آفتاب نیمروز کی طرح عیاں ہوا۔ کہ مسٹر اکبر مسیح نے اپنے دعوے کی جزو اول پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو دلائل اربعہ قائم کئے تھے۔ ان میں ایک دلیل بھی اون کے دعوے کی دلیل نہیں ہو سکتی اور حضرت مسیح کو عصمت میں دوسرے انبیاء پر کوئی ترجیح و فوقیت نہیں ہے۔ عمداً گناہ کرنے سے سبھی انبیاء پاک و معصوم ہیں۔ و خطا و سہو و نسیان سے حضرت مسیح بھی پاک نہ تھے۔

اب ہم دعوائے مسٹر اکبر مسیح کا معارضہ کرتے ہیں۔ اور اپنے اس دعوائے مذکورہ صفحہ (۳) پر کہ اگر ترجیح کیطرف رجوع کیا جاوے تو آنحضرت کی حضرت مسیح پر ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ دلائل قائم کرتے ہیں۔

پس واضح ہو کہ حسب بیان و تصریح مسٹر اکبر مسیح جو اون کے خط ۲۰۔ جنوری ۱۸۹۶ء۔ میں موجود[لہ] ہے۔

لہ۔ مسٹر اکبر مسیح نے وہ دلائل اربعہ جنکے جوابات ہم صفحہ ۱۶۰ سے صفحہ ۱۹۲ تک ادا کر چکے ہیں خط ۱۱ جنوری ۱۸۹۶ء میں تحریر کر کے ارسال کئے تھے ہمنے اپنے خط نمبری ۳۲ مورخہ ۱۵ جنوری ۱۸۹۶ء مندرجہ کشف نمبر ۷ جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ میں اون کو لکھا تھا کہ آپ نے جو آیات و احادیث و اقوال اہل سنت نقل کئے ہیں وہ میرے عقیدہ کے مخالف اور آپکے دعوے کے موافق و مثبت نہیں۔ لہذا مناسب ہے کہ آپ اپنی کل تحریر کو دو ڈرا کر لین (یعنے واپس لیں) اور اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی آیت یا حدیث یا بائبل کی کوئی دلیل پیش کریں۔ اگر نہ ہو سکے تو مجھے اجازت دیں کہ میں انجیل سے ثابت کروں کہ حضرت مسیح علے نبینا و علیہ السلام ان معنے کر جو آپ نے تجویز کر رکھے ہیں معصوم نہ تھے۔ اور وہ بارہا مرتکب خطا ہوئے۔

اسکے جواب میں آپ نے خط ۲۰ جنوری ۱۸۹۶ء مندرجہ کشف نمبر ۷ جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ میں لکھا۔ اسکے ساتھ آپ یہ فرماتے ہیں کہ مجھے اجازت دیں کہ میں انجیل سے ثابت کروں کہ حضرت مسیح ان معنے کر جو آپ نے تجویز کر رکھے ہیں معصوم نہ تھے۔ اور وہ بارہا مرتکب

حاشیہ متعلقہ صفحہ (۱۹۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسیح جنکی عصمت سے بحث ہے دو ہیں ایک قرآنی مسیح دوسرا انجیلی مسیح ان دونو کے مصداق ومفہوم سے جو مراد مسٹر اکبر مسیح کی ہے اوسکو وہ جانیں۔ ہم کو اس سے غرض نہیں۔ ہماری مراد جو ان الفاظ کے مفاہیم سے ہے۔ اوس کو ہم بیان کرتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۹۳)

خطا ہوئے۔ جناب مولوی صاحب! ابھی انجیل سے بحث نہیں۔ آپ کو چاہیئے کہ اگر یہ دعوے حق ہے۔ تو آپ اسکو قرآن سے ثابت کریں کہ مسیح بارہا یا صرف ایک ہی بار مرتکب خطا ہوئے۔ کیونکہ آپ خوب سمجھے کہ میرا دعوے یہ ہے۔ بموجب قرآن مسیح بالکل معصوم ہیں۔ ان سے کبھی کوئی خطا نہیں۔ اور اوس کو میں ثابت کرچکا ہوں اور جب وقت آوے گا یہ بھی ثابت کرونگا۔ کہ بربنا انجیل بھی مسیح اس معنے میں معصوم ہیں۔ اور جو آپ کے شکوک ہونگے اون کو رفع کردینا میرا ذمہ ہے۔ پھر لو فرضاً اگر آپ یہ ثابت کردیں کہ انجیلی مسیح سے خطا ہوئے تو یہ ماننا پڑے گا۔ کہ قرآنی مسیح انجیلی مسیح سے افضل ہے۔ اور اس حالت میں بھی آپ قرآنی مسیح کی فضیلت تسلیم کرینگے اور ہمارا مقصود یہی ہے"۔

مسٹر اکبر مسیح کے اس قول کا جواب بھی ہمارے بیان سابق اور لاحق سے مسٹر اکبر مسیح اور دیگر ناظرین کو خیال میں آجائے گا۔ اور معلوم ہوگا کہ جس مسیح کی فضیلت کے مدعی مسٹر اکبر مسیح ہیں اس کی فضیلت نہ قرآن سے ثابت ہوتی ہے نہ انجیل سے۔ اور جس قرآنی مسیح کی فضیلت قرآن تسلیم کرتا ہے وہ محل بحث و نزاع نہیں ہے۔ نہ ہم کو اس کی فضیلت کے ثبوت سے انکار اور نقصان ہے۔ اور نہ مسٹر اکبر مسیح کو اوس کی فضیلت کے ثبوت کا دعوے اور نہ اس سے کچھ فائدہ۔ وہ مسیح تو ہم مسلمانوں کا مسیح ہے اسکی فضیلت ثابت ہونے سے ہمارا ہی فایدہ ہے وہ عیسائیوں کا مسیح نہیں ہے کہ اسکی فضیلت ثابت ہونے سے اونکا فایدہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآنی مسیح ہم اُس مسیح کو سمجھتے ہیں جس کے محامد و کمالات قرآن کریم نے بیان کئے ہیں۔ اور اون پر نزلِ انجیل شریف کے حق ہیں ''ھدی و نور'' فرمایا ہے۔

انجیلی مسیح ہم اس مسیح کو سمجھتے ہیں جس کے اقوال و حالات و تعلیمات موجودہ اناجیل اشخاص اربعہ (متی۔ مرقس۔ لوقا۔ یوحنا) ہیں منقول ہیں۔ اور راوسکو ان اناجیل اور راوس کے حواشی نے مصلوب و ملعون* قرار دیا ہے۔

قرآنی مسیح کو ہم اہل اسلام مقدس نبی اور منجملہ الوالعزم رسل ایک عالی درجہ کا رسول جانتے ہیں اور اون پر یا اون کی مانند اور اولوالعزم رسولون پر خاتم المرسلین کو ایسے طور پر ترجیح دینا جس سے اون کی توہین و تنقیص شان لازم آوے۔ جائز نہیں سمجھتے۔ کیونکہ خاتم المرسلین نے خود اپنی زبان درافشان سے یہ حکم دیا ہوا ہے۔ کہ انبیاء ہیں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت ہیں ترجیح نہ دو۔ اور نیز آپ نے فرمایا

> قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تفضلوا بین الانبیاء۔ وقال لا ینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متی (صحیح بخاری ص ۳۸۵)
> قلت معناہ لا تفضلوا بعضاً بحیث یلزم منہ نقص المفضول۔ (کرمانی شرح بخاری)

کسی کو لائق نہیں ہے کہ یہ کہدے کہ ہیں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ جس کے معنے کرمانی وغیرہ محدثین نے یہی بیان کئے ہیں کہ ایسے طور پر ایک کی فضیلت بیان نہ کرو جس سے دوسرے کی منقصت شان لازم آوے۔ اس قرآنی مسیح پر ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت ہیں ترجیح صرف اس قدر (جس سے حضرت مسیح کی منقصت شان و توہین ہرگز لازم نہیں آتی) بیان کرسکتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ کی اجازت نہیں پاتے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت و حفاظت کا خداتعالے

* صفحہ ۲۲۹ ملاحظہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے جسقدر اہتمام کیا ہے۔ اور اوسکا ذکر اپنی مقدس کتاب قرآن کریم میں فرمایا ہو اور اوسکے اثر و نتیجہ سے ہمکو آگاہ کر دیا ہے۔ اسقدر اہتمام عصمت و حفاظت حضرت مسیح کا نہیں کیا۔ اور نہ قرآن میں اسکا ذکر فرمایا۔ اور نہ اوس کے اثر سے ہم کو آگاہ کیا ہے۔ اس اہتمام اور اسکے نتیجہ و اثر کا ذکر ان آیات میں پایا جاتا ہے۔ جن کو منکرین عصمت آنحضرت دلیل عدم عصمت سمجھتے ہیں۔ اور ہم نے ان آیات کے جوابات و تشریحات میں یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ آیات آنحضرت کی عصمت کے دلائل ہیں نہ نفی عصمت کے۔

مثلاً آنحضرت نے بعض اشخاص کو لڑائی سے ہٹ رہنے کی بے موقعہ اجازت دی تو اوسپر آپ کو فوراً اطلاع ہوئی۔ تاکہ آئندہ ایسا نہ ہو۔ (صفحہ ۱۲۳ دیکھو)۔ ایک نابینا کے بے موقعہ سوال پر آپ نے منہ پھیر لیا۔ تو اوس سے جھٹ روکا گیا۔ (صفحہ ۱۵ وغیرہ دیکھو)۔ فقرا صحابہ کو اغنیا رکفار کے وقت میں آنے سے روکنا چاہا۔ تو حکم نازل ہوا۔ کہ ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ (صفحہ ۱۱۶ وغیرہ دیکھو)۔ قوم ثقیف کی بے جا درخواست کو منظور کرنے سے پہلے ہی آپ کو اس سے روکا گیا۔ (صفحہ ۱۳۹ دیکھو) ابیرق کی[1]

[1] اسکا ذکر آگے رسالہ میں نہیں ہوا۔ اسکا مختصر حال یہ ہے۔ کہ ابیرق کی بیٹے طعمہ یا بشیر نے ایک شخص کی زرہ چورائی۔ پھر ایک یہودی کے ذمہ لگا دی۔ اوس کے لوگوں نے چاہا کہ ہم اسکی برات و صفائی کی شہادت دیکر آنحضرت کو اسکا حامی بنائیں۔ آنحضرت نے اون کی شہادت پر حمایت کا ارادہ کیا تو فوراً اس آیت کا نزول ہوا۔ انا انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ ولا تکن للخائنین خصیما (نساء۔ ع ۱۶-) یعنی ہمنے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ اسلیئے اوتاری ہے کہ تو خدا کی نمائش سے لوگوں میں حکم کرے۔ پس تو خیانت والوں کا حامی نہ بن جایو۔ یہ قصہ عامہ تفاسیر میں ہے۔ اور کتب حدیث سے جامع ترمذی میں (صفحہ ۱۴۹) مفسروں نے نام چور کا طعمہ بتایا ہے۔ ترمذی نے بشیر+

© rasailojaraid.com

بعض اولاد کی بے جا حمایت کرانا۔ اوس کی قوم نے آپ سے چاہا۔ تو علے الفور اُس سے روک دیا گیا۔ اسی طرح ہمیشہ آپ کی حفاظت و عصمت ہوتی رہی۔ اور کسی غلطی یا خطاء پر آپ کو قیام نہیں ہوا۔ اور نہ کسی نے اس میں آپ کا اقتداء کیا۔ یہانتک کہ آپ کا دین آپ کا عمل آپ کی ہدائیت آپ کا طریق غلطی و خطا سے پاک اور خالص مخلص ہو گیا۔

اور یہ بات ظاہر ہے۔ اور بضمن تمہید معنے عصمت بیان ہو چکی ہے۔ کہ بُری چیز کی بُرائی پر آگاہ کرنا۔ اور اچھی چیز کی اچھائی بتاتے رہنا عصمت کے قوی ذرائع اور عمدہ وسائل واسباب سے ہے۔

اس دائمی تادیب و حفاظت وصیانت و ہدائیت کے ساتھ آپ کو ہر وقت توبہ و استغفار کی خدا کی طرف سے ہدائیت ہوتی رہتی۔ و دن رات آپ کی اس میں گذرتی جس سے ہر ایک لغزش و خطا سے آپ کی اور بھی صفائی و پاکی عمل میں آئی جس کا اثر و نتیجہ وہ ظاہر ہوا۔ جو آیات منقولہ ذیل میں بیان ہوا ہے۔

(۱) انک لعلیٰ ھدًی مستقیم (الحج ع ۹)

(۱) بلا ریب تو سیدھے راہ پر ہے دینے جس حکم و ہدائیت پر ہم نے تجھے قایم کر دیا ہے۔ رو کا ٹوکا نہیں۔ وہ سیدھی راہ ہر اس میں ذرہ بھر کجی و خطا نہیں۔

(۲) انک لتھدی الی صراط مستقیم

(۲) بے شک تو سیدھے راہ کیطرف لوگونکو ہدائیت کرتا ہے۔

(۳) انک لتدعوھم الی صراط مستقیم (المؤمنون ع ۴)

(۳) اس میں شک نہیں کہ تو سیدھے راہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔

(۴) انک علی الحق المبین (النمل ع ۶)

(۴) یقیناً تو ایسے حق پر ہے۔ جسکا حق ہونا ظاہر ہے۔ یعنے اسمیں خطاء کا اشتباہ نہیں۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۵) وانزل الله علیک الکتب والحکمة وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل الله علیک عظیما۔ (نساء ع-۱-)

(۵) خدا نے تجھ پر کتاب اوتاری اور تجھے حکمت (دین کی دانشمندی) عطا کی اور وہ کچھ سکھایا جبکہ تجھے علم نہ تھا۔ اور تجھ پر خدا کا بڑا ہی فضل ہے۔

(۶) من یطع الرسول فقد اطاع الله (نساء ع ۱۱-)

(۶) جس نے رسول کا کہا مانا۔ خدا کا مانا۔ (یعنے اس لئے کہ وہ خدا ہی کا کہا کہتا ہے۔

(۷) واطیعوا الله واطیعوا الرسول وان تطیعوہ تهتدوا۔ (نور ع-۷-)

(۷) خدا کا۔ اور رسول کا کہا مانو (یعنے وہ ایک کہتا ہے) اگر منہ پھیروگے تو رسول کے ذمہ ہے جو اس پر رکھا گیا۔ اور تمہارے ذمہ ہے جو تم پر رکھا گیا۔ رسول کا کہا مانوگے تو راہ پاؤگے (یعنے اس لئے کہ اوس میں خطا نہیں)

(۸) بل جاء بالحق وصدق المرسلین (والصافات ع-۲-)

(۸) وہ رسول ایسے احکام لایا ہے جو حق ہیں۔ اور وہ پہلے رسولوں کی (اصول احکام میں) تصدیق کرتا ہے۔

(۹) وما اتاکم الرسول فخذوہ (الحشر- ع-۱)

(۹) رسول جو تم کو (حکم) یا اور جو کچھ) دے۔ اوس کو قبول کرو۔ (یعنے اسلئے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔)

(۱۰) ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی علمه شدید القوی (نجم ع-۱)

(۱۰) تمہارا صاحب (رسول) بہکا نہیں اور نہ بے راہ چلا۔ اور وہ اپنی خواہش سے (احکام دین میں) کچھ نہیں بولتا۔ (جو وہ کہتا ہے) وہ ہمارا حکم ہے۔ جو اوسکو پہنچتا ہے۔ جس کو ایسے مضبوط قوتوں والے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(خدا نے سکھایا ہے۔ (یعنے اسمیں خطا کا دخل نہیں)

(۱۱) وما تنزلت به الشياطين (الشعراء ع - ۱۱)	(۱۱) اس قرآن کو شیاطین نے نہیں اتارا (یعنے اسمیں انکا دخل نہیں)
(۱۲) ان وليي الله الذي نزل الكتب وهو يتولى الصالحين (اعراف ع ۲۴)	(۱۲) (تو کہدے) میرا حمایتی و مربی وہ دی وہ اللہ ہے جس نے اس کتاب

کو اوتارا۔ اور وہی سب نیک بندوں کا متولی ہے۔

(۱۳) النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم (احزاب - ع - ۱)	(۱۳) نبی مسلمانوں کی اپنی جانوں سے اون پر حکم کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے

(کیونکہ اوس کے حکم میں خطا کی آمیزش نہیں۔ اور وہ اون کی جان سے بڑھ کر خیر خواہ ہے۔

(۱۴) هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره الكافرون (توبہ - ع - ۵)	(۱۴) وہی ہے جسنے رسول کو ہدایت دین اور حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ اوسکو۔ اور سب دینوں پر غالب کرے

اگرچہ کافر (اس سے) ناخوش ہوں۔

(۱۵) يا اهل الكتب قد جاءكم رسولنا يبين لكم كثيرا مما كنتم تخفون من الكتب ويعفوا عن كثير قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين (مائدہ - ع - ۳)	(۱۵) کتاب والو! تمہارے پاس ہمارا رسول پہنچا جو تم کو تمہارے بہت چھپائے ہوئے (احکام) بتاتا ہے اور بہتیری باتوں سے درگذر کرتا ہے۔ بیشک تمہارے پاس نور (یہی رسول)

پہنچا۔ اور کتاب بیان کرنے والی (قرآن)

(۱۶) انا نحن نزلنا الذكر وانا له	(۱۶) اس ذکر (قرآن) کو ہم نے ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لحافظون (حجر - ع - ۱)	اُتارا اور ہم ہی اوس کے نگہبان ہیں (اس

کہ اوس میں ایک حکم یا نقطہ کا تغیر ہو)

(۱۷) هو الذی نزل علی عبدہٖ اٰیات بینٰت لیخرجکم من الظلمات الی النور - (حدید - ع -)	(۱۷) وہی ہے جس نے اپنے بندہ پر کھلی (روشن) آیتیں اتاری ہیں تاکہ وہ تمکو اندھیروں سے اُجالے کیطرف نکالے۔
(۱۸) یا ایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللّٰہ باذنه وسراجا منیرا - (احزاب - ع - ۳ -)	(۱۸) اے نبی ہم نے تجھے (دوسرے نبیوں کے لئے گواہ) اور ایمان والوں کے لئے خوشخبری سُنانے والا اور (منکروں کو عذاب سے) ڈرانے والا

اور خدا کے حکم سے اس کی طرف (لوگوں کو) بلانے والا - اور ایک روشنی دینے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

(۱۹) انا فتحنا لك فتحا مبینا لیغفر لك اللّٰہ ما تقدم من ذنبك وما تأخر ویتم نعمته علیك ویھدیك صراطا مستقیما (فتح - ع)	(۱۹) ہم نے اس لئے تجھے فتح نصیب کی ہے۔ کہ تیرے اگلے پچھلے خطا سب معاف ہوں (اور تو اون سے پاک ہو) اور تجھ پر مہربانی پوری ہو - اور تجھے سیدھی

راہ پر (جسمیں ذرہ بھر خطا و کجی نہ ہو) وہ چلا دے۔

(۲۰) عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا - (بنی اسرائیل - ع - ۹ -)	(۲۰) (تو امید رکھ کہ) تجھے تیرا رب ایک ایسے مقام میں کھڑا کرے گا جس میں -

(سب لوگ) تیرے (شکر گذار ہیں) تعریف کرینگے (یعنے مقام شفاعت جو اس عصمت کا آخری پھل و نتیجہ ہے)

اس مضمون کی آیات قرآن میں صدہا ہیں مگر اختصار کی نظر سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان آیات کے ذکر پر اکتفا کیا گیا - یہ آیات نص قاطع ہیں - کہ آنحضرت سراپا عصمت و نور و ہدائیت و حق استقامت تھے - خطا کا ان میں دخل و شائبہ نہ تھا - خداتعالےٰ خود آپ کا متولی و حمائتی و محافظ رہا - اور اس حمائیت حفاظت الٰہی میں دین کو کامل و مکمل بنا کر وہ خدا کی طرف گئے - اور جب تک دنیا قائم ہے اُنکا دین غالب اور اون کا قرآن محفوظ و خدا کی عصمت و حمائیت و صیانت و حفاظت میں رہیگا جبکا یہ اثر اس وقت تک کس و ناکس موافق و مخالف نے دیکھ لیا - کہ اس قرآن کے لاکھوں حفاظ ہیں - ایک لفظ یا شوشہ میں کوئی غلطی یا اشتباہ ڈالنا چاہے - تو ڈال نہیں سکتا اس کے مقابلہ میں ہم حضرت مسیح کی عصمت اور اون کی انجیل کی حفاظت کے اہتمام کی طرف نظر کرتے ہیں - تو باوجود اس امر کے کہ قرآن میں حضرت مسیح کے حالات و صفات و مقالات مصرحاً و مشرحاً منقول و موجود ہیں - اس میں اہتمام حفاظت و عصمت مسیح کا کہیں ذکر و نام و نشان نہیں پاتے - اس سے ہمارا مقصود یہ نہیں کہ خداتعالےٰ اون کی حفاظت و حمائیت عصمت و صیانت میں اہتمام نہ کرتا تھا - بلکہ صرف یہ مقصود ہے کہ اون کے حق میں اہتمام کا قرآن میں ذکر نہیں - لہذا اس اہتمام کے ذکر سے آنحضرت کو حضرت مسیح پر ترجیح ہے -

ہاں یہہ بات ہم ضرور کہتے ہیں - اور اوسکے کہنے کی قرآن سے اجازت پاتے ہیں کہ خداتعالےٰ نے اگلی کتاب انجیل کی اور اون کتابوں کی جو اون سے پہلے تہیں - اور اون کی دست آویز تہیں - حفاظت اپنے ذمہ نہیں لی - اور نہ اون کی حفاظت کی - بلکہ وہ حفاظت اون ہی لوگوں کے ذمہ پر ڈال دی - جو اس کتاب کے محافظ نبی ہوئے تھے - چنانچہ آیت منقولہ حاشیہ میں توریت کی حفاظت اون کے سپرد ہونے کا ذکر ہے - ایسا ہی کتاب استثناء کے باب ۴-

انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ (مائدہ ۔ ع ۔ ۷)	آیت ۲ ۔ و باب ۱۲ ۔ آیت ۳۲ میں ذکر ہے ۔ و مکاشفات باب ۱۲ ۔ آیت ۱۸ ۔ وغیرہ میں انجیل کی حفاظت ان کے

سپرد ہونے کا ذکر ہے۔

اور واقعہ اور نفس الامر بھی اس حفاظت الٰہی کے اٹھائے جانے پر شاہد ہے۔ ایک مدت سے روئے زمین پر اصلی و محفوظ انجیل منزل من جانب اللہ کا نام و نشان نہیں ہر جو انجیل موجود ہے وہ حضرت عیسی کے بعد اوروں کی تصنیف ہے۔ سو بھی اکثر تراجم ہیں جنمیں ہمیشہ بدلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اور ان میں تحریفیں واقع ہوتی ہیں۔ جن کو انجیل والوں نے دبی زبان سے اور کاتب غلطی کے نام سے مان لیا ہوا ہے۔ بعض انجیلوں (متی کی انجیل) کی اصلیت صفحہ ہستی سے ایسی محو ہوئی ہے۔ کہ اوس کی اصلی زبان عبرانی کا کہیں پتہ نہیں۔ اوس کی موجودہ عبرانی یونانی کا ترجمہ ہے۔ اور مترجم کا پتہ نہیں کہ کون تھا۔

اس اجمال کی تفصیل مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم کی کتابوں اعجاز عیسوی وغیرہ میں ہے۔ اور ہمارے اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۶ میں بھی کسی قدر اسکا ذکر ہے۔

اس موقعہ پر عیسائی مسلمانوں کو یہ کہتے ہیں کہ اگر ہماری انجیل اصلی نہیں تو تم بتاؤ اصلی کہاں ہے۔

یہ سوال اُن کا عجیب سوال ہے۔ اور داب مناظرہ سے ناواقف ہونے پر مبنی ہے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ بار ثبوت مدعی پر ہوتا ہے۔ نہ منکر پر۔ مدعی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ انجیل وہی ہے۔ جس کا مسیح پر نازل ہونا قرآن کی اس آیت میں

وقفینا علیٰ ثارھم بعیسی ابن	مذکور ہے۔ جسکا ترجمہ یہ ہے۔ کہ ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مریم مصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ واتیناہ الانجیل فیہ ھدی ونور (مائدہ - ع - ۷ -)	نبیوں کے پیچھے ہم نے عیسےٰ بن مریم کو بھیجا توراۃ کو جو اوس کے آگے تھی سچا کرنے والا ہم نے اوس کو

انجیل دی جسمیں ہدایت و نور ہے۔

مسلمان اس دعوے کے منکر ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ انجیل بعینہ وہ نہیں ہے جو مسیح پر اوتری تھی۔ بلکہ یہ متی وغیرہ کی تصنیف انجیل ہے۔ چنانچہ یہ انجیل خود ناطق وشاہد ہے۔ اس میں شائد اصلی انجیل کا کوئی ورس ہو۔ اس انکار کے مقابلہ میں عیسائیوں کا یہ کہنا کہ یہ انجیل اصلی نہیں۔ تو اصلی انجیل تم نکال کر دکھاؤ۔ خلاف عقل و داب مناظرہ ہے۔

مسلمان اس انجیل کے محافظ و پیرو ہوتے۔ اور اس انجیل کو اپنا دستور العمل بنانے کے خدا کی طرف سے مامور ہوتے۔ تو اوسوقت وہ اس سوال کا محل ہو سکتے۔

مسلمانوں کا توریت وانجیل کی پیروی کرنا قرآن ہی کے ذریعہ سے اور اوس کے ضمن میں ہے۔ لہذا مسلمانوں کی انجیل بھی قرآن ہے۔ اون کی توریت یہی قرآن ہے۔ اون کی زبور بھی قرآن ہے۔ وعلے ہذا القیاس مسلمانوں کے پیش کردہ ونشان دادہ انجیل کو مان لینا ہو تو اسی قرآن کو انجیل مان لو۔

اگر انجیل کی عدم حفاظت اور بمقابلہ اسکے قرآن کی حفاظت پر کسی کے دلمیں یہ اعتراض پیدا ہو۔ کہ یہ سب کتابیں خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھیں۔ تو خدا نے ان سب کی حفاظت یکسان کیون نہ کی تو اسکا جواب وہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ جلد ۱۱ کے صفحہ ۱۴۳ - وغیرہ میں دیکھ لے۔ اسکا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ قدرتی امر ہے اسکا جواب ہمارے ذمہ نہیں ہے۔ وبہذا اس قدر کہا جاسکتا ہے۔ کہ قرآن کے بعد کوئی کتاب آسمانی اور آنحضرت کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا۔ اور اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دین محمدی کو قیامت تک قایم و مستقیم رکھنا خدا کو منظور تھا - اس لئے اوس کی حفاظت کو خدا نے اپنے ذمہ لے لیا - اور توریت و انجیل کے بعد قرآن اور آنحضرت کو بھیجنا خدا کے علم مقدر و مقرر تھا - اس لئے خدا تعالے نے اون کی حفاظت کو اون لوگوں نے سپرد کیا - اپنے ذمہ نہ لیا - (جیسے کوئی حاذق حکیم کسی بیمار کا علاج ایک نسخہ سے عارضی طور پر چند روزہ کرنا چاہتا ہے - اور اسکے بعد دوسرے نسخہ عمدہ اور دائم الاثر سے علاج کا ارادہ رکھتا ہے - تو اس پہلے نسخہ کی حفاظت کا چنداں اہتمام نہیں کرتا - اس اصول کے مطابق خدا تعالے نے حفاظت کتب مذکورہ کا اہتمام خود نہ کیا اون ہی لوگوں کے سپرد کیا - پھر جب انہوں نے حفاظت میں قصور کیا تو اس قصور کی اصلاح کے لئے قرآن مجید اور آنحضرت کو بھیجدیا - جو ان کتابوں پر خدا کی طرف سے محافظ و قاضی و حاکم و مصلح ہو کر آئے -

آنحضرت اور قرآن کے اس منصب سے آیات ذیل خبر دیتی ہیں -

ان هذا القرآن يقص على بني اسرائيل اكثر الذي هم فيه يختلفون (النمل - ع - ٦)

ایک آیت میں ارشاد ہے - یہ قرآن بنی اسرائیل کے اکثر اختلافات (جو کتاب کے احکام میں تصرف کرکے وہ کر رہے ہیں) فیصلہ کرتا ہے - (یعنے حق ظاہر کرتا ہے)

ایک آیت میں ارشاد ہے - ہم نے تجھ پر کتاب اوتاری ہے - سچی کرنیوالے

وانزلنا اليك الكتب مصدقا لما بين يديه ومهيمنا عليه فاحكم بينهم بما انزل الله ولا تتبع اهواءهم عما جاءك من الحق وان احكم بينهم بما انزل الله

اون کتابوں کو جو اسکے آگے ہیں (یعنے اون کے احکام کو جو تصرف سے محفوظ ہیں) اور اون کی محافظ ہے - پس تو ان ہی احکام کی پیروی کر جو تیری طرف اوتاری گئی ہیں - اور حق چھوڑ کر لوگوں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ولا تتبع اھواءھم واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک فان تولوا فاعلم انما یرید اللہ ان یصیبھم ببعض ذنوبھم وان کثیراً منھم لفاسقون۔ (مایدہ۔ع۔۷۔)

خواہش پر نہ چل ان میں اس حکم کو جاری کر جو خدا نے اوتارا ہے۔ اور جو انہوں نے اپنی خواہش سے بنا لئے ہیں۔ انکی پیروی نہ کر اور اس سے بچ جا۔ کہ وہ تجھے خدا کے اُتارے ہوے احکام سے بچلاویں یہ لوگ منہ پھیر لیں تو جان رکھ کہ خدا اون کو بعض گناہوں کی سبب مصیبت پہنچانا چاہتا ہے۔ اور اُن میں بہتیری خدا کے حکم برداری سے خارج ہیں۔

دوسری آیت کی تفسیر میں امام رازی نے کہا ہے۔ "مہیمن" کے

قال الخلیل وابو عبید یقال قد ھیمن الرجل یھیمن اذا کان رقیباً علی الشئ وشاھداً علیہ وحافظاً لہ قال حسان۔ ان الکتب مھیمن لنبینا الحق یعرفہ ذووالالباب۔ (کبیر صفحہ ۶۰۸ جلد ۳۔)

قال سعید بن المسیب والضحاک قاضیاً وقال الخلیل رقیباً وحافظا والمعانی متقاربۃ ومعنی الکل ان کل کتاب یشھد بصدق القرآن فھو کتاب اللہ والا فلا (معالم صفحہ ۲۸۶)

معنے رقیب اور گواہ اور محافظ کے ہیں۔ حسان شاعر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آنحضرت کی صفت میں کہا ہے۔ کہ خدا کی کتاب اوس کی مہیمن یعنے محافظ ہے۔ اور حق کو صاحبان عقل پہچانتے ہیں۔

تفسیر معالم التنزیل میں کہا ہے۔ سعید بن المسیب اور ضحاک تابعیوں نے کہا ہے مہیمناً کے معنے قاضی کے ہیں۔ خلیل نے کہا اسکے معنے رقیب اور نگہبان کے ہیں۔ یہ سب معانی قریب قریب ہیں۔ اور ان سب کے معنے یہ ہیں۔ کہ جس حکم ان کتابوں کی قرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تصدیق کرتا ہے۔ وہ حکم کتاب اللہ ہے نہیں۔ تو نہیں۔

پہلی آیت کی تفسیر میں فتح البیان میں کہا ہے۔ کہ اہل کتاب آپس میں متفرق ہو گئے اور گروہ گروہ بن گئے (مثلاً کوئی مسیح کو خدا کہتا ہے (جیسے پروٹسٹنٹ رومن کیتھلک وغیرہ) کوئی صرف بندہ و رسول (جیسے یونی ٹیرین) اور ایک دوسرے کو طعن کرتا ہے۔ اور وہ اس سے بیزار ہے۔ یونی ٹیرین دوسروں کو مشرک کہتے ہیں۔ وہ اون کو کافر قرآن اترا تو اوس نے حق حق بیان کر دیا۔ کہ مسیح خدا کا بندہ ہے۔ اور رسول۔ اگر وہ اس قرآن کو تھام لیں اور مان لیں تو اس سے ان کا اختلاف و تفرقہ دور ہو جائے۔

وذلك لان اهل الكتب تفرقوا فرقا وتحزبوا احزابا يلعن بعضهم على بعض ويتبرء بعضهم من بعض فنزل القران مبينا لما اختلفوا فيه من الحق فلو اخذوا به لوجدوا فيه ما يرفع اختلافهم ويدفع تفرقهم (فتح البیان صفحہ ۲۲۵ جلد ۳-)

ان آیات سے بنابر بیان مفسرین صاف ثابت ہے کہ قرآن پہلی کتابوں کی غلطیوں کی اصلاح کرنے والا ہے۔ اور اون پر قاضی و حاکم و رقیب ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس قوم کے مصلح و ریفارمر تھے۔ جو خدا کی طرف سے بنی ہو کر آئے۔ اور تصحیح اغلاط توریت انجیل اور اصلاح فساد یہود و نصارے کیلئے ایک جامع اور ہمیشہ کے لئے کار آمد نسخہ قرآن مجید لائے۔ اس وجہ سے پہلی کتابوں کی حفاظت کو خدا تعالے نے اپنے ذمہ نہ لیا تھا۔ آنحضرت کے مصلح ہونے کو محققین و منصفین اہل کتاب بھی مان چکے ہیں۔ اور صاف لکھ چکے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دین عیسوی کے مصلح و ریفارمر تھے۔ ان کے اقوال کی تفصیل چاہو تو اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۱ میں بصفحہ ۱۳۵ و ۲۷۶ دیکھو۔ اور ایک بڑی عجیب اور مخاطبین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر مؤثر شہادت مسٹر اکبر مسیح کا وہ قول یہی ہے جو صفحہ (۲۱ وغیرہ) گذر چکا ہے۔ اور جسمیں اُنہوں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ آنحضرت بڑے بھاری اور کار آمد مصلح تھے۔ اس قول میں جو مسٹر اکبر مسیح نے قرآن کو صرف انتخاب بیبل بنایا ہے۔ وہ اونکی کوتاہی نظر کا قصور ہے۔ وہ ان آیات کو جو ہم نے نقل کی ہیں پڑھتے اور ان جدید اصلاحوں کو جو احکام ان کتابوں کی نسبت آنحضرت سے عمل میں آئی ہیں غور سے دیکھتے تو قرآن کو خلاصہ بیبل نہ بتاتے۔ بلکہ ان کتابوں تکملہ کہتے۔ اور آنحضرت کو اُستاد مانتے نہ شاگرد۔

یہ قرآنی مسیح پر آنحضرت کی ترجیح کا بیان ہے۔ اب ہم انجیلی مسیح کی طرف متوجہ ہوتے ہیں

انجیلی مسیح پر آنحضرت کی عصمت میں ترجیح

اس عنوان سے جو ہم نے قایم کیا ہے۔ ہم کو شرم آتی ہے۔ اور خاتم المرسلین کے مقابلہ میں انجیلی مسیح کا نام لینا۔ ایک گستاخی معلوم ہوتی ہے۔ مگر مخالفین کی فہمائش و ہدائیت کے لئے مجبور ہو کر اسکی جرأت کرتے ہیں۔

انجیلی مسیح کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عصمت میں ہم موازنہ کرتے ہیں۔ تو ہم کو آسمان و زمین کا فرق نظر آتا ہے۔ اور بلا اختیار کہنا پڑتا ہے ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؀

سید المعصومین ختم المرسلین کی عصمت کا حال تو ناظرین دیکھ چکے ہیں۔ اب انجیلی مسیح کی عصمت کا نمونہ دیکھ لیں۔

نمونہ کا لفظ ہم نے اسلئے کہا ہے کہ اس کی تفصیل کی جو صرف انجیل سے ہو سکتی ہے بلکہ قبل از اتمام بحث قرآن مسٹر اکبر مسیح کیطرف سے ہم کو اجازت نہیں۔ لہذا بطور مشتے نمونہ خروارے و یکے از ہزار صرف دو تین مثالیں ذکر کرتے ہیں۔ آپ نے جو کچھ موجود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انجیلوں میں سکھایا اور بتایا۔ اس میں خطا سے کام لیا۔ حق و صواب تو اوس میں "کشعرة سوداء فی جلد ثور ابیض" ایسا نظر آتا ہے۔ جیسا سفید رنگ بیل کی کھال میں ایک سیاہ بال ہوتا ہے۔

(۱) اپنے خدا پر ایمان سکھایا۔ تو خدا تعالےٰ کو باپ اور اپنے آپ کو بیٹا کہہ کر سکھایا۔ جسکا نتیجہ یہ ظاہر ہوا۔ کہ کروڑوں بلکہ بیشمار مخلوقات نے اون کو ون اون تھری ایکل گاڈز یعنے تین مساوی درجہ کے تین خداؤں میں سے ایک خدا سمجھ لیا۔ اور خدا کی توحید کو جو پہلی کتابوں نے سکھلائی تھی چھوڑ کر شرک اختیار کر لیا۔ اکثر عیسائی فرقے رومن کیتھلک پروٹسٹنٹ اس شرک تثلیث میں مبتلا ہیں۔ از انجملہ اس شرک سے بچے ہیں تو مٹھی بھر یونی ٹیرین بچے۔ یہ غلطی و خطا ایسی ہے جسکے مرتکب مسیح نہ ایک بار نہ دو بار نہ دس بار نہ سو بار رہوئے۔ بلکہ تمام عمر اس میں بسر کر گئے۔ یہ اون کے خطا نہیں تو پھر دنیا میں اور خطا کا کوئی مصداق نہیں۔

مسٹر اکبر مسیح نے تنقیح الوہیت مسیح کے ضمیمہ میں اسلام اور برہمو ازم میں موازنہ و مقابلہ کرنے کے وقت مسیح کی تعلیم ابوت کو عیسائیت کا کمال قرار دیا ہے ہم اوسکو مسیح تعلیم کے سخت معایب اور نقایص سے شمار کرتے ہیں۔ یہ موقعہ اس امر کی تفصیلی بحث کا نہیں ہے۔ وہ بحث ہم پھر کرینگے۔ اور مسٹر اکبر مسیح کو دکھائیں گے کہ خدا کو باپ اور اپنے آپ کو بیٹا کہنا۔ اس درخت شرک کی جڑہ ہے۔ جسکو مسٹر اکبر مسیح اور دیگر یونی ٹیرین اوکھاڑنا چاہتے ہیں۔ قرآن نے اس جڑہ کو اکھاڑ دیا ہے۔ اور اس نقطہ سے جو مقصود بتایا جاتا (یعنے یہ کہ خدا محبت ہے) اوسکی تعلیم کو بھی ہاتھ سے نہیں دیا۔ اور خدا کی محبت و رحمت کو ان الفاظ سے ظاہر کیا۔ ان ربی رحیم ودود۔ یعنے بے شک میرا رب رحم کرنے والا۔ دوست رکھنے والا ہے۔ وھو الغفور الودود یعنے وہ گناہ معاف کرنے والا محبت کرنے والا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) انجیلی مسیح نے اخلاق کی تعلیم کی تو یہ بات کہی (متی ۵۔ آیت ۳۸) تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا ہے۔ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت ۳۹۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں۔ کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو تیری دہنی گال پر طمانچہ مارے۔ دوسرا اوس کی طرف پھیر دے۔ ۴۰۔ اور اگر کوئی چاہے کہ تجھ پر نالش کرکے تیری عبائی کو رتہ بھی اُسے لینے دے۔ ۴۱۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لے جاوے اوس کے ساتھ تو دو کوس چلا جا۔ × × ۴۲۔ تم سن چکے ہو کہ کہا گیا۔ اپنے پڑوسی سے دوستی رکھ۔ اور اپنے دشمن سے عداوت۔ ۴۴۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے پیار کر۔ اور جو تم پر لعنت کریں اون کے لئے برکت چاہو جو تم سے کینہ رکھیں اون کا بھلا کرو۔ اور جو تجھے دُکھ دیں اور ستاویں اون کے لئے دعا مانگو" اور یہ ایسی تعلیم ہے۔ کہ اُس پر عمل کرنا انسانی فطرت (نیچر) کے مخالف ہے۔ نہ کسی سے۔ (حتے کہ خود حضرت مسیح سے) اسپر عمل ہوا۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔

پچھلے اور آئندہ زمانہ کی بات کو جانے دیں اسوقت کے مقدس سے مقدس کسی پادری یا راہب کو عیسائی پیش کریں۔ اور اس کا اس تعلیم پر عمل مشاہدہ کرا دیں۔ ہم اوس کے منہ پر ایک طمانچہ مارینگے۔ پھر دیکھیں گے کہ وہ دوسرا گال ہماری طرف کا پھیرتا ہے۔ یا ہم کو پولیس کے حوالہ کرانا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ناقابل برداشت و ناممکن العمل تعلیم پر اسوقت بعض عیسائی متردد ہو کر اخباروں میں تحریریں چھپواتے ہیں۔ اور اون کے دوسرے بھائی اون کی آنکھیں پوچھتے ہیں۔

اور یہی وجہ ہے۔ کہ اسوقت عیسائی سلطنتوں کے آئیں و قانون میں بھی اس تعلیم پر عمل کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔ کیا ان سلطنتوں کے ارکان اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پارلیمنٹ کے ممبروں ہاؤس آف کامنز (عام ممبروں) یا ہاؤس "آف لارڈز (خاص وہ ممبر جو لاٹ کہلاتے ہیں) میں ایک آدمی بھی انجیل کی تعلیم پر ایمان نہیں رکھتا۔

اس تعلیم میں جیسا کہ انجیلی مسیح نے مقتضائے نیچر انسانی کا خلاف کا۔ حکم توریت کا بھی خلاف کیا۔ ومعہذا۔ یہ بھی کہدیا ہے (متی باب ۵۔ آیت ۔۱۷) یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے آیا نہیں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔ (۱۸) کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جاویں ایک لفظ یا شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹیگا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ پس جو کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے حکم کو ٹال دیوے اور ایسا ہی آدمیوں کو بہکاوے۔ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا پر جو کوئی عمل کرے اور سکھاوے وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائے گا۔ مگر عقلمند خوب جانتے وپہچانتے کہ یہ محض طفل تسلی ہے۔ اور درحقیقت انجیلی مسیح کو توریت کی تعلیم کو منسوخ کرنا منظور تھا۔ جو وقوع میں آگیا۔ توریت کا ایک حکم بھی عیسائی مذہب میں واجب العمل نہیں سمجھا گیا۔ چنانچہ اس امر کو ہم ایک مستقل مضمون میں بیان اور ثابت کریں گے انشاءاللہ تعالےٰ

سلہ ذیل میں ہم چند تمثیلات پیش کرتے ہیں جنہیں انجیلی مسیح نے توریت کے احکام کو ٹلایا۔ اور ایک طریق سے اوڑایا ہے۔ ازانجملہ حکم طلاق ہے جو استثناء باب ۲۴۔ آیت ۱ میں عموم کے ساتھ بیان ہوا ہے اس حکم کو انجیلی مسیح نے یوں اڑایا ہے۔ کہ طلاق کو صرف زنا سے مخصوص کیا۔ (دیکھو متی باب ۵ آیت ۳۱ و ۳۲۔)

وازانجملہ حکم تعظیم روز سبت ہے جو خروج باب ۱۶۔ آیت ۲۹ وغیرہ وباب ۲۰۔ آیت ۸ وغیرہ وباب ۳۱۔ آیت ۱۴ وغیرہ واستثناء باب ۵ آیت ۱۲ وغیرہ میں بیان ہوا ہے کہ اس دن کوئی دنیاوی کام

© rasailojaraid.com

حضرات ! اس حکم توریت کی تکمیل کی ہے تو قرآن کریم نے کی ہے۔ کہ حکم قصاص کو بھی برقرار رکھا۔ تاکہ اس سے ظالموں و بدمعاشوں کو ڈر رہے۔ اور سیاست مدن نہ ٹوٹے اور عفو و مسامحت کی تعلیم کو بھی ہاتھ سے نہیں دیا۔ تاکہ اخلاق و ہمدردی بھی فوت نہ ہو۔ اور صاف فرمایا کہ بدی کے بدلے ویسی ہی بدی ہے۔ پر جو معاف کرے اُس کا اجر خدا پر ہے۔

وجزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره على الله ۔ (شوریٰ ع ۴)

اور فرمایا خون کا بدلہ لینے میں تمہارے لئے زندگی ہے۔ (کہ ظالم اوس کے خوف سے تم کو قتل نہ کریں)

ولكم في القصاص حيوة يا اولي الالباب (بقرہ ۔ ع ۲۰۰۲ ۔)

اور فرمایا نیکی اور بدی یکساں نہیں۔ برائی کو نیکی سے روک۔ پھر جو تیرا دشمن ہے۔ وہ گرم جوش دوست بن جائے گا۔

ولا تستوي الحسنة ولا السيئة ادفع بالتي هي احسن فاذا الذي بينك وبينه عداوة كانه ولي حميم (حم السجدہ ۔ ع ۵ ۔)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۰)

نہ کریں حتے کہ کھانا بھی نہ پکا دیں۔ اس حکم کا خلاف انجیلی مسیح کے شاگردوں نے سبت کے دن لوگوں کے کھیتوں سے بالیں توڑ کر کیا۔ اور اون پر اعتراض ہوا تو انجیلی مسیح نے تین حجتوں سے اس حکم کو اوڑا دیا۔ ایک یہ کہ داؤد نے بھی خدا کے گھر کی روٹیاں کھائیں جو اُنکو جائز نہ تہیں۔ دوم یہ کہ کاہن سبت کے دن ہیکل کی تعظیم نہیں کرتے۔ سوم یہ کہ میں سبت کے دن کا بھی مالک ہوں (یعنے جو چاہوں سو کروں۔ متی باب ۱۲۔ آیت ۱ وغیرہ۔ واز انجملہ ہاتھ دہونے کا حکم ہے جو خروج باب ۳۰۔ آیت ۱۹ و ۲۰ و باب ۴۰۔ آیت ۳۰ و ۳۲ میں ہے۔ اور اسکے مطابق یہودی کہانا کہانیکے وقت ہاتھ دہوتے تھے۔ اس حکم کا خلاف مسیح کے شاگردوں نے کیا اور ناپاک ہاتھوں سے کہانا کہایا تو انجیلی مسیح نے اس حکم کو اس حجت سے اوڑا دیا کہ برے خیال کفر وغیرہ جو دل ہی سے نکلتے ہیں۔ یہی باتیں آدمی کو ناپاک کرتی ہیں ــ بن دہوئے ہاتھ کہانا کہانا آدمی کو ناپاک نہیں کرتا۔ (متی باب ۱۵۔ آیت ۱۹ و ۲۰) واز انجملہ حکم رجم ہے جو استثنا کے باب ۲۲۔ آیت ۲۲ میں ہے مسیح کے سامنے ایک عورت کے واقعہ میں یہ حکم پیش کیا گیا تو اوسکو انجیلی مسیح نے اس حجت سے ٹالا کہ جو تم میں سے بے گناہ ہو وہ اسکو پتھراؤ کرے۔ ان احکام توریت کے نظایر جنکو مسیح نے ٹالا انجیل میں اور بہت ہیں۔ مگر ہم اسمقام میں ان ہی چار تمثیلات کے بیان پر اکتفاء کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

اس تعلیم قرآن تعلیم و انجیل کا پورا موازنہ دیکھنا ہو تو ہمارا مضمون قرآن کے اخلاقی تعلیم بمقابلہ انجیل نمبر ۲ جلد ۶۔ اشاعۃ السنہ میں دیکھو۔

(۳) انجیلی مسیح نے معجزات دکھائے تو اوس میں عامہ خلایق کے اعتقاد و اخلاق دونوں کو تباہ کر دیا۔ اکثر معجزات دکھانے کے وقت اس امر کا اظہار نہ کیا۔ کہ میں عاجز بندہ ہوں۔ جو معجزہ دکھاتا ہوں خدا کے اذن و اختیار سے دکھاتا ہوں بلکہ اس میں اپنی حکومت و اختیار کا دعوے کیا۔ بلکہ یہ اختیار اوروں کو بھی بخشدیا اور یہ جتایا کہ بس میں ہی صاحب اختیار ہوں۔ جو چاہوں سو کروں۔ اور جس کو چاہوں صاحب اختیار بنا دوں۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ان معجزات اور اس دعوے اختیارات سے مشرک عیسائی (پروٹسٹنٹ رومن کیتھلک وغیرہ) اون کا خدا ہونا نکال رہے ہیں۔ اور موحد (یونی ٹیرین) ان کی تاویلیں کرکے اون کو توحید کی طرف بلاتے ہیں۔ پر وہ ایک نہیں سنتے۔

اور اگر انجیلی مسیح ہر ایک معجزہ دکھانے کے وقت ایسے کلمات کہتا جنسے اوس کا بندہ ہونا۔ اور خود مختار نہ ہونا ظاہر ہوتا تو یہ شرک کیوں پھیلتا۔

ان معجزات کی جنمیں مسیح نے خود مختاری ظاہر کی ہے بعض تمثیلات تقیہ مضمون عیسائیوں کے جنگ مقدس پر اسلامی رائے میں جو اسی جلد میں شایع ہوا ہے بیان ہوئی ہیں۔ جنسے ڈپٹی عبداللہ آتھم وغیرہ نے مسیح کا خدا ہونا نکالا تھا۔ اور ہم نے اور مسٹر اکبر مسیح نے اون کی تاویلیں کرکے اون کے استنباط کو غلط قرار دیا تھا۔ اس مقام میں چند تمثیلیں اور ایسی ذکر کی جاتی ہیں جنمیں انجیلی مسیح نے خدا کی سی خود مختاری کا دعوے کیا ہے۔

(الف) متی باب ۸ میں ہے (۲) ایک کوڑھے نے آکے اوسے سجدہ کیا۔ اور کہا اے خداوند اگر تو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۔ تب یسوع نے ہاتھ بڑہا کے اسے چھوا اور کہا میں چاہتا ہوں تو پاک صاف ہو اور وہیں اوسکا کوڑہ جاتا رہا۔

(ب) اور اوسکے باب ۹ ۔ میں ہے ۔ ۲ ۔ اور دیکھو ایک جھولے مارے کو جو چارپائی پر پڑا تھا۔ اس پاس لائے ۔ یسوع نے اوسکا ایمان دیکھ کر کہا ۔ اے بیٹے خاطر جمع رکھ تیرے گناہ معاف ہوئے ۔ ۳ ۔ اور دیکھو بعض فقیہوں نے اپنے دل میں کہا ۔ یہ کفر بکتا ہے ۔ ۴ ۔ یسوع نے اون کے خیال دریافت کرکے کہا تم کیوں اپنے دلوں میں بدگمانی کرتے ہو ۔ ۵ ۔ کیا کہنا آسان ہے ۔ یہ کہ تیرے گناہ معاف ہوئے ۔ یا یہ کہ اوٹھ اور چل ۔ لیکن تاکہ تم جانو کہ ابن آدم کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے ۔ اوس نے اوس جھولے مارے سے کہا اوٹھ اپنی چارپائی اوٹھا لے ۔ اور اپنے گھر چلا جا ۔ وہ اوٹھ کر چلا گیا ۔ اور

لوقا باب ۵ ۔ آیت ۲۱ ۔ میں ہے خدا کے سوا کون گناہوں کو معاف کر سکتا ہے

متی باب ۱۰ ۔ میں ہے ۔ پھر اوس نے بارہ شاگردوں کو بلا کے اُنہیں قدرت بخشی کہ ناپاک روحوں کو نکالیں ۔ اور ہر طرح کی بیماری اور دُکھ کو دور کریں ۔ ایسا ہی لوقا باب ۵ و ۹ میں ہے ۔ اسمیں یہ بھی ہے کہ اونہیں سب شیطانوں پر اختیار بخشا ۔

حضرات ناظرین ۔ یہاں تو انجیلی مسیح نے اپنے شاگردوں کو اپنی خدائی خودمختاری سے قدرت و اختیار بخشا ہے ۔ اور متی باب ۱۷ ۔ و لوقا باب ۱۷ میں اس بخشش کو جھٹلایا ۔ اور اون لوگوں کو جب اون سے ایک دیو نہ نکل سکا بے ایمان قرار دیا ۔ اور یہ ثابت کیا کہ وہ بخشش و اختیار واقعہ کے برخلاف تھا اور اس دعوے بخشش اختیار میں آپ سے خطا ہوئی ۔

متی باب ۱۷ ۔ کی عبارت یہ ہے ۔ ۱۸ ۔ تب یسوع نے دیو کو دھمکایا ۔ وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے نکل گیا۔ اور وہ چھوکرا اُسی گھڑی چنگا ہو گیا۔ ۱۹۔ تب شاگردوں نے یسوع پاس آکے کہا۔ ہم کیوں نکال نہ سکے۔ یسوع نے اُنہیں کہا۔ اپنی بے ایمانی کے سبب۔ کیونکہ میں سچ کہتا ہوں۔ اگر تمہیں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم اس پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جاتا۔ اور کوئی بات تمہاری ناممکن نہ ہوتی۔

یہ انجیلی مسیح کے ان معجزات کی تمثیلیں ہیں۔ جن کا عیسائیوں کے ایمان پر شرکیہ اثر ظاہر ہوا ہے۔

اب ایک مثال ایسے معجزات کی بیان کیجاتی ہے جنسے اونکے اخلاق پر اثر کیا ہے۔ اور اس سے انجیلی مسیح کے اخلاق پر بھی دھبہ لگتا ہے۔ یوحنا باب ۲۔ میں ہے۔ اور تیسرے دن قانائے جلیل میں کسی کا بیاہ ہوا۔ اور یسوع کی ماں وہاں تھی۔ اور یسوع اور اوس کے شاگردوں کی بھی اس بیاہ میں دعوت تھی۔ اور جب مے گھٹ گئی یسوع کی ماں نے اس سے کہا۔ کہ اون کے پاس مے نہ رہی۔ ۴۔ یسوع نے اوس سے کہا۔ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام؟ میرا وقت ہنوز نہیں آیا ہے۔ اس کی ماں نے خادموں سے کہا۔ جو کچھ وہ تمہیں کہے سو کرو۔ ۶۔ اور وہاں پتھر کے چھ مٹکے طہارت کے لئے یہودیوں کے دستور کے موافق دھرے تھے۔ اور ہر ایک میں دو یا تین من کی سمائی تھی۔ ۷۔ یسوع نے اُنہیں کہا مٹکوں میں پانی بھر دو۔ سو اُنھوں نے اون کو لبالب بھرا۔ ۸۔ پھر اوس نے اونہیں کہا۔ کہ اب نکالو۔ اور مجلس کے سردار پاس لیجاؤ اور وے لیگئے۔ ۹۔ جب میر مجلس نے وہ پانی جو مے بن گیا تھا چکھا۔ الخ

اس معجزہ انجیلی مسیح کا پہلا اخلاقی اثر تو یہ ہوا۔ کہ آپ خود بذاتہ اس شراب سے نہ بچ سکے۔ اور اپنے وقت میں اپنے معاصرین سے شرابی کا خطاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاسئے (لوقا ۴-۳ ملاحظہ ہو۔)
آپ نے اس موقعہ پر اون کے لئے معجزہ سے شراب بنادی تو ضروری تھا کہ آپ خود بھی اس معجزہ او آسمانی برکت کے اثر سے فیضیاب ہوتے۔ اور خدا کی دی ہوئی پاک شراب نوش جان فرماتے۔ اور چونکہ آپ اون شراب خواروں کے مدعو تھے۔ اور اون کے اس فعل شراب خواری کے ممد و معاون تھے۔ اور اون کی شراب گھٹ گئی تو اون کی والدہ ماجدہ نے سفارش کی آپ نے اُنکی سفارش تو روکھے اور پھیکے جواب سے رد کردی۔ ا وراس جواب میں والدہ ماجدہ کی سخت بے تعظیمی کی ہے (چنانچہ صفحہ (۲۲۵) میں مفصل بیان ہوگا۔) مگر اون کے لئے معجزہ سے شراب بنادی۔ اس سے بھی بحکم اس انگریزی مثل مشہور کے۔ امین ازنوت بائی ھز کمپنی۔ یقین ہوتا ہے کہ آپ خود بھی شراب نوش جان فرماتے ہوں گے۔ اور بعید نہیں کہ وہ روکھا سوکھا۔ اور بے تعظیمی کا بھرا ہوا جواب آپنے شراب کے لنشہ میں دیا ہو۔
پھر عیسائیوں کے اخلاق پر یہ اثر ہوا۔ کہ اس ام الخبائث شراب کو جان کی گتھی بنا رکھا ہے۔ عیسائیوں میں فی لاکھ ایک شخص ایسا نہ ہوگا۔ جو شراب پیتا نہ ہوگا۔ عوام کا ذکر نہیں۔ خواص پادری جو مقدس کہلاتے ہیں۔ وہ اس سے کم بچتے ہیں۔ اور نہیں تو عشاء* ربانی میں جو انکا مذہبی شعار ہے۔ تو اوسکو ضرور چکھ لیتے ہیں۔ اور کیوں نہ چکھیں اور کس لئے بچیں یہ معجزہ (جو خدا کا فعل تصدیق نبوت و بقول عیسائیاں تائید ابوت خدا و بنوت مسیح کے لئے ظاہر ہوا تھا۔) اسکا حامی ہوا۔ تو پھر اوس کی اچھائی میں کیا شک رہا۔ اسوقت جو یوروپ میں قباحت و ممانعت شراب کا خیال پیدا ہوگیا ہے۔ اور جابجا ٹمپرنس سوسائٹیاں قایم ہوئی ہیں۔ یہ قرآن کریم اور ختم المرسلین و سید المعصومین کے تعلیم کے اثر و فیض

* عیسائیوں کی نمازوں و دعاؤں کی کتاب موسوم بدعاعیم کا صفحہ (۱۱۸) ملاحظہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وبرکت ہے - جو شرفا وغربا پھیل گیا ہے - اس شراب خانہ کی خرابیاں وبرائیاں ایسے مخفی نہیں - کہ ہم اس مقام میں اون کو بیان کریں - یہ خرابیان جو عیسائیوں میں پھیلی ہوئی ہیں - وہ اسی معجزانہ تعلیم انجیل مسیح کا نتیجہ ہے - اس تعلیم اعتقاد وتعلیم اخلاق ومعجزات انجیلی مسیح کو قرآنی مسیح نے خود رد کیا - اور خطا قرار دیا ہے - چنانچہ قرآن کریم قرآن کی آیات ذیل میں اون کے اقوال منقول ہیں - اور قرآن نے بھی اون کے رد وابطال میں کمال اہتمام کیا ہو اولاً قرآن سے اقوال مسیحی نقل کئے جاتے ہیں - پھر قرآن کا اپنا بیان منقول ہوگا -

قرآنی مسیح کا اقوال انجیلی مسیح کی تعلیم کو رد کرنا

(۱) انی قد جئتکم باٰیة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیھا فیکون طیرا باذن اللہ وابرئ الاکمه والابرص واحیی الموتی باذن اللہ × × ان اللہ ربی وربکم فاعبدوه ھذا صراط مستقیم (آل عمران - ع ۵ -)

(۲) وقال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم انه من یشرك باللہ فقد حرم علیه الجنة وماواه النار وما للظالمین من

(۱) میں تمہارے پاس خدا کیطرف سے یہ نشان لایا ہوں - کہ میں مٹی سے جانور کی شکل بناتا ہوں - پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرند بن جاتا ہے - اور میں خدا کے حکم سے مادرزاد اندھے - اور کوڑھے کو اچھا - اور مردہ کو زندہ کرتا ہوں - اللہ تعالے میرا اور تمہارا رب ہے - پس اسی کی عبادت کرو - یہی ہے سیدہی راہ -

(۲) مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انصار۔ (مائدہ۔ع۔۱۰۔)

(۳) واذ قال اللہ یا عیسی بن مریم
ءانت قلت للناس اتخذونی وامی
الٰهین من دون اللہ قال سبحانک
مایکون لی ان اقول مالیس بحق
ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم
مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسک
انک انت علام الغیوب ماقلت
لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدو اللہ
ربی وربکم (مائدہ۔ع۔۱۶۔)

خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔جس نے خدا کا شریک ٹھرایا۔اُسپر خدا نے بہشت کو حرام کیا۔اور اُسکا ٹھکانا آگ ہے۔

(۳) جب خداتعالےٰ عیسےٰ کو کہیگا کیا تونے کہا تھا۔کہ مجھے اور میری ما کو خدا کے سوا معبود بنانا وہ کہے گا اے خدا تو پاک ہے۔مجھے لائق نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جو میرا حق نہ تھی۔ میں نے اگر کہا ہے تو تو جانتا ہے تو میرے جی کی سب باتیں جانتا ہے۔میں تیرے جی کی باتیں نہیں جانتا تو ہی غیب جاننے والا ہے میں نے تو اون کو وہی کہا تھا جو تو نے مجھے حکم دیا تھا۔کہ خدا کی پوجا کرو جو تمہارا اور میرا رب ہے۔

(۴) انی عبد اللہ اٰتانی الکتاب
وجعلنی نبیا۔ (مریم۔ع۔۲۔)

(۵) یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ
الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراة
ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ
احمد (الصف۔ع۔۱۔)

(۴) میں خدا کا بندہ ہوں مجھے اوسنے کتاب دی اور نبی کیا۔

(۵) اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں۔توریت کو جو میرے آگے ہے سچا کرنے والا اور ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے بشارت دینے والا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآنی اقوال انجیلی مسیح کی تعلیم مذکور کے رد میں

(۱) قالوا اتخذ الله ولداً سبحانه بل له ما فی السموات والارض کل له قانتون (بقرہ ع ۱۴)

(۱) وہ کہتے ہیں کہ خدا بیٹا رکھتا ہے خدا اس سے پاک ہے۔ آسمان و زمین میں جو ہے اوسکی ملک ہے۔ اور سب مطیع (پھر وہ بیٹے کیونکر ہو سکتے ہیں)۔

(۲) ما کان لبشر ان یؤتیه الله الکتب والحکم والنبوة ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون الله ولکن کونوا ربانیین (آل عمران ع ۸)

(۲) کسی بشر کو لایق نہیں کہ خدا اوسکو کتاب اور حکم اور نبوت عطا کرے۔ پھر وہ لوگوں کو کہے کہ تم خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ لیکن وہ یہی کہے گا کہ تم اللہ والے بنجاؤ۔

(۳) ان مثل عیسی عند الله کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون (آل عمران ع ۶)

(۳) عیسے کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کیسی ہے۔ جسکو خدا نے (بلا مادر و پدر) مٹی سے بنایا۔ پھر کہا زندہ ہو جا۔ پھر وہ زندہ ہو گیا۔

(۴) لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً لله ولا الملائکة المقربون (ن ع ۲۴)

(۴) مسیح خدا کا بندہ ہونے سے ہرگز نہیں اتراتا۔ اور نہ قرب والے فرشتے۔

(۵) لقد کفر الذین قالوا ان الله هو المسیح بن مریم قل فمن یملک من الله شیئاً ان اراد ان یهلک المسیح بن مریم وامه (مایدہ ع ۳)

(۵) بے شک وہ کافر ہو چکے جو کہتے ہیں مسیح خدا ہے تو اون کو کہہ دے خدا سے کون بچاوے اگر خدا مسیح کو اور اوسکی ماں کو ہلاک کر دے۔

(۶) لقد کفر الذین قالوا ان الله ثالث

(۶) بے شک وہ کافر ہو چکے جو کہتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثالث ثلثة وما من اله الا اله واحد × ×
ما المسيح ابن مريم الا رسول قد خلت
من قبله الرسل وامه الصديقة
كانا ياكلان الطعام (مائده - ع - ۱۰)

ہیں - خدا تین خداؤں میں سے تیسرا خدا
ہے - خدا تو (صرف) ایک ہے -
مسیح اور کچھ نہیں - مگر ایک رسول جس کے
پہلے بھی رسول گذرے - اور اوس کی ما
ایک راست باز تھی - دونو کھانا کھاتے
تھے - (یعنے بول و براز کرتے تھے - پھر وہ
خدا کیونکر ہوا -)

(۷) اذ قال الله يا عيسى ابن مريم
اذكر نعمتي عليك وعلى والدتك اذ
ايدتك بروح القدس تكلم الناس
في المهد وكهلا واذ علمتك
الكتب والحكمة والتوراة والانجيل
واذ تخلق من الطين كهيئة الطير
فتنفخ فيها فتكون طيرا باذني و
تبرئ الاكمه والابرص باذني
واذ تخرج الموتى باذني (مائده - ع ۱۵)

(۷) جب خدا نے کہا اے عیسے میری
مہربانی کو یاد کر - جو تجھ پر اور تیری والدہ
پر ہوئی - جبکہ تیری مدد کی روح القدس
(جبرائیل) سے تو گہوارہ میں اور بڑی عمر
میں (دکھیاں) کلام کرتا تھا - جب تجھے
لکھنا اور دانائی اور توریت اور انجیل
سکھائی - جب تو مٹی سے جانور کی شکل بناتا تھا - پھر اسمیں پھونک مارتا تو وہ میرے
حکم سے جانور بن جاتا - اور جب اندہے مادرزاد اور کوڑہے کو میرے حکم سے اچھا
کرتا تھا - اور جب تو میرے حکم سے مردہ کو زندہ کرتا تھا -

(۸) انی یکون له ولد ولم تكن له صاحبة
(انعام - ع - ۱۳)

(۸) اُسکے لئے بیٹا کیونکر ہو - اوس کی
جورو تو ہی نہیں تھی - یہ اسلئے فرمایا - کہ
خدا کے لئے ایسا بیٹا تجویز کرنا جو اس سے جیسا ہو اور اوسکا ہمجنس کہلاوے - رب ہی
ہو سکتا ہے کہ خدا کی جورو بھی ہو - باپ کے ہمتا و ہم کفو و ہم جنس بیٹے کے لئے اوسکی
جورو کا ہونا لازم - اور موقوف علیہ ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسٹر اکبر مسیح نے اس ملازمت کو نہیں سمجھا - اور ضمیمہ تنقیح الوہیت مسیح میں قرآن کی اس آیت پر یہ اعتراض کر دیا ہے - کہ عیسائی خدا کے فرزندوں کو لہو اور جسم کی خواہش سے نہیں مانتے - بلکہ روحانی فرزند جانتے ہیں - اور اسپر یوحنا ۱/۱۲ اور روم ۸/۱۴ کا حوالہ دیا - مگر افسوس! مسٹر اکبر مسیح کو یہ معلوم نہیں کہ کسی شخص کے اعتقاد یا قول پر کوئی الزام یا اعتراض اس امر پر موقوف نہیں ہے کہ جو بات اوسکو کہی جاوے وہ اوسکے صریح قول و مسلمات سے ہو - بلکہ جو بات اسکے قول یا اعتقاد کا مفہوم و مستلزم ہو اوسکا الزام بھی اسپر عاید ہوتا ہے - مثلاً ایک شخص اپنے باپ کو باپ جانتا اور مانتا ہے مگر وہ اسکا نافرمان و بدگمان ہے - اور اپنی جان و مال کی حفاظت میں اسپر اعتماد و بھروسہ نہیں کرتا - اسکا باپ اوس کو یہہ کہہ سکتا - اور الزام دیسکتا ہے کہ کیا تم مجھے اپنا باپ نہیں جانتے - اجنبی یا دشمن خیال کرتے ہو - تم تو میرے جنے ہو - کسی اور کے نطفہ تو نہیں ہو جس کی وجہ یہی ہے - کہ باپ پر اعتماد نہ کرنا اوسکو دشمن و اجنبی جاننے کا مستلزم ہے - اور یہ بتا رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسرا کا تخم سمجھتا ہے -

مسٹر اکبر مسیح نے یوحنا و روم کی عبارت کو اپنے خیال کی تائید میں نقل تو کر دیا مگر اتنا نہ سوچا کہ خدا کو باپ اور مسیح کو بیٹا کہنے والے روئی مس پر کتنے ہیں - اور انجیل یوحنا و رومی کو پڑھنے والے - اور یہہ سمجھنے والے کہ یہاں بیٹے سے صرف روحانی بیٹا مراد ہے - نہ جسمانی کتنے ہیں - پھر روحانی بیٹا سمجھنے والوں میں مسیح کے بیٹے ہونے کو صرف اوّل درجہ کے محبوب کے معنے میں سمجھنے والے کتنے ہیں - اور ہم جنس ہمتا و ہم کفو سمجھنے والے کتنے -

اکثر عیسائی لوگ جوان پڑھ ہیں - اور روحانی بیٹا سمجھنے والوں میں سے جو مسیح کو خدا کا ہمتا سمجھتے ہیں - ان لوگوں کے عقیدہ اس امر کا مستلزم ہے - کہ مسیح خدا سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسا پیدا ہوا ہے جیسے وہ اپنے باپ سے خصوصاً اسحالتمیں کہ وہ مسیح کو خدا سے متولد بھی کہتے ہیں* - جبکہ خدا تعالے نے اون کو الزام دیا کہ اسکا بیٹا کیونکر ہو - اوسکی جورو تو ہے ہی نہیں پھر یہ الزام کیوں بے جا ہے - ؎ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست -

انجیلی مسیح کے معجزہ شراب سازی کے (جس سے اس کی اباحت نکلتی ہی)

رو میں قرآن نے یہ فرمایا ہے - کہ شراب - جوا - تھان - پایت اور پالنسی ناپاک ہیں شیطانی کام اون سے بچو تاکہ نجات پاؤ -

> انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (مائدہ - ع ۱۲ -)

اور انجیلی مسیح کی تعلیم اخلاق کے رو میں قرآن کی ہدایت صفحہ (۲۱۱) میں گذر چکی ہے -

بالجملہ انجیلی مسیح کے جملہ امور کو جو مذکور ہوئے قرآنی مسیح نے اور قرآن نے خطا قرار دیا ہے - نہ وہ خطا جو عمد کے مقابلہ میں ہوتا ہے - بلکہ یہاں خطا سے گمراہی و سرکشی و فساد کیشی مراد ہے - لہذا اس مسیح کو عصمت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسبت نہیں ہے - راجح و مرجوح کی آپ سے نسبت ہے تو اس مسیح کو جو قرآنی مسیح ہے - **عیسائی مسلمانوں کو** ہمیشہ سے دھوکھ دیتے ہیں ان سے قرآنی مسیح اور اوس کی اصلی انجیل کی سچائی تسلیم کراتے ہیں - اور اسکا مصداق انجیلی مسیح اور اوسکی بناوٹی انجیل کو قرار دے کر اس تسلیم اہل اسلام کو اودہر کھینچ لیجاتے ہیں - ہمارے اس مضمون کو اہل اسلام غور سے پڑہیں گے - اور قرآنی مسیح اور انجیلی مسیح میں تفرقہ جو ہمنے بیان کیا ہے خیال میں رکھینگے تو ہرگز اون کے دام میں نہ پھینسنگے انشاء اللہ تعالے -

اس بحث سے ثابت ہوا کہ عصمت کے باب میں ترجیح کی طرف رجوع کیا جائے اور اسمیں قرآن کا فیصلہ دیکھا جائے تو اس سے آنحضرت کی مسیح پر ترجیح ثابت ہوتی ہے

* عیسائیوں کی کتاب دعائے عمیم ص... میں صاف لکھا ہے " اور ایک خداوند یسوع مسیح پر جو خدا کا اکلوتا ہی متولد بیٹا ہے سب عالموں کے پیشتر اپنے باپ سے متولد ہوا "

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ قرآنی بحث کا اختتام ہے جسمیں یہ باتیں بخوبی ثابت ہوگئیں۔ (۱) حضرات انبیاء علیہم السلام سب کے سب معصوم ہیں۔ ان ہی میں سے حضرت مسیح بھی داخل ہیں (یعنی جو قرآنی مسیح ہیں)۔ (۲) اونکو وصف عصمت میں اور انبیاء پر کوئی مزیت و فوقیت نہیں ہے۔ (۳) یہ مزیت ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے جنکی عصمت کا خدا تعالےٰ نے بڑا اہتمام کیا۔ اور اس سے ہم کو آگاہ کیا (۴) یہ امر نہ حضرت مسیح کی نسبت پایا گیا ہے نہ کسی اور نبی کے (۵) قرآنی مسیح سے علیحدہ ایک انجیلی مسیح ہے اوس کی آنحضرتؐ سے کوئی نسبت نہیں۔ اور نہ اوسکا عصمت سے کوئی تعلق ہے اس نے تو لوگوں کے لئے شرک وکفر و بداخلاقی اور بدعملی کا دروازہ کھول دیا۔ نہیں نہیں توڑ دیا ہے۔ جواب بند نہیں ہوسکتا۔

اب ہم انجیلی بحث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور انجیل سے یہ ثابت کردکھاتے ہیں کہ انجیلی مسیح صاحب نہ صرف خطاء کار بلکہ گناہگار تھے۔ کیونکہ قرآنی بحث سے اب ہم فارغ ہوئے ہیں۔ اور ہمارے مخاطب مسٹر اکبر مسیح تو مدت ہوئی اس بحث کو ختم شدہ سمجھ کر انجیلی بحث کی اجازت دے چکے تھے۔ مگر چونکہ اسوقت تک قرآنی بحث ختم ہونا تو کجا شروع بھی نہیں ہوئی تھی۔ اور ہم نے کوئی دلیل قرآنی اون کے دعوے کے مقابلہ پر پیش نہ کی تھی۔ صرف اون کے دلائل پر اسقدر نکتہ چینی کی تھی کہ آپکے دلائل آپ کے دعوے کے مثبت نہیں ہے۔ آپ اون کو واپس لیں۔ اُنہوں نے جلدی بازی بے صبری و کم حوصلگی اختیار کی۔ اور اسیقدر نکتہ چینی کو آخری حد بحث قرآنی قرار دیکر ہماری اجازت کے بغیر رسالہ کشف الحقایق عیسوی کے ذریعہ سے اوسکی اشاعت کردی۔ اور پھر خط ۱۶۔ اگست ۱۸۹۶ء میں ہم کو یہ بات لکھدی کہ "عصمت مسیح پر بربنار قرآن بحث ہوچکی ہے۔ اب آپ انجیل سے ثابت کریں کہ حضرت مسیح معصوم نہ تھے۔ اور وہ بارہا مرتکب خطا ہوئے"۔ اور آپکے دوسرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھائیوں جلد باز عیسائیوں نے اون کی فرضی و خیالی بحث پر ایسی آرنی بھی شروع کر دی۔ صاحب کشف نے اپنے نوٹ مندرجہ نمبر ۸ جلد ۲ کے صفحہ ۱۱۶ کشف میں مرزا غلام احمد ساکن قادیاں (جو اسلام سے باضابطہ و باتفاق جمہور اہل اسلام خارج کئے گئے ہیں۔ اور در حقیقت وہ بھی ایک چھپے عیسائی ہیں۔ چنانچہ صفحہ (۱۰۶) نمبر (۷) جلد (۱۶) اشاعۃ السنہ میں بیان ہوا۔) نقل کیا ہے۔ کہ اُنہوں نے مولانا محمد حسین صاحب کے دلائل کو بمقابلہ مسٹر اکبر مسیح کمزور اور ضعیف کہا ہے۔ پھر اپنے نوٹ مندرجہ نمبر ۹ جلد ۲ کے صفحہ ۱۳۱ میں کہا۔ کہ ناظرین خود دیکھ لیں گے۔ کہ کس کی دلیلوں کا پلہ جھکا ہوا ہے"۔ اور کسی صاحب نے یہ خیال نہ فرمایا۔ کہ ابو سعید محمد حسین نے اپنی تحریرات میں جو کشف میں مشتہر ہوئی ہیں کونسی دلیل پیش کی ہے جنکا دلائل مسٹر اکبر مسیح سے مقابلہ و موازنہ کیا جاتا ہے۔ اون کی تحریر میں تو ایک دلیل بھی بیان نہیں ہوئی۔ ہم موازنہ کن کن دلائل میں کرتے ہیں۔؟۔

آن حضرات کو چاہیئے۔ کہ اگر حوصلہ ہے تو آپ موازنہ کریں۔ اور صاف صاف انصاف سے بتادیں کہ کس کی دلیلوں کا پلہ جھکا ہوا ہے۔ ہم نے اس جلد بازی کی پروا نہ کی۔ اور مسٹر اکبر مسیح کے خط مذکور کو قبل از وقت سمجھ کر اسکا جواب تو کجا رسید تک نہ دی۔.۔

اب ہم نے قرآنی بحث ختم کی ہے۔ تو اس خط کا جواب دیتے ہیں۔ اور انجیلی بحث کو شروع کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

مسٹر اکبر مسیح اس خط ۱۶۔ اگست ۱۸۹۶ء میں لکھتے ہیں۔

میں دعوے کرتا ہوں کہ آپ انجیل سے کوئی آیت نہیں نکال سکتے جس سے یہ ثابت ہو۔ کہ خداوند مسیح اپنے تئیں کسی معنے میں غیر معصوم خاطی یا عاصی جانتے ہیں۔ یا وہ اپنے کسی قول یا فعل کو خدا کی مرضی اور خوشنودی کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور انبیاء کی عدم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عصمت پر ہم اسی قسم کا استدلال کرتے ہیں۔ برخلاف اسکے انجیل میں مسیح خداوند کے ایسے اقوال ہم کو ملتے ہیں "میں ہمیشہ وہی کام کرتا ہوں جو باپ کو پسند آتے ہیں۔ یوحنا (د ٨/٢٩) میں اپنی مرضی کو نہیں بلکہ باپ کی مرضی کو جس نے مجھے بھیجا ہے۔ چاہتا ہوں (د ٥/٣٠) میں نے اپنے باپ کے حکموں پر عمل کیا۔ اور اوس کی محبت میں قایم ہوں (د ١٥/١٠) اور وہ اپنے بڑے بڑے دشمنوں کے مُنہ پر کہتے ہیں۔ کون تم میں سے مجھ پر گناہ ثابت کرتا ہے۔ (د ٨/٤٦) پس روح اللہ اور کلمۃ اللہ اپنی حقیقی عصمت پر خود یوں گواہ ہے۔ اور آسمانی شہادت خدا کی اون کے حق میں انجیل میں یوں گونج رہی ہے۔ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں۔ متی (٣/١٧) میرا خادم جسے میں نے چنا۔ اور میرا پیارا جس سے میرا دل خوش ہے ١- (١٢/١٨) یہ سٹر اکبر مسیح کا آخری کلام ہے۔ جو ان ہی کے الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں خاکسار ملتمس ہے کہ آپ نے ثبوت عدم عصمت انجیلی مسیح کو اس قسم کے استدلال سے کیوں مخصوص کیا۔ کہ وہ اپنی زبان سے اپنے غیر معصوم یا خاطی یا عاصی ہونے کا اقرار کریں۔ اور میرے اس قول خط ١٥۔ جنوری ١٨٩٦ء منقولہ کشف نمبر ۷ جلد ۲ صفحہ ١٠٦۔ و نمبر ۶ جلد ١٧ صفحہ (١٩٣) اشاعۃ السنہ کہ مجھے اجازت دیں کہ میں انجیل سے ثابت کروں کہ حضرت مسیح علی نبینا و علیہ السلام ان معنے کر جو آپ نے تجویز کئے ہیں معصوم نہ تھے۔ اور وہ بارہا مرتکب خطا ہوئے" جس کا آپ نے اپنے اس خط میں بھی اقتباس کیا ہے۔ کالحاظ فرماکر مجھے یہ اختیار عام کیوں نہ دیا۔ کہ میں انجیل کی آیات و شہادات سے انجیلی مسیح کا خطاکار یا گنہگار ہونا ثابت کروں۔ کیا کسی مجرم کا مجرم ہونا اور کسی گنہگار کا گنہگار ہونا اسکے اقبال پر موقوف ہے؟ کیا دوسرے کی شہادت سے اسکا مجرم و گنہگار ہونا ثابت نہیں ہوتا۔؟ انجیلی مسیح کے اپنے دعاوی کا کیا اعتبار ہے۔ جب تک کہ ان دعاوی پر دوسرے کی اور کسی کی نہ سہی انجیل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہی کی شہادت قایم نہ ہو۔ انجیلی مسیح نے تو وہ دعوے کئے ہیں کہ ان میں آسمان اور زمین کے قلابے ملا دیئے ہیں۔

از انجملہ ایک اوسکا خدائی دعوے ہے جسکو یونی ٹیرین کے سوا تمام عیسائیوں نے جو مسیح کو خدا مانتے ہیں۔ انجیل ہی سے نکالا ہے۔ پھر کیا ان سب دعاوی کو بغیر کسی شہادت اور ایگزمنیشن کے ہم مان لینگے۔؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

ہم انجیلی مسیح کے ان تینوں دعووں کا جو مسٹر اکبر مسیح نے یوحنا ۸/۲۹ و ۵/۳۰ و ۱۵/۱۰ سے نقل کئے ہیں۔ اسی انجیل کی شہادت سے ایگزمنیشن کرتے ہیں۔ اور اسکے اقوال و افعال سے جو اسی انجیل میں موجود ہیں انکا غلط و خلاف واقعہ ہونا ثابت کر دکھاتے ہیں۔ اور وہی اقوال و افعال ہماری انجیلی بحث کے ارکان اور اس دعوے کے دلائل ہیں۔ کہ انجیلی مسیح بارہا خطاء کے مرتکب ہوئے۔ اور نہ وہ صرف خطا کار تھے بلکہ بڑے گنہگار تھے۔

از انجملہ انجیلی مسیح کا اپنی والدہ محترمہ کو یہ توہین آمیز اور حقارت سے لبریز کلمات کہنا ہے۔ کہ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام۔ میرا وقت ہنوز نہیں آیا۔ یہ کلمات اس لئے اپنی والدہ کو اُسوقت کہے تھے۔ جبکہ دعوت قانائے جلیل میں شراب گھٹ گئی تھی۔ اور اوس کی والدہ نے سفارش کی تھی۔ والدہ ماجدہ کو تو آپنے یہ سوکھا اور انکاری جواب دیا۔ مگر اسیوقت بغیر کسی وقفہ کے چھ مٹکوں پانی بھروا کے اوسکو شراب بنا دیا۔ چنانچہ باب ۲ آئت ۴ وغیرہ سے بصفحہ (۲۱۴) منقول ہوا ہے انجیلی مسیح کے ان کلمات میں جو توہین و تحقیر والدہ محترمہ پائی جاتی ہے۔ وہ کسی عقلمند انصاف پسند کے نزدیک محل نزاع نہیں ہے۔ روئے زمین کے عقلمند و انصاف پسند ہندو۔ مسلمان۔ چوہڑے۔ چمار۔ یہودی۔ نصرانی۔ اپنے والدین کو ایسے کلمات سے مخاطب نہیں کرتے۔ اور نہ ایسے تخاطب کو پسند کرتے ہیں۔ بلکہ خلاف ادب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ومنافی عزت سمجھتے ہیں۔

مسٹر اکبر مسیح اس سے اس سرے تک دنیا میں پھر نکلیں۔ اور مختلف مذاہب بلکہ لامذہب عقلمندوں تہذیب پسندوں کو پوچھ کر دیکھ لیں وہ دنیا میں کسی ایسے شخص کو نہ پائیں جو ان کلمات کو والدہ کے حق میں جائز رکھتا اور پسند کرتا ہو۔ یہ شہادت انسانی ہے۔ اور اگر شہادت آسمانی دیکھی جائے تو وہ بھی عہد عتیق و عہد جدید میں یوں ہی گونج رہی ہے۔ کہ ایسے کلمات والدہ کے حق میں خدا تعالے کے نزدیک پسند نہیں ہیں۔ عہد عتیق سے۔ خروج باب ۲۰۔ آیت ۱۲ میں حکم ہے تو تو اپنے ماباپ کو عزت دے۔ استثناء باب ۵۔ آیت ۱۶ میں ہے۔ اپنے باپ اور اپنی ماکو عزت دے تاکہ تیری عمر کے دن بہت ہو ویں۔ امثال باب ۲۳۔ آئت ۲۲ میں ہے اپنے باپ کو جس سے تو پیدا ہوا ہے۔ اور اپنی ماکو اوس کے بڑھاپے میں حقیر نہ جان۔ اور عہد جدید سے انجیل متی کے باب ۱۵۔ آئت ۴ میں مسیح نے خود فرمایا ہے خدا نے فرمایا ہے۔ اپنے باپ کی عزت کرو۔ پھر اپنے مخالفوں کا قول نقل کیا ہے۔ کہ اپنے باپ یا ماکی عزت نہ کرے تو کچھ مضایقہ نہیں پھر اوسکے رد میں کہا ہے کہ تم نے اپنی روائت سے خدا کے حکم کو باطل کیا۔ اور افسی باب ۶۔ آئت ۲ میں ہے۔ تو اپنے ما باپ کی عزت کر کہ یہ پہلا حکم ہے۔ جس کے ساتھ وعدہ ہے۔ اور قلسی باب ۳۔ آیت ۲ میں ہے۔ اے فرزندو ماباپ کی ہر بات میں فرمانبردار رہو۔ کہ خداوند کو یہی پسند ہے۔

اور جبکہ شہادت انسانی اور شہادت آسمانی اتفاق کے ساتھ ان کلمات انجیلی مسیح کو والدہ کے حق میں ناپسند قرار دیتے ہیں۔ تو اسی وجہ سے انجیل کے حامیوں اور مفسروں نے ان کلمات کو خلاف عزت سمجھا۔ اور ناپسند کیا۔ انجیل کا ایک مفسر برنس صاحب اپنی تفسیر جلد اول حصہ دوم کے صفحہ (۲۱۹) میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھتا ہے۔ کہ مسیح نے اپنی والدہ کی اس آئت میں بہت ملامت اور بے عزتی کی۔ اور حقارت کے الفاظ بولے ہیں کہ ایسا اور کوئی لفظ مشتمل بر حقارت نہ ہوگا۔ جیسا کہ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام۔ خصوصًا والدہ کے حق میں یہ انجیلی مسیح کا اپنے قول اور الفاظ سے گناہِ توہینِ والدہِ مکرمہ کا ارتکاب ہے اسمیں اوس کا عملی گناہ والدہ کی حکم عدولی اور نافرمانبرداری کرنا بھی پایا جاتا ہے۔ جو کام والدہ نے بتایا۔ (دعوتیوں کے لئے شراب بنانا) اوس نے وہ کام توفورًا کر دیا۔ مگر والدہ کے حکم اور سفارش کو اس روکھے اور پھیکے جواب سے کہ "مجھے تجھ سے کیا کام۔ میرا وقت ہنوز نہیں آیا" رد کرنے اور اُسکی قبولیت و متابعت سے انکار ظاہر کرنے کے بعد فرمانبرداری اور متابعت کا جواب یہ تھا۔ کہ مادر جان بہت اچھا۔ میں حضور کے حکم کی تعمیل کرنے کو حاضر و مستعد ہوں۔ اور ابھی ان لوگوں کے لئے شراب تیار کر دیتا ہوں۔ جیسا کہ وقوع میں آیا۔

وہ قول اور یہ عمل انجیلی مسیح صاف ناطق اور دو نو شاہد عدل ہیں کہ ان تینوں دعاوی میں جو کچھ اوس نے کہا ہے وہ محض غلط ہے۔ اور واقعہ کے خلاف ہے۔ اور انجیلی مسیح سے جو کچھ اس عمل و قول میں سرزد ہوا ہے۔ نہ وہ خدا تعالےٰ کو پسند تھا۔ اور نہ اُسکی مرضی اور حکم کے مطابق ہوا۔

از انجملہ انجیلی مسیح کا اپنے پہلے آنے والے نبیوں کو چور و بٹمار کہنا ہے۔ چنانچہ یوحنا باب ۱۰۔ آئت ۷ و ۸ میں ہے تب یسوع نے انہیں پھر کہا۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ بھیڑوں کا دروازہ میں ہوں۔ ۸ سب جتنے مجھ سے پہلے آئے۔ چور اور بٹمار ہیں۔ پر بھیڑوں نے اونکی نہ سنی۔

اس قول میں انجیلی مسیح نے جملہ انبیاء علیہم السلام کو چور و بٹمار کہنا ایک ایسا غلط اور خلاف واقعہ امر اور کبیرہ گناہ ہے۔ جسکے غلط و گناہ ہوئے کسی شخص کو جو پہلے انبیاء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر ایمان رکھتا ہو۔ نزاع و اختلاف نہیں ہے۔ اور اہل ایمان تو ایک طرف رہے۔ انجیلی مسیح نے خود اپنے مُنہ سے یوحنا تک آنے والوں کو نبی مانا ہے۔ چنانچہ لوقا باب ۱۶۔ آئت ۱۶۔ میں کہا ہے۔

شریعت اور انبیاء یوحنا تک تھی۔ تب سے خدا کی بادشاہت کی خوشخبری دیجاتی ہے اور ہر ایک زور مار کے اسمیں داخل ہوتا ہے۔ اور پھر اسی مُنہ سے اوسکا اون کو چور بنانا۔ اور بٹ مار کہنا گناہ نہیں تو اور کیا ہے۔

طُرفہ یہ کہ ان انبیاء میں ایک یوحنا د حضرت یحییٰ علیہ السلام) بھی ہیں۔ جن کے سامنے مسیح نے عملی طور پر اپنے گنہگار ہونے اقرار کیا۔ اور گناہوں سے پاک ہونے کے لئے ان سے بپتسما پایا۔ کیونکہ یہودی دستور کے موافق بپتسما وہی لوگ پاتے ہیں جو گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ متی باب ۳ آئت ۵ و ۶ میں ہے "تب یروسلم اور سارے یہودیہ اور یردن کے آس پاس کے رہنے والے اس دیوحنا کے پاس آئے اور اُنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کرکے یردن میں اس سے بپتسما پایا"۔ پھر اس یوحنا کو بھی جملہ انبیاء کے شمول میں بٹ مار و چور بنایا۔ اور ان نافرمانبردار و بے ادب شاگردوں کے موافق عمل کرکے دکھایا۔ جنکا اس بیت میں ذکر ہے ؎

کس نیاموخت علم تیر از من | کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد ؎

اور یہ خیال نہ فرمایا کہ پیر و مرشد چور و بٹمار ٹھرا تو اسکا مرید و مسترشد کیونکر پاک باز و نیک شعار متصور ہو گا۔ ؎ او خویشتن گم است کرا رہبری کند ؎

اس قول د لوقا $\frac{3}{5 \text{ و } 6}$) میں انجیلی مسیح نے ایک گناہ یہ بھی کیا۔ کہ پہلی شریعتوں کو بے کار و بے اعتبار ٹھرایا۔ اور صاف لکھدیا ہے۔ کہ بس شریعت یوحنا تک ہی تھی۔ اب شریعت کے کوئی کام نہیں ہے۔ اب صرف زور سے خدا کی بادشاہت لیجائے گی جس سے غالباً یہی مراد ہے۔ کہ جسنے مسیح کو کفارہ مان لیا وہ بغیر کسی عمل و پیروی شریعت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے زبردستی بہشت میں جا گھسے گا - اور اسیکا اقتباس پولوس نے اپنے اس قول میں کہا ہے - کہ " اگلا قانون اسلئے کہ کمزور اور بیفائدہ تھا اوٹھ گیا - کیونکہ شریعت نے کچھ کامل نہ کیا - مگر ایک بہتر امید درمیان داخل ہوئی جس کے وسیلے ہم خدا کے حضور پہنچتے ہیں - (عبرانی باب ۷ - آئت ۱۸ و ۱۹ -) ایسا ہی آپنے گلیتیوں میں کہا ہے*۔

اسی قسم کے اقوال انجیلی مسیح کا یہ نتیجہ ظاہر ہوا ہے کہ عیسائیوں نے توریت کے احکام اور شریعت سے کچھ تعلق نہیں رکھا - اور اون کو تقویم پارینہ سمجھ کر پس پشت ڈال دیا ہے - یہ انجیلی مسیح کا ایسا گناہ ہے جسمیں اوس نے اپنے بے شمار اتباع کو بھی شامل کر لیا ہے - اور اسپر طرفہ یہ کہ اس انکار شریعت کے ساتھ آئت مابعد میں اقرار بھی ہے - اور صاف کہتا ہے کہ پر آسمان اور زمین کا ٹل جانا شریعت کے ایک نقطہ کے مٹ جانے سے بہت آسان ہے - اسی کی مثل مسیح کا وہ قول ہے جو صفحہ (۲۱۰) وغیرہ میں نقل ہو چکا ہے - کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے نہیں آیا - بلکہ پوری کرنے آیا ہوں - اس قول میں مسیح نے تیسرا گناہ کیا - اور خلاف واقعہ کہا - اور لوگوں کو دہوکا اور مغالطہ دیا ہے - تاکہ وہ اوسکو شریعت کا منکر محض نہ سمجھ لیں اور اس وجہ سے اس سے وحشت و نفرت نہ کریں - اور درحقیقت وہ پہلی شریعتوں کا صاف منکر اور اون کے احکام کا مبطل اور پہلے نبیوں کا سخت مخالف ومعاند ہے - چنانچہ صفحہ (۲۱۰) میں بیان کیا گیا ہے - اور آئندہ بھی وقتاً فوقتاً بیان ہوتا رہیگا - انشاءاللہ تعالےٰ -

ازانجملہ انجیلی مسیح کا اپنے شاگردوں میں بارہ آدمیوں کو جنمیں ایک یہودا اسکریوطی بھی تھا - اور ایک پطرس (شمعون) چن کر یہ بشارت دینا اور پیشگوئی کرنا کہ خدا کی بادشاہت تمہاری ہے - اور آسمان پر تمہارا بدلہ ہے - (لوقا باب ۶ - آئت ۱۲ سے ۲۳) اور اون کو یہ اختیار و اقتدار بخشنا کہ وہ ہر قسم کی بیماری کو دور کریں

* ۱۱ پر شریعت کو ایمان سے کوئی نسبت نہیں ۔ ۱۳ مسیح نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا ۔ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا (گلیتی باب ۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ناپاک روحوں اور دیوؤں کو نکالیں (متی باب ۱۰- آئت ۱- مرقس باب ۳- آئت ۱۵- وغیرہ اور خاص کر پطرس کو آسمانی بادشاہت کی کنجیاں سپرد کر دیتا ہے۔ جسکا خلاف واقعہ ہونا انجیلی مسیح کی زندگی ہی میں ظاہر ہو گیا۔ اور اس کی زبان سے اسکے برخلاف اقرار ظہور میں آگیا۔ یہودا اسکریوطی نے تیس روپیہ لے کر مسیح کو پکڑوا دیا اور پطرس نے بھی قسم کھا کر تین بار مسیح سے انکار کیا۔ (متی باب ۲۶- آئت ۴۸ و ۶۹ وغیرہ) اس سے پہلے مسیح سے شیطان کا خطاب بھی پایا۔ (متی باب ۱۶- آئت ۲۳-) اور وہ سب کے سب حضرات انجیلی مسیح کے وقت میں دیو نکال نہ سکے اور اس سے بے ایمانی کے خطاب سے مخاطب ہوئے۔ (متی باب ۱۷- آئت ۲-

یہ بشارات و پیشگوئیاں انجیلی مسیح کی سراسر غلط و خلاف واقعہ نکلیں۔ جن کے غلط ہونے پر اسی انجیل میں شہادت گونج رہی ہے۔ اور صاف بتا رہی ہے کہ جو انجیلی مسیح نے ان تینوں اقوال میں دعوے کیا ہے وہ محض غلط ہے۔

ان تین مثالوں میں سے پہلی دو مثالیں انجیلی مسیح کے گناہ کی مثالیں ہیں۔ اور تیسری خطاء کی مثال صفحہ (۲۰۸) میں جو انجیلی مسیح کی تعلیم ابوت و بنوت مذکور ہوئی ہے۔ وہ بھی ہمارے نزدیک تو صریح گناہ کی مثال ہے۔ اور اسکی خطا ہونے میں تو توحیدی عیسائیوں کو بھی نزاع مناسب نہیں ہے۔

ایسی ہی اسکی تعلیم شراب خواری جو صفحہ (۲۱۴) میں منقول ہوئی ہے۔ اور اسکی تعلیم انخلاق جو صفحہ (۲۰۹) میں مذکور ہوئی ہے نیز خطا کی مثالیں ہیں۔ ان چھ مثالوں کے علاوہ بہت سی مثالیں اور انجیل میں موجود ہیں۔ اور دریا کی مانند اوس میں موجیں مار رہی ہیں۔ "دیکھئے انجیلی مسیح کا اپنے شاگردوں اور معتقدوں کو اپنے مسیح ہونے کے اظہار سے منع کرنا۔ اور ایک (۲) دولتمند ایماندار کو بہشت سے ناامید کرنا۔ اور بہیتر سے دولتمندوں کو باوجود دولت دنیا نہ چھوڑنے کے بہشت کا وارث بنانا۔ (۳) صلیبی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موت کے ٹل جانے کیلئے دعا وجود علم و پیشگوئی اس امر کے کہ وہ ٹلنے والی نہیں) دعا
کرنا - اپنے لئے مسکن و مکان ہونے کی نفی کرنا(۵) - تین دن تک اپنی زمین کے اندر
رہنے کی خبر دینا(۶) - چور کو وعدہ دینا کہ تو آج میرے ساتھ بہشت میں جائیگا - اور
خود بہشت میں نہیں - بلکہ ایک دوسری جگہ تشریف لے جانا وغیرہ وغیرہ مما لا تعد
ولا تحصیٰ) مگر ہم ان تمثیلات کی تفصیل کو ہنوز ضروری نہیں سمجھتے جب مسٹر اکبر مسیح
ان تمثیلات ستہ کا جنکی ہم تفصیل کر چکے ہیں ہم کو جواب دینگے - اور انجیل ہی کی
شہادت سے یہ ثابت کر دینگے - کہ اون تمثیلات میں جو انجیلی مسیح کے اقوال و اعمال
بیان ہوئے ہیں - وہ صحیح اور درست اور حکم و مرضی خدا تعالےٰ کے مطابق ہوئے ہیں
اور وہ انجیلی مسیح کے دعاوی منقولہ مسٹر اکبر مسیح کے مکذب نہیں ہیں - تو ہم پھر اور تمثیلات
کی تفصیل کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ -

یہ بارہ مثالیں چھ مفصل اور چھ مجمل جو ہم نے بیان کی ہیں - یہ ایسی مثالیں ہیں جن سے
خصوص نصوص انجیل سے انجیلی مسیح کا گنہگار یا خطاکار ہونا ثابت ہوتا ہے - اب
ہم عموم نصوص انجیل سے اسکا گنہگار یا خطاکار ہونا ثابت کرتے مگر وہ دو امر کی تسلیم پر
موقوف ہے - اول یہ کہ مسیح بھی منجملہ انسانوں کے ایک انسان تھا - دوم یہ کہ انجیل
اور اسکے حواشی عہد عتیق کے بظاہر اور زبانی مصدق ہیں - لہذا جو امر عہد عتیق سے
ثابت ہوگا - وہ گویا انجیل سے ثابت ہے - اور یہ دونوں امر اسوقت تک عیسائیوں
میں مسلم ہیں - امر اول کا مسلم ہونا ہم صفحہ ۹ وغیرہ جلد ہذا میں بیان کر چکے ہیں - امر دوم
کا مسلم ہونا محتاج بیان نہیں ہے - انجیل خود جا بجا عہد عتیق کا اقتباس کرتی ہے
اور انجیل کی حامی بھی (زبانی) انکے مسلم ہونے کے قائل ہیں - یہ دونوں امر مسلم
ٹھیرے تو ہم بیان کرتے ہیں - کہ رومیوں کے خط باب ۳ - آیت ۱۰ و ۱۲ میں ہے -
جیسا کہ لکھا ہے - کہ کوئی راستباز نہیں × × کوئی نیکو کار نہیں ایک بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں × × اور آئت ۲۳ میں ہے سبھوں نے گناہ کیا - اور خدا کے جلال سے محروم ہیں - اور چونکہ اس قول میں جس نوشتہ کا حوالہ دیا ہے وہ زبور ۱۴ - باب ہے جسمیں یہ قول کل بنی آدم کے حقمین کہا گیا - اور اسکے الفاظ یہ ہیں "کوئی نیکو کار نہیں - (۲) خداوند آسمان پر سے بنی آدم پر نگاہ کرتا ہے - تاکہ دیکھے کہ ان میں کوئی دانشمند خدا کا طالب ہے یا نہیں - (۳) وے سب گنہگار ہوئے ایک ساتھ بگڑ گئے کوئی نیکو کار نہیں ایک بھی نہیں" - لہذا ضروری ہے کہ اس قول میں کل بنی آدم مراد لئے جاویں - اور ایسا ہی تصریح کے ساتھ عہد عتیق کے اکثر مقامات میں وارد ہے -

واعظ باب ۷ - آئت ۲۰ میں ہے کوئی انسان زمین پر ایسا صادق نہیں کہ نیکی کرے - اور خطا نہ کرے - ایوب باب ۱۴ - آیت ۴ میں ہے - کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے - کوئی نہیں - زبور باب ۵۱ - آئت ۵ میں ہے - دیکھ میں نے گناہ کی صورت پکڑی - اور گناہ کے ساتھ میری ماں نے مجھے پیٹ میں لیا - یرمیاہ باب ۱۷ - آئت ۹ - وسیعیاہ باب ۶۴ - آئت ۶ میں ہے - دل سب چیزوں سے زیادہ حیلہ باز ہے - اور وہ نہائت فاسد ہے - اوس کو کون دریافت کرسکتا ہے - ہم تو سب کے سب ایسے ہیں جیسے ناپاک چیز - اور ہماری ساری راستبازیاں گندی دھجی کی سی ہیں - اور ہم سب پتے کی طرح کملاتے ہیں اور ہماری بدکاریاں اندھی کی مانند ہمیں اوڑا دینگے -

ان عمومات میں مسیح بھی داخل ہے - لہذا ان نصوص کی شہادت سے وہ بھی خطا کار یا گنہگار تھا -

عیسائی مسیح کو ان نصوص کے عموم سے مستثنے کرتے ہیں - تو وہ اسکی دلیل بیان کریں - اور بتاویں کہ کیا مسیح انسان یا ابن آدم نہ تھا - اور وہ اپنی ماں کے پیٹ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں رہا۔ اور اسی انسانی پیٹ سے نہیں نکلا۔ ۹ ان باتوں سے کسیکو انکار نہیں تو اُسکو ضرور ماننا پڑیگا کہ وہ اُن نصوص کے عموم کی شہادت سے خطا کار یا گنہگار تھا۔

مسیح کو انسان ہونے کے ساتھ خدا سمجھنے والے پروٹسٹنٹ رومن کیتھلک وغیرہ عیسائی شاید یہ دلیل پیش کریں۔ کہ مسیح خدا بھی تھا نہ محض انسان اسلئے وہ ان عمومات میں داخل نہیں ہے۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ پہلے مسیح کا خدا ہونا ثابت کرو۔ پھر اس دلیل کو مُنہ سے نکالو۔ اور جبتک اُسکی خدائی ثابت نہو۔ مسیح کو خطا کار گنہگار مانتے رہو۔

توحیدی عیسائی مسیح کو صرف انسان جانتے ہیں خدا نہیں مانتے۔ اور اونسے بمقتضائے بشریت صدور گناہ یا خطا کو جائز وممکن بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱ جلد ہذا میں اُنسے منقول ہوا۔ انکو ان عمومات میں مسیح کے داخل ہونیمیں کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے۔ اور ان ہی لوگوں سے ہمارا اسمضمون میں خطاب ہے۔ وہ بھی اگر یہ کہیں کہ مسیح انسان تو تھا مگر آدم کے نطفہ سے (جو خطا یا گناہ کا محل و مصدر ہی) نہ تھا (جیسا کہ دوسرے عیسائی کہتے ہیں) تو اونسے اوّل یہ سوال کیا جائیگا کہ پھر تم مسیح کو انسان و ابن آدم کیوں کہتے ہو (۲) اور اس سے خطا یا گناہ کا امکان کیوں مانتے ہو۔ (۳) اسپر کیا دلیل رکھتے ہو۔ کہ وہ نطفہ آدم آدم نہ تھا (۴) مریم والدہ مسیح کون تھی۔ انسان یا کچھ اَور (۵) ہر ایک عورت کی منی (یا رطوبت یا انڈے کچھ ہی کہو) تولید میں دخل رکھتی ہے یا نہیں (۶) کیوں جائز نہیں کہ والدہ مسیح کی منی میں پوری قوت تولید ہو۔ یا اُن میں مرد و عورت دونو کے آلات تناسل و تولید موجود ہوں۔ جیسا کہ بعض عورتوں میں مشاہدہ و تجربہ میں آچکا ہے۔ جسکا بیان صفحہ ۲۳ میں ہوگا۔ ان سوالات کے جواب میں انہوں نے تولید مسیح میں مریم کی مداخلت کو مان لیا۔ تو مسیح کا نطفہ انسان سے ہونا اون کو ماننا پڑے گا۔ اور عموم مذکور میں داخل ہونا اونکا مسلمہ ہوگا۔

انجیلی بحث کو ہم اس حد پر ختم کرتے ہیں۔ اور اپنے ناظرین اور مخاطب مسٹر اکبر مسیح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اس بحث میں غور و خوض کرنیکی امید رکھتے ہیں اور داد حق چاہتے ہیں۔ واللہ ولی التوفیق و بیدہٖ ازمۃ التحقیق۔

اس مضمون میں بحث تو عصمت سے تھی۔ مگر اس بحث کے ضمن میں انجیلی مسیح کی تعلیم و معجزات پر کسیقدر بحث ہوگئی جسمیں بحث کرنیکا مسٹر اکبر مسیح کا ارادہ تھا۔ اور وہ آپکے خط ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء مندرجہ کشف نمبر ۳ جلد ۲ صفحہ ۴۷ میں ظاہر ہوا ہے

انا بجملہ ایک امر بحث کے لائق حضرت مسیح کی پیدائش بھی ہے۔ جسکو مسٹر اکبر مسیح ایک معجزہ سمجھتے ہیں۔ اسکے متعلق اس مضمون کے ہم خاتمہ پر مسٹر اکبر مسیح کی پیش کردہ کتاب تاویل الاحادیث حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارت بطور نوٹ پیش کرتے ہیں۔ اور اپنی طرف سے صرف اسکا ترجمہ کر دیتے ہیں۔ اور اسپر اپنی کوئی رائے ہنوز ظاہر نہیں کرتے مسٹر اکبر مسیح اس عبارت میں غور کرکے بتاویں کہ اگر عقلی اور طبی قواعد سے اور یورپ کے ڈاکٹروں کی شہادت سے ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح حضرت مریم کی منی سے پیدا ہوئے تھے۔ اور ان کی منی میں قوت تولید موجود تھی۔ یا اونمیں مرد و عورت دونو کے اسباب تناسل موجود تھے۔ جیسا کہ بعض مستورات میں یہ امر مشاہدہ میں آچکا ہے۔ اور بسبب شہادت اہل مشاہدہ مسیح کے نظائر اونکے بعد یورپ میں اور لوگ بھی ہوگذرے ہیں جو نہ نبی تھے نہ ایغامبر بلکہ وہ عام لوگوں سے تھے۔ اور وہ ایسی عورتوں سے پیدا ہوئے جنمیں دونو قسم کے آلات موجود تھے تو کیا پھر بھی حضرت مسیح کی پیدائش معجزہ کہلائے گی۔؟

جناب شاہصاحب فرماتے ہیں۔

ثم ان مریم حاضت فی ایام سریان قوی الروحانیات فی تلک البقعۃ فلما طہرت انتبذت الی مکان بعید من الناس لتغسل وسدلت سترا ونزعت ثیابہا فارسل اللہ الیہا	پھر مریم کو اون دنوں جنمیں روحانی قوتوں کا اس مکان میں جہاں مریم تھیں اثر سرائت کر گیا تھا۔ وہ ایام آئے جو عورتوں کو آتے ہیں پھر جب وہ پاک ہوئیں تو ایک دوسرے مکان میں نہانے کیلئے لوگوں سے کنارہ

© rasailojaraid.com

جبریل فی صورت شاب سوی الخلق
ممتلیا شبابا وحسنا فراتہ مریم
وھی شابۃ قویۃ المزاج فخافت علی
نفسھا الفساد والتجئت الی اللہ بقلبھا
لیعصمھا فکانت لھا حالۃ عجیبۃ - امّا
الطبیعیۃ فحصل لھا ما یحصل عند الجماع
من ثوران القوی النسلیۃ کما ان النظر
ربما کان سببا للانزال واما النفس
فحصل لھا الالتجاء الی اللہ واعتصام
بہ حتی ملئت من حالۃ عصمیۃ
فائضۃ من الغیب - واما الصورۃ
الانسانیۃ فکانت علی شرف الظہور
لمخالطۃ الروح الامین ولمّا قال
جبرئیل علیہ السلام انما انا رسول
ربک لاھب لک غلاما زکیا - ابتھجت
وانشرحت وانست ولما رای جبرئیل
ھذا حالھا نفخ فی فرجھا فدغدغت
النفخۃ رحمھا فانزلت وکان فی
منیھا قوت منی الذکر فحملت والتوی
فی الجنین ما کان غالبا علی مریم
من الاعتصام باللہ والالتجاء الیہ

ہو گئیں - اور پردہ لٹکا دیا اور اپنے کپڑے
اُتار دیئے اُسوقت جو خدا تعالےٰ نے جبرئیل
علیہ السلام کو ایک جوان انسان متناسب
الاعضاء جوانی اور جمال سے بھری ہوئی صورت
میں بھیجا مریم نے اونکو اوس حالت میں کہ
وہ بھی پوری جوان اور قوی المزاج متغیر
دیکھا تو اپنے نفس سے فساد کا خوف کیا - اور
دل سے خدا تعالےٰ کیطرف التجا کی کہ وہ اُنکو
فساد سے بچاوے اسوقت اون کی
عجیب حالت تھی طبیعت میں وہ جوش
پیدا ہو گیا تھا جو انسان کو بوقت صحبت ازواج
پیدا ہوتا ہے - اور تناسل میں دخل رکھنے
والی قوتوں کو حاصل ہوتا ہے - اور بعض
اوقات صرف نگاہ کرنے سے انزال بھی
ہو جاتا ہے اور اُن کے نفس (پاک) کو
خدا کیطرف التجا و توجہ تھی - یہانتک کہ
وہ اس حالت با عصمت سے جو غیب سے
فائض ہوئی تھی پُر ہو گئیں - اور انسانی
صورت دائمی بھیکی، روح امین کے اختلاط
سے ظہور اور وجود کے کنارہ پر آ پہنچی
تھی - اور جب جبرئیل نے کہا کہ میں خدا کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والابتهاج والانبساط بالهيئة الملكية فان حالتها سرت في كل قوة من قوى نفسها حتى للمصورة والمولدة والامر ما امر الاطباء لمن اراد ان يذكر ولدا ان يتصور في حالة الجماع غلاما والتوفيه حكم عالم المثال وخواص الروح من قبل نفخ جبرئيل فهو السبب في التصور فحصلت في جبلته ملكة راسخة شبيهة بجبرئيل وهذا معنى تائيد الله له بروح القدس (تاويل الاحاديث صفحہ ٥٩)

رسول ہوں ہیں تجھے پاکیزہ لڑکا دینے کو آیا ہوں تو اس سے آپکی طبیعت میں خوشی و انشراح المن پیدا ہوگیا۔ جب جبرئیل نے انکا یہ حال دیکھا تو انکے — میں پھونک ماری جس سے انکے رحم میں گدگدی پیدا ہوگئی اور انزال ہوگیا۔ انکی منی میں نر کی منی کی قوت (تولید) تھی سو جہ سے وہ اپنی منی سے حاملہ ہوگئیں پھر جو صفات انمیں تھیں (خدا کیطرف التجا کرنا اور اس ملکی صور سے خوش ہونا) وہ اس جنین (رحمی بچہ) میں بھی آگئیں انکی وہ حالت خوشی و انشراح خاطر انکی ہر ایک نفسانی قوت مولدہ و مصورہ وغیرہ سب میں سرایت کر گئی۔ یہ وہی بات ہوئی جو طبیب کہتے ہیں کہ انسان کی قوت خیالی کو بھی تولید میں دخل ہوتا ہے جو شخص چاہے کہ اسکو لڑکا پیدا ہو وہ صحبت کے وقت لڑکے کی صورت اپنے خیال میں خوب جمالے اور اس جنین (بچہ رحمی) میں عالم مثال کی تاثیر اور روح الامین کے خواص بھی شامل ہوگئے ہیں کیونکہ اسکے پیدا ہونے کا سبب جبرئیل تھا یہ معنی تائید روح القدس کے ہیں جو قرآن میں مذکور ہے اور اس سے پہلے صفحہ ٥٦ میں حضرت مریم کی پیدائش کے احوال میں کہا ہے۔ مریم (اپنی والدہ کی تاثیر قوت خیالیہ سے) بابرکت

فصار مريم مباركة فيها امزاج من امزجة الفحول ونشأت قوية الجسم كاملة المزاج صحيحة الفطرة والنظافة كالهيئة التي تكون لاكابر الرجال ولذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم كمل من الرجال كثير الحديث وكانت مذكرة فحد والمؤنث من الرجال (تاويل الاحاديث)

ہوگئی جسمیں نر کا مزاج بھی شامل تھا اور قوی جسم کامل مزاج اچھی بناوٹ اور ستھرائی والی کامل مردوں کی ہیئت خصلت میں تھیں جبھی آنحضرت نے فرمایا کہ مردوں میں تو بہتیرے کامل ہوگذرے مگر عورتوں میں سے حضرت مریم وہ ایک مردانہ عورت تھی بمقابلہ ان مردوں کے جو مرد ہوکر زنانہ کہلاتے ہیں اس قول کا ماحصل یہ ہے کہ گو مریم صورت میں عورت تھی مگر صفات مردانہ رکھتی تھی اور نر و مادہ بھی رکھتی تھی"۔ اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور سرسید کو اجازت دیتے ہیں کہ جس مضمون پر چاہیں بحث کریں مگر بہتر یہ ہے کہ ایک ایک مضمون پر اور اسکی ایک ایک دلیل اور رسول و جواب پر تاکہ انکو بھی سہولت ہو اور ہمکو بھی انکے دلائل و جوابات کے جواب دینے کیلئے یکبارگی قلم نہ اٹھانا پڑے آئندہ انکا اختیار ہے ہم جسے منتظر ہیں لیکن هذا آخر الكلام والله الحمد والمنة والانعام وصلى الله على نبيه محمد وصفيه خير الرسل بلا كلام وعلى آله الكرام واصحابه العظام افضلهم آمين آمين يا رب العالمين ✝✝✝✝

© rasailojaraid.com